چوتھی فصل امام زین العابدینؑ کے کچھ کلمات شریفہ اور مواعظ بلیغہ کا ذکر

چند روایات پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

پہلی روایت:

آپ نے ایک دن فرمایا''اصحابی اخوانی علیکم بدار الاخرۃ ولا اوصیکم بدار الدنیا فانکم علیھا وبھا متمسکون اما بلغکم ما قال عیسیٰ بن مریم للحواریین قال لھم الدینا قنطرنا عبروھا ولا تعمروھا وقال ایکم یبنی علی موج المحر دارا تلکم الدار الدنیا ولا تتخذوھا قرار''
اے میرے صحابیو اے میرے بھائیو میں تمہیں وصیت کرتا ہوں آخرت کے گھر کے تدراک اور اس کے لئے تیاری کی اور دار دنیا کی وصیت میں تمہیں نہیں کرتا کیونکہ تم لوگ دنیا پر حریص اور اس سے تمسک رکھتے ہو کیا تم تک وہ بات نہیں پہنچی جو حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں سے کہی تھی آپ نے ان سے فرمایا تھا کہ دنیا ایک پل ہے اس سے عبور کرو، اس پر تعمیر کرنے کی کوشش نہ کرو یعنی پل سے گزر جانا چاہیے نہ یہ کہ وہاں اقامت کی نیت سے بیٹھنا چاہیے اور یہ بھی آپ نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو موج دریا پر عمارت بناتا ہے اس پر تعمیر کرنا چونکہ موج دریا پر تعمیر کرنے کے مانند ہے لہذا اس کمزور بنیاد والے مکان کے لئے قبر مارد آرام نہیں ہوتا۔

در رہ عقبیٰ است دنیا چوں پلے
بے بقا جائے و ویراں منزلے
فوج مخلو قند ہیچوں موج بحر
ہالک اندر قعر یا در اوج بحر

دوسری روایت:

جامع الاخبار میں علیؑ بن الحسینؑ سے مروی ہے کہ خداوند عالم مومنین کے سب گناہ معاف کردے گا اور آخرت میں انہیں ان سے پاک کردے گا، سوائے دو گناہوں کے تقیہ کو چھوڑ دینا اور دینی بھائیوں کے حقوق کو ضائع کرنا، مخفی نہ رہے یہ جو

امام نے ترک تقیہ کو اس روایت میں بڑا گناہ قرار دیا ہے، جو بخشا نہیں جائے گا یہ اس لئے ہے کہ بسا اوقات تقیہ نہ کرنا مفاسد عظیمہ کا سبب بن جاتا ہے کہ جس سے بہت زیادہ صدمہ دین و مذہب پر وارد ہوتا ہے، کئی خون بہائے جاتے ہیں اور بہت بڑے فتنے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، جو مخالفین کے دلوں کو لجاج وعناد پر قائم اور انہیں دوام وثبات جہالت وغوایت کی طرف پھیر دیتے ہیں اور یہ فرمائش عین حکمت ہے جیسا کہ بھائیوں کے حقوق کو ضائع کرنا جو کہ مدارج عدل سے خارج ہونے اور ظلمات ظلم میں داخل ہونے کی دلیل ہے وہ بھی یہی نتیجہ دیتا ہے اور اسی کو موئد ہے، وہ جو روایت ہوئی ہے کہ ایک مرد مومن فقیر حضرت موسیٰ بن جعفر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے حضرت سے درخواست کی کہ اسے کچھ مال عنایت فرمائیں کہ جس سے وہ اپنے فقر وفاقہ کو روک سکے، حضرت اس کے روبرو ہنسے اور فرمایا میں تجھ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں اگر تو نے اس کا صحیح جواب دیا تو میں اس کا دس گنا تجھے عطا کروں گا، جس کی تو خواہش رکھتا ہے، اس شخص نے آپ سے سو درہم کی خواہش کی تھی کہ جسے وہ اپنا سرمایہ قرار دے اور اس سے اپنی معاش درست کرے، پس اس شخص نے عرض کیا آپ سوال کریں، حضرت نے فرمایا اگر تجھے اختیار دیا جائے کہ تو اپنے لئے کس چیز کی خواہش وتمنا کرے گا، اس نے جواب دیا کہ میں تمنا کروں گا کہ خداوند عالم مجھے دین میں تقیہ کرنے اور مومنین بھائیوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عنائت فرمائے آپ نے فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو ہم اہل بیتؑ کی ولایت ومحبت کی خواہش نہیں کرتا اس نے عرض کیا کہ یہ اس لئے کہ یہ چیز تو خداوند عالم نے مجھے عطا فرمائی ہوئی ہے، لہٰذا میں اس نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس نے مجھے دے رکھی ہے اور اس سے اس چیز کا سوال کرتا ہوں جو مجھے نہیں دی، حضرت نے اس سے فرمایا بہت اچھا اور حکم دیا کہ اسے دو ہزار درہم دیئے جائیں اور فرمایا کہ اسے ما جو میں صرف کرو یعنی ما جو خرید کر کے اسے سرمایہ قرار دے کر اس سے تجارت کرو۔

تیسری روایت:

آپ سے مروی ہے کہ مجھے تعجب ہے کہ اس شخص پر جو کھانے سے پرہیز کرتا ہے اس وجہ سے کہ شاید وہ اس کے لئے مضر ہو وہ گناہ سے کیوں پرہیز نہیں کرتا کہ کہیں اس سے برائی یا بری جزاء اس کی اسے ملے، مولف کہتا ہے کہ آپ کا یہ جملہ امام حسنؑ کی فرمائش سے شباہت رکھتا ہے، تعجب ہے مجھے اس سے جو اپنے کھانے میں تو غور وفکر کرتا ہے لیکن وہ فکر نہیں کرتا ان چیزوں میں جو اس کی عقل میں جاتی ہیں اور آپ کی یہ فرمائش ان کے والد بزرگ وار حضرت امیر المومنینؑ کی فرمائش کی بنا پر ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ جب رات کے وقت کھانا ان کے پاس لایا جاتا ہے، تو وہ مشقت و زحمت کر کے چراغ جلاتے ہیں تا کہ وہ دیکھ سکیں کہ اپنے شکم میں کیا چیز داخل کر رہے ہیں لیکن وہ غذائے نفس میں فکر نہیں کرتے یعنی جن مطالب کو وہ اپنے سینہ میں جگہ دیتے اور ان پر اعتقاد رکھتے ہیں تا کہ جب عقول کے چراغ بجھ جائیں تو ان کو علم سے روشن کریں، یہاں تک کہ وہ اعتقادات واعمال میں جہالت وگناہ کے ضرر سے بچ جائیں۔

چوتھی روایت:

عین الحیٰوۃ میں امام علی بن الحسینؑ سے منقول ہے،آپ نے فرمایا دنیا نے اپنا اسباب اپنی پشت پر لاد کر پشت پھیر لی ہے اور وہ جارہی ہے،اور آخرت نے اپنا سامان اٹھایا ہوا ہے اور وہ آگے بڑھ رہی ہے اور آرہی ہے اور دنیا وآخرت میں سے ہر ایک کے بیٹے اور ساتھی ہیں پس تم آخرت کے بیٹے نہ بنو نہ کہ دنیا کے بیٹے اور کارندے بنواے لوگو دنیا سے پرہیز کرو اور آخرت میں رغبت کرو یاد رکھو کہ دنیا سے پرہیز کرو اور آخرت میں رغبت کرو یاد رکھو کہ دنیا سے پرہیز کرنے والوں نے زمین کو اپنی بساط اور اس کی خاک کو اپنا فرش وبستر بنایا ہوا ہے اور پانی کو اپنی خوشبو سمجھتے ہیں اور اس سے اپنے آپ کو پاک صاف کرتے اور اسے اپنی خوشبو قرار دیتے ہیں،اور انہوں نے اپنے آپ کو دنیا سے الگ کرلیا ہے اور اس سے مکمل طور پر جدا ہو گئے ہیں اور جو شخص بھی جنت کا مشتاق ہے،وہ شہوات دنیا کو چھوڑ دیتا ہے اس کے لئے مصائب دنیا آسان ہوجاتے ہیں، یقین جانو کہ خدا کے کچھ ایسے بندے ہیں جو مرتبہ یقین میں یہاں تک ہیں کہ گویا انہوں نے اہل جنت کو جنت میں ہمیشہ رہتے ہوئے دیکھا ہے اور اہل جہنم کو گویا جہنم میں عذاب ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں،لوگ ان کے شر اور بدی سے محفوظ ہیں اور ان کے دل ہمیشہ آخرت کے غم سے محزون ہیں،ان کے نفس محرمات وشبہات سے عفیف و پاک ہیں اور ان کے کام آسان ہیں جنہیں انہوں نے اپنے اوپر دشوار وسخت نہیں بنایا ہوا تھوڑے سے دنوں کے لئے انہوں نے صبر کرلیا،لہذا آخرت میں لمبی چوڑی راحتیں جو ختم ہونے والی نہیں اپنے لئے مہیا کرلیں جب رات ہوتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں کھڑے ہوجاتے ہیں جب کہ ان کے آنسو ان کے چہروں پر جاری ہوتے ہیں،اور وہ تضرع وزاری واستغاثہ اپنے مالک کی بارگاہ میں کرتے ہیں اور ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے آزاد کرالیں،جب دن ہوتا ہے تو وہ بردبار صاحب حکمت ودانائی نیکوکار اور پرہیزگار ہیں،عبادت کی وجہ سے تیر کی طرح باریک ہوچکے ہیں اور خوف خدا نے انہیں اس طرح چھیل دیا اور نحیف وکمزور کر دیا ہے کہ جب اہل دنیا انہیں دیکھتے ہیں تو انہیں یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ بیمار ہیں،حالانکہ ان کے بدن بیمار نہیں بلکہ خوف خدا،عشق و محبت الٰہی کے مریض ہیں،اور بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ ان کے عقول دیوانگی سے مخلوط ہیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ جہنم کی آگ کے خوف نے ان کے دل میں گھر کرلیا ہے۔

پانچویں روایت:

کشف الغمہ میں ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا مجھے میرے والد نے ان کلمات کے ساتھ وصیت فرمائی اے بیٹا پانچ قسم کے افراد سے مصاحبت اور دوستی نہ کرنا ان سے بات نہ کرنا اور سفر میں ان کی رفاقت اختیار نہ کرنا، میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں وہ جماعت کون سی ہے فرمایا فاسق کی دوستی اختیار نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں ایک کھانے یا ایک لقمہ کے بدلے بیچ دے

گا، بلکہ اس سے بھی کم قیمت پر میں نے عرض کیا کہ اے باباس سے کمتر کیا چیز ہے،فرمایا ایک لقمہ کی آرزو میں تمہیں بیچ دے گا اور وہ اسے حاصل نہیں کر سکے گا میں نے کہا بابا دوسرا کون شخص ہے فرمایا بخیل کے ساتھ دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں اس وقت اپنے مال سے محروم کرے گا جب تمہیں اس کی سخت ضرورت ہوگی، میں نے عرض کیا تیسرا کون ہے فرمایا جھوٹے شخص سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ بمنزلہ سراب ہے وہ نزدیک کو تم سے دور اور دور کو تمہارے نزدیک بتائے گا،سراب کا معنی یہ ہے کہ دوپہر کے وقت ہموار زمین پر سورج کی شعاع پڑے تو اس کے ذرات چمکتے ہیں اور وہ موج دریا کی طرح نظر آتے ہیں تو یہ گمان ہوتا ہے کہ پانی زمین پر بہہ رہا ہے حالانکہ وہ پانی کی شکل وصورت ہوتی ہے لیکن حقیقت میں کچھ نہیں ہوتا میں نے عرض کیا بابا جان چوتھا شخص کون ہے، فرمایا احمق و بیوقوف کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں فائدہ پہنچائے اور اپنی حماقت و بیوقوفی کی بناء پر تجھے ضرر پہنچاتا ہے میں نے عرض کیا بابا جان پانچواں کون ہے،فرمایا قطع رحمہ کرنے والے سے دوستی نہ کرنا کیونکہ میں نے کتاب خدا میں اسے تین مقام پر ملعون پایا ہے۔

چھٹی روایت:

بحار وغیرہ میں منجملہ ان وصیتوں کے جو آپ نے اپنے فرزند کو کیں یہ ہے فرمایا اے بیٹا زمانہ کے نوائب ومصائب پر صبر کر اور خود کو حقوق کے سامنے پیش نہ کرا اور اپنے بھائی کی بات اس چیز میں قبول نہ کر جس کا ضرر تیرے لئے اس بھائی کے نفع کی نسبت زیادہ ہو۔

ساتویں روایت:

کشف الغمہ میں ہے کہ امام زین العابدینؑ نے فرمایا ’’هلك من ليس له حكيم يرشده و ذل من ليس له سفيه يعضده‘‘ یعنی اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جس کے ارشاد و ہدایت کے لئے کوئی حکیم ودانا نہ ہو اور وہ شخص ذلیل وخوار ہے جس کا مددگار کوئی بے وقوف نہ ہو کیونکہ بسا اوقات نادانوں سے ایسے کام سرانجام ہوتے ہیں، جو عقلمندوں اور داناؤں سے نہیں ہوسکتے۔

آٹھویں روایت:

آپ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا آگاہ رہو کہ ہر بندہ کی چار آنکھیں ہیں، وہ آنکھوں سے جو کہ ظاہری آنکھیں ہیں وہ اپنے دین ودنیا کے امور کو دیکھتا ہے اور باقی دو آنکھوں سے جو کہ اس کی باطنی آنکھیں ہیں اپنی آخرت کے امور کو دیکھتا ہے جب خدا کسی بندہ کی خیرخواہی چاہتا ہے تو اس کے لئے اس کے دل کی دونوں آنکھیں کھول دیتا ہے، تاکہ وہ ان آنکھوں کے ذریعہ غیب وامر آخرت کو دیکھ سکے اور اگر اس کے متعلق خدا کا کوئی اور ارادہ ہو تو اس کے دل کو اسی حالت پر رہنے دیتا ہے کہ جس

میں وہ ہے۔

نویں روایت:

فرمایا بہترین چابیاں مطالب و امور کی صدق و سچائی ہیں اور بہترین خاتمہ امور وفا ہے، فقیر کہتا ہے کہ یہ فرمائش امیر المومنینؑ کے ارشاد کے قریب قریب ہے کہ وفا سچائی کی بہن ہے اور اس سے زیادہ بچانے والی ڈھال مجھے معلوم نہیں۔

دسویں روایت:

امام زین العابدینؑ نے فرمایا بے چارے فرزند آدم کے لئے ہر روز تین مصائب ہیں کہ جن میں سے کسی سے وہ عبرت حاصل نہیں کرتا اگر ان سے عبرت حاصل کرے تو اس کے لئے دنیا کا معاملہ سہل و آسان ہو جائے، پہلی مصیبت ہر روز اس کی زندگی کا ایک دن کم ہو جاتی ہے اگر اس کے مال میں کمی آجائے تو وہ مغموم و محزون ہوتا ہے، حالانکہ گئے ہوئے درہم کی جگہ دوسرا درہم آجاتا ہے لیکن زندگی کو کوئی چیز نہیں پلٹا سکتی، دوسری مصیبت اس کی روزی کا پورا ہونا ہے پس اگر وہ حلال سے ہوئی تو اس کا حساب لیں گے اور حرام سے ہوئی تو اس کو عتاب کریں گے، تیسری مصیبت اس سے بڑی ہے پوچھا گیا وہ کون سی فرمایا کسی دن کی شام نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ آخرت کی ایک منزل کے قریب ہو جاتا ہے، حالانکہ اسے یہ معلوم نہیں کہ وہ جنت میں وارد ہوگا یا جہنم میں، مولف کہتا ہے کہ آپ کے کلام سے ابوبکر بن عیاش نے اپنی یہ بات اخذ کی ہے کہ بیچارے محب دنیا کا ایک درہم گر پڑتا ہے تو وہ سارا دن "انا للہ وانا الیہ راجعون" اسی میں گزار دیتا ہے اور اس کی عمر اور دین میں کمی واقع ہوتی ہے تو وہ محزون و مغموم نہیں ہوتا پس مناسب ہے کہ انسان اپنی عمر کے معاملے میں بخیل ہو اور اپنی تلف شدہ عمر پر افسوس کرے اور حضرت امیر المومنینؑ کی فرمائش ہے کہ مرد کی شرافت و کرم میں سے یہ بات ہے کہ وہ اپنے گزرے ہوئے زمانہ پر گریہ کرے اور اپنے وطن اور رہائش گاہوں کا مشتاق ہو اور قدیمی بھائیوں کی نگہبانی کرے اور روئے نیاز خدائے بے نیاز کی طرف کرے اور گزشتہ چیزوں کا تدراک کرے اور اپنی کوتاہیوں سے طلب عفو کرے۔

گیارہویں روایت:

آپ نے فرمایا انسان کی سعادت میں سے ہے کہ اس کی تجارت گاہ اس کے اپنے شہر میں ہو اور اس سے میل جول رکھنے والے نیک لوگ ہوں اور اس کی اولاد و فرزند ہوں کہ جن سے وہ اعانت حاصل کرے، مولف کہتا ہے کہ بہت سے کلمات امام زین العابدینؑ سے پند و نصیحت زہد و موعظہ کے سلسلہ میں نقل ہوئے ہیں اور واضح ہے کہ آپ کے کلمات شریفہ میں بہت عظیم آثار ہیں خصوصاً وہ ندبے جو آپ سے نقل ہوئے ہیں، ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن الحسینؑ سے زیادہ پرہیزگار کوئی شخص نہیں سنا مگر یہ کہ مجھے امیر المومنینؑ کے متعلق بتایا گیا ہے اور علی بن الحسینؑ اس طرح تھے کہ جب آپ زہد

ووعظ کے متعلق گفتگو کرتے تو اس شخص کو رلا دیتے جو آپ کے دربار میں حاضر ہوتا چونکہ یہ کتاب شریف ان کلمات عالیہ اور جواہر عالیہ کے ذکر کی گنجائش نہیں رکھتی، میں ان مذبوں کے چند جملوں سے برکت حاصل کرتے ہوئے ان پر اکتفا کرتا ہوں۔

آپ نے اس ندبہ میں فرمایا

جو زہری سے مروی ہے

یانفس حتام الی الحیوۃ سکونك والی الدنیا وعما رتها رکونك اما اعتبرت بمن مضیٰ می اسلانك ومن ارته الارض من الافك ومن فجعت به من اخوانك ونقلت الی دار البلیٰ من اقرانك فهم فی بطون الارض بعد ظهورها محا سنها فیها بوال دواثر خلت دورهم منهم واقوت عراصهم وساقتهم نحو المنایا المقادر وخلوا عن الدنیا وما جمعوا لها وصمتهم تحت التراب الحفائر۔

آپ کے ارشادات کا ماحصل یہ ہے اے نفس کب تک تو زندگانی دنیا سے اپنا دل باندھے رکھے گا ،اس جہاں اور اس کی تعمیر کرنے کی طرف مائل رہے گا، گویا تو اپنے گزرے ہوئے آباؤ اجداد سے عبرت حاصل نہیں کرتا اور جن تیرے دوستوں کو زمین نے چھپا دیا ہے اور جن کی مصیبت تجھے معلوم ہے تیرے بھائیوں میں سے اور جن ہمسنوں کو تو نے قبر میں داخل کیا ہے وہ شکم زمین میں چلے گئے ہیں، اس سے قبل وہ زمین کے اوپر تھے ان کے محاسن ان میں بوسیدہ اور پرانے ہو گئے ہیں ان سے ان کے گھر اور صحن خالی ہو گئے ہیں، اور تقدیرات الٰہی انہیں موت کی طرف لے گئی ہیں، وہ دنیا سے چلے گئے اور وہ چیزیں یہیں چھوڑ گئے جو انہوں نے جمع کی تھیں، اور وہ قبر کی مٹی کے نیچے چھپ گئے ہیں۔

کم اخترمت ایدی المنون من قرون بعد قرون کم غیرت الارض

ببلاها وغیتبت فی ثراها ممن عاشرت من صنوف الناس وشیعتهم الی الارماس وانت علی الدنیا مکب منانس لخطابها فیها حریص مکاثر علی خطر تمسی وتصبح لا حیاء اتدری بما ذالو عقلت مخاطروان امرا یسعی لدنیاه جاهدا ویذهل عن اخراه لا شك خاسر۔

یعنی کتنے ہی موت کے دست و پنجہ نے گذشتہ زمانہ کے قرنا بعد قرن اشخاص کو چیر پھاڑ کر ہلاک کر دیا ہے اور کتنے ہی اشخاص کو زمین نے پرانا کر کے متغیر کر دیا ہے اور انہیں مٹی میں چھپا لیا ہے کہ جن کے ساتھ مختلف اصناف کے لوگوں میں سے تو معاشرت رکھتا ہے اور ان کی تو نے قبرت تشیع کی ہے باوجودیکہ تو نے انہیں مصیبت کے پنجہ اور قبر کی مٹی میں جاتے ہوئے دیکھا ہے پھر بھی تو نے دنیا سے نصیحت حاصل نہیں کی، اور تو نے عبرت کی آنکھوں سے نہیں دیکھا اسی طرح تو دنیا اور کار دنیا کی طرف راغب اور مائل ہے اور اس قبیح منظر دلہن کا حریص ہے کہ جس نے ہزار ہا شوہر کئے ہیں جنہیں ہر گوشہ وکنار میں خاک وخون میں ناشاد کر رکھا ہے، اور کثرت مال پر فخر کرتا ہے حالانکہ ہزار ہا مصیبتوں کا نشانہ اور مقام خطر میں ہے، لہو ولعب غفلت وغرور میں رات دن گذارتا ہے، تجھے پتہ بھی ہے اگر تو فکر کرے کہ کن خطروں سے تو دوچار ہے اور یاد رکھو جو شخص دنیا کے پیچھے سعی وکوشش کرے اور جد وجہد میں مشغول رہے اور ہمیشگی کے گھر کی تلافی وتدراک سے غافل ہو بلاشک وشبہ وہ بہت زیان وخسارہ میں ہے۔

انظری الی الامم الماضیة والقرون الفانیه والملوك العاتیة کیف استفتهم الایام فا فنا هم الحمام فا متحت من الدنیا اثارهم و بقیت فیها اثارهم واضحوار میانی التراب واتفرت مجالس منهم عطلت ومقاصر و حلوابدار لا تزاوربینهم والی لسکان القبر اشواور فما ان تری الا جثی قدثروابها مسنمة تسفی علیها الاعامر۔

پورے فکر وعقل سے گزشتہ امتوں فنا ہونے والے قرنوں، اور سرکش سلاطین کی طرف نظر کرو کس طرح حوادث زمانہ نے ان کے وجود کی بیخ کنی کی ہے اور موت نے انہیں فنا کر دیا، پس دنیا سے ان

کے آثار محو و نابود ہو چکے ہیں، اور سوائے ان کی خبر کے کوئی چیز ان کی باقی نہیں رہی، اور وہ سب کے سب زیر زمین بوسیدہ ہڈیاں ہو گئے ہیں، مجلسیں ان سے خالی پڑی ہیں اور ان کے قصور و محلات ویران پڑے ہیں وہ سب سامان سفر باندھ کر ایسے گھر میں وارد ہوئے ہیں کہ جہاں کسی طرح بھی ایک دوسرے کی زیارت نہیں کر سکتے، اور قبروں میں رہنے والے ایک دوسرے کی زیارت وملاقات کس طرح کر سکتے ہیں کیا تم دیکھتے نہیں کہ ان کی قبروں کے اوپر پتھر کہاں کی طرح پڑے ہوئے ہیں، جن میں وہ سکونت پذیر ہیں کہ جن پر آندھیاں خاک وغبار ڈالتی ہیں۔

من ذی عزوسلطان و جنود و اعوان تمکن من دنیاه ونال منها مناه بنی الحصون والدساکر و جمع الاغلاق والذخائر مما مرفت کف المنیة اذاتت مبادرة تهوی الیه الذخائر ولا دفعت عنه الحصون التی بنی و حف بها انهادها والدساکر ولا قارعیت عنه المنیة خیله ولا طمعت فی الذب عنه العساکر۔

کتنے صاحبان عزت وسلطنت وصاحبان لشکر واعوان کو تو نے دیکھا ہے، جنہوں نے حصن حصین قصرہائے استوار اور سرائیں پائدار بنائیں اور نفیس اموال اور زیادہ ذخائر واموال اور قصور عالیہ آثار موت کے لشکر کا مقابلہ نہ کر سکے ان محلات ولشکروں سے موت کو نہ روک سکے بے شمار لشکر اور غیر محدود ذخائر سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا، کینہ ور مردان اور سرکش گردان شاطر اجل اور قاصد موت کو جواب نہ دے سکے۔

فالبدار البدار والحذار الحذار من الدنیا و مکائدها وما نصبت لك من مصائدها، تجلی لك من زینتها واستشرف لك من فتنتها فی دون ما عافیت فجعا تها الی رفضها داع وباالذهد آمر فجد ولا تفضل فعیشك زائل وانت الی دار المنتة صائر فلا تطلب الدنیا فان طلا بها وان نلت منها عنها لك ضاء۔

پس جلدی کر دنیا اور اس کی نیرنگیوں سے بچ جا اور وہ جال جو تجھے دھوکہ دینے کے لئے اس نے

بچھائے ہیں اور وہ آرائش جو اپنے آپ کو زینت دینے کے لئے اور وہ نمائش جو مفتون کرنے کے لئے اس نے کی ہے پس ان فجائع اور مصائب دنیا میں سے تھوڑے سے بھی تیرے لئے کافی ہیں جو تو نے ترک دنیا کی طرف بلانے اور زہد و دنیا کا حکم دینے کے لئے کئے ہیں، پس کوشش کر اور غافل نہ رہ کیونکہ تیری زندگی زائل ہونے والی اور تو موت کے گھر میں جانے والا ہے، اور دنیا کی تلاش میں نہ رہ اور یہ رنج و تکلیف اپنے او پر نہ رکھ اگر تھوڑا سا مقصود تو حاصل کر بھی لے تو بھی آخر میں اس کو ضرور دیکھے گا۔

کم غرت من مخلد الیھاد صرعت من مکب علیھا فلم تنعشه من صرعته ولم تقله من عثرته ولم تداوه من سقمه ولم تشفه من المد بلی اوردته بعد عزومنعة موارد سوء مالھن مصادو فلمارای ان لا نجاة وانه ھوالموت لا یخبیه سنه المواز تندم لو یغنیه طول ندامة علیه وابکتد الذنوب الکبائر۔

کتنے اشخاص ہیں جو اس سرائے سراسر آفت سے میل و رغبت کی وجہ سے مغرور و فریفتہ ہو گئے ہیں اور کتنے لوگ جو اس پر منہ کے بل گرے ہوئے تھے جنہیں اس نے بچھاڑ دیا ہے، اور پھر وہ اٹھ نہیں سکے اور اس پھسلنے سے سیدھے کھڑے نہیں ہو سکے، جنہیں اس بیماری کی دوا میسر نہیں ہوئی اور وہ اس درد و تکلیف سے شفایاب نہیں ہوئے بلکہ یہ دنیا غدار درد پہنچانے والی مکر و خدیعہ کے راستہ سے آئی اور انہیں عزیز ہونے کے بعد اور زیادہ قوم و قبیلہ جو کہ طاقت ور تھے ان کے ہوتے ہوئے بری جگہوں اور ناخوش گوار گھاٹ پر لے آئی جب کہ واپس لوٹنے کا کوئی راستہ ان کے لئے باقی نہ رہا اور جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے لئے نجات کا کوئی راستہ نہیں اور موت ان پر وارد ہوئی اور کسی معاون و مددگار کے ذریعہ نجات حاصل نہ ہو سکی، وہ غم و اندوہ و حسرت کی گہرائی میں جا گرے، لیکن کیا فائدہ جب کہ اس طویل حسرت و ندامت سے فائدہ انہیں نہ مل سکا علاوہ اس سے کہ بڑے گناہوں کی وجہ سے وہ گریہ وزاری کرنے لگے کہ جس سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔

بکی علی ما سلف من خطایاہ وتحسر علی ماخلف من دنیاہ حیث لا

ينفعه الا ستعبار ولا يغنيه الا عتذار من هول المنية ونزول البلية احاطت به انا ته وهمومه وانبس الماء اعجزته المعاذر فليس له من كربة الموت نارج وليس له مما يحاذر ناصر وقد جشات خوف المنية نفسه تزدوها دون اللهات الحناجر۔

پس وہ روتا ہے ان گناہوں پر جو اس سے سرزد ہوئے اور حسرت واندوہ کا اظہار کرتا ہے اس چیز پر جو وہ دنیا میں چھوڑے جا تا ہے، جب کہ گریہ کرنا اور رونا اس کے لئے سودمند نہیں اور موت کی ہولنا کی اور مصیبت کے نزول سے معذرت کرنا اسے نجات نہیں دے سکتا، آفات وہموم وغموم نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے اور وہ اس وقت حیران و پریشان ہو گیا جب کہ کوئی معذرت اس کے کام نہ آسکی اور اس کے لئے موت کی مصیبت واندوہ سے کوئی چیز چھٹکارا دینے والی نہیں اور جس چیز کا اسے ڈر ہے اس میں کوئی اس کا مددگار نہیں اور موت کے خوف اور اس کی وحشت وہیبت سے اس کا نفس مضطرب اور اس کی جان خوف وفزع کی وجہ سے حلق سے تالو اور تالو سے حلقوم تک آجاتی ہے۔

هنالك خف عنه عواده واسلمه اهله واولاده وارتفعت الرفته والعويل ويئسوا من برء العيليل غضوا بأيديهم عينيه ومدوا عند خروج نفسه رجليه فكم مرجع يبكي عليه تفجعا ومستنجد صبرا وما هو صابر و مسترجع داع له الله مخلص يعددمنه خير ما هوا ذا كر و كم شامت مستبشر بوناته وعما قليل كاالذى صار صائر۔

اس وقت یعنی جب آثار موت نمودار ہوئے اور موت کا پیغام رساں ظاہر ہوا تو جولوگ مہر ومحبت وشفقت کی وجہ سے اس کی عیادت کو آتے تھے وہ اسے تنہا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، اور اس کے اہل وعیال و اولاد جو ہمیشہ اس کے ہمسر و ہمراز اور اس کے مصاحب تھے کہ اگر اس کے پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا تو گویا ان کے جگر میں کانٹا لگا ہے اور اگر اس کے سر میں درد ہو جاتا تو ان کے دل میں سوئیاں چبھیں، جب انہوں نے اس کی سکرات الموت دیکھی تو اسے موت کے سپرد

کر دیا، پس ان کے نالہ وگریہ زاری کی آواز بلند ہوئی اور بیمار کے اچھے ہونے سے مایوس ہو گئے اور اس کی آنکھیں کہ جس کے دیکھنے سے وہ خوش ہوتے تھے اپنے ہاتھ سے بند کیں، اور اس کے دونوں پاؤں کہ جنہیں عزیز سمجھتے تھے انہیں قبلہ کی طرف دراز کر دیا پس کتنے اشخاص ہیں جو اس کے درودداغ سے روتے ہیں اور بہت سے صبر کا مطالبہ کرنے والے جو خود صبر نہیں کر سکیں گے، اور ان کے صبر کا کاسہ لبریز ہو جاتا ہے اور کتنے اشخاص ایسے ہیں جو کلمہ انا اللہ کہتے ہیں اور خلوص نیت ومہر ومحبت کی بناء پر خدا سے رحم کی دعا مانگتے ہیں اور اس کی نیکیوں کو یاد کرتے ہیں اس کے لئے دعائے خیر اور طلب مغفرت کرتے ہیں، اور کتنے لوگ ہیں جو اس کی موت پر خوش ہیں حالانکہ وہ بھی اس کے پیچھے جانے والے ہیں۔

شق جیو بہا نسائه ولطم خدودها اماوه واعول لفقده جیرانه و توجع لزرئه اخوانه ثم اقبلو علی جهازه وتشمرو الابرازه نظل احب القوم كان لقربه يحث علی تجعصيزه ديبادرو شحر من قد احضروه لغسله و وجه لما فاظ للقبر حاضرو كفن فی ثوبين فاجتمعت له معيشة اخوانه والشعائر۔

اس کی عورتیں اس کی مصیبت میں گریبان چاک کرتی ہیں اور اس کی کنیزیں اپنے رخساروں پر طمانچے لگاتی ہیں اس کے ہمسائے اس کے ناپید ہونے پر نالہ وفریاد کی آواز بلند کرتے ہیں اور اس کے بھائی اس کی مصیبت کی وجہ سے درودوالم واندوہ وغم میں ہیں، پس اس وقت وہ اس کی تجہیز وتکفین کے لئے مہیا اور اسے باہر لانے غسل دینے اور لے جانے کے لئے تیار ہیں پس جو شخص اس کا زیادہ نزدیکی تھا وہ اس کی تجہیز میں جلدی کرتا ہے اور عجلت کرتا ہے، اسے قبر میں پہنچانے کی طرف اور تیار ہو گئے وہ لوگ جو اس کے پاس موجود ہیں اس کو غسل دینے کے لئے اور قبر کھودنے والا اس کی قبر کھودنے کے لئے بھیجا گیا، اور دو کپڑوں میں اسے کفن دیا گیا پس اس کے قبیلہ والے اور بھائی جمع ہو گئے اس کے تشبیع جنازہ کے لئے:

فلو رايت الاصغر من اولاده و قد غلب الحزن علی فواده فغشی من

الجزع علیه وقد خفبت الدموع خدیه ثم افاق رهو یندب اباه ویقول بشجر واویلده الابصوت من قبح المنیة منظرا یهال لمراه یهال لمراه ویرفاع ناظرا کابر اولاد یهیج اکتیابهم اذا ما تنا ساه العبون الا صاغر دانه نسوان علیه جوازع مدامعها فوق الخدود غزائر۔

پس اگر تو اس کے سب سے چھوٹے بیٹے کو دیکھے کہ حزن و ملال اس کے دل پر چھایا ہوا ہے اور اپنے باپ پر زیادہ جزع وفزع نالہ وزاری کی وجہ سے اس پر غشی طاری ہوگئی ہے اور اشک خونین وخراش چہرہ کی وجہ سے اس کے رخسار رنگین ہوگئے ہیں، البتہ تو موت کے برے منظر کی وجہ سے دیکھے گا کہ جس کے دیکھنے سے دیکھنے والا ہولناکی اور مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اس کے بڑے بیٹے کو بعد اس کے کہ اس کے چھوٹے بیٹے اسے فراموش کر چکے ہوتے ہیں کہ وہ اس پر ندبہ وزاری سے دن گزارتے ہیں اور اس کی عورتیں اس پر گریہ زاری کرتی ہیں اور بہت زیادہ آنسو ان کے چہرہ ورخسار پر جاری ہوتے ہیں۔

ثم اخرج من سعة قصره ضیق قبره فحشوا بأیدیهم التراب واکثر والتلددوالانتخاب ووقفوا ساعة علیه وقد یسئوا من النظر الیه فولو ا علیه معولین وکلهم لمثل الذی لاتی اخوه محاذر کشاء و تاع امنات بعد الها بمدبة باد للذرا عین حاسر نراغت ولم ترقع قلیلا واجفلت فلما انحتی منها الذی هو حاذر۔

جب اس کو غسل وکفن دے لیتے ہیں تو اس کو اس وسیع قصر ومحل سے کہ جس کے بنانے میں اس نے بڑی مشقت و تکلیف برداشت کی تھی نکال کر تنگ قبر کی طرف لے جاتے ہیں اور جس رخسار پر غبار نہیں بیٹھ سکتا تھا اس پر خاک ڈالتے ہیں اور حسرت وحیرت سے اس پر سر وسینہ پیٹتے اور گریہ زاری کرتے ہیں اور ایک لحظہ اس پر کھڑے ہو کر اس کی طرف مایوسانہ نظر ڈالتے ہیں، پس سب اس پر نالہ وگریہ کرتے واپس پلٹ جاتے ہیں جب کہ سب اس چیز سے ڈر رہے ہوتے ہیں، جو ان کے بھائی پر وارد ہوئی ہے حالانکہ وہ اس سے متنبہ و بیدار نہیں ہوتے اور دوبارہ اپنے آسائش وآرام کی طرف غفلت و جہالت سے واپس

لوٹتے ہیں اور گزشتہ بات کو فراموش کر دیتے ہیں، مثل ان گوسفندوں کے جو آسودگی اور مامونیت کے ساتھ اپنے چراگاہ کی طرف جاتے ہیں کہ اچانک تیز چھرا قصاب کے ہاتھ میں دیکھتے ہیں جس نے کہنی تک اپنی آستین الٹی ہوئی ہے پس گوسفند ڈر جاتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے چرنے سے رک جاتے اور بھاگتے ہیں لیکن جب وہ چلا جاتا ہے کہ جس سے وہ ڈرتے ہیں۔

دھا ھا افبافعال البھائم اقتدینا وعلی عادتھا جرینا عدالی ذکر المنقول الی الثری والمدفوع الی ھول ماتریٰ ھو مصرعا فی لحدہ و توزعت مراریثه ارحامه والاد اصروانحو علی امواله بخصومة فما جامد منهم علیها ماتریٰ ھو مصرعا فی الحدہ وتو زعت مراریثه ارحامه ولاواصروانحو علی امواله بخصومته جما جامد منهم علیها و شاکر فیا عامر الدنیا ویا سا عیا لھا ویا امنا من ان تدور الدوائر کیف امنت ھذہ الحالة وانت صائر الیھا لا محالة۔

تو وہ اپنی چراگاہ کو پلٹ جاتے ہیں اور جو کچھ ان کی بہن پروردہوا ہے یعنی وہ گوسفند جو قصاب کے ہاتھ میں دیکھتے ہیں اسے بھول جاتے ہیں کیا ہم افعال بھائم اور چوپاؤں کی رفتار کی اقتدا کریں اور ان کی عادات کو اپنالیں، پلٹ آؤ اس مردہ کے ذکر کی طرف کہ جس کو قبر میں داخل کرتے ہیں اور اس ہول وخوف کے سپرد کرتے ہیں کہ جسے تم دیکھ رہے ہو، پس وہ اپنی لحد میں داخل ہوا اور مٹی کے نیچے جاگزیں ہو گیا اور اس کی میراث اس کے عزیزوں اور رشتہ داروں نے تقسیم کر لی اور وہ اس کے ترکہ کی تقسیم میں جلدی کرتے اور جھگڑتے ہیں اور یہ مال جو اس بے چارہ مردہ کی طرف سے انہیں ملا ہے کوئی اس کی تعریف اور اس کا شکریہ ادا نہیں کرتا، پس اے دنیا کو آباد کرنے والے اور اس کی تحصیل میں کوشش کرنے والے اور اس سے امن میں رہنے والے کہ کس طرح تو مامون ہے اس حالت سے جب کہ یقیناً تو اس کی طرف جانے والا ہے، ایک دوسرے مذبہ میں فرماتے ہیں۔

این السلف الماضون والا ھلون والا قربون والا ولون والاخرون والا بنیاء والمرسلون طحنتھم واللہ المنون وتوالت علیھم السنرن وفقد تضھم العیون وانا الیھم صائرون نانا للہ وانا الیه راجعون اذا کان

هذا نحج من كان قبلنا فا نا على اثارهم نتلاحق نحن عالما ان سوف تدرك مامضى ولو عصمتك الر اسيات الشواهق فما هذه دارا لا تامة ناعلمن ولو عمر الانسان ماذر شارق۔

کہاں ہیں پہلے گذرے ہوئے لوگ رشتہ دار پہلے اور بعد کے انبیاء ومرسلین خدا کی قسم موت کی چکی ان پر گردش کر چکی ہے اور انہیں پیش چکی ہے ان پر دنیا کے کئی سال گذر چکے ہیں، اور وہ آنکھوں سے پوشیدہ ہو چکے ہیں اور ہم بھی ان کی طرف جانے والے ہیں اور ان کے ساتھ ملحق ہونے والے ہیں، ہم خدا کی بندگی کے کمند میں بند ہیں اور ہم اس کی پاداشت اور جزا کی طرف جانے والے ہیں، جب کہ گزرے ہوئے لوگوں کا راستہ یہی تھا ہم بھی ان کے آثار پر چلیں گے اور یہ بات جان لو کہ اگر بلند وبالاسخت پہاڑوں کی چوٹی میں جا کر پناہ لوتب بھی گزرے ہوئے لوگوں کے ساتھ جا کر ملحق ہوگے، یہ جان لو کہ یہ گھر قیام گاہ نہیں ہے اگر چہ انسان اس دنیا میں اتنی زندگی بسر کرے جب تک سورج چمکتا رہے کہ رادانی ازخسروان عجم کے عہدفریدون ومحاک وجم، کہ برتخت وملکش نیامد زوال، نماندمگر ایزد تعال، کراجاودان ماندن امید ہست، کہ کس راندانی کہ جاوید ہست۔

اين من شق الانهار و غرش الاشجار وعمر الديار الم تمح منهم الاثار و تحل بهم دارالبور فاخش الجرار فلد اليوم بالقوم اعتبارنا نما الدنيا متاع الاخرة دارالقران تخرمهم ريب المنون فلم تكن لتنفعهم جنابهم والحدائق ولا حملتهم حين ولوا حمعهم نجابئهم والصافنات السوابق و راحوا عن الاموال صفرا و خلفوا ذخائر هم بالرغم منهم وفارقوا۔

کہاں ہیں وہ جنہوں نے نہریں کھودیں پانی جاری کئے اور درخت لگائے اور گھر آباد کئے کیا ان کے آثار مٹ نہیں گئے یعنی وہ گھر مزار وہ یار مار وہ اقارب عقارب (بچھو) وہ مناظر مخاطر (خطرہ کی جگہیں) وہ قصور قبور وہ بوستان گورستان نہیں ہو گئے، اور زمانہ نے انہیں

ہلاکت کے گھر کے سپرد کر دیا ہے، پس اس ہمسائیگی سے ڈرو اور تمہیں ان لوگوں سے عبرت حاصل کرنے چاہیے کیونکہ دنیا کے لئے قرار و بقاء نہیں اور باقی و برقرار رہنے والا گھر آخرت ہی ہے، حوادث زمانہ نے ان لوگوں کو وادی ہلاکت میں ڈال دیا، انہیں ان کے باغ و بوستان نفع نہ دے سکے اور جب وہ دوسرے گھر کی طرف پلٹے عمدہ ناقے اور بہترین تیز رفتار گھوڑے ان کے کام نہ آئے اور وہ اپنے مال و دولت چھوڑ کر خالی ہاتھ چلے گئے اور وہ ذخائر جنہیں جمع کر رکھا تھا نہ چاہنے کے باوجود انہیں چھوڑ کر چلے گئے اور ان سے الگ ہو گئے۔

این من بنی القصور الدسا کروهزم الجیوش والعساکر وجمع الاموال والذخائرا وحاز الاثام والجرائر این الملوك والفراعنه والا کاسرة والسیاسنة این العمال والدها قنة این دووالنوا حئی والرساتیق والاعلام والمنا جیق والعهود والمواثیق کان لم یکونوا اهل عز ومنعة ولا رفعت اعلامهم والمناجق ولا سکنوا تلك القصور التی بنوا ولا اخذت منهم بعهد مواثق وصاروا قبورا ادارسات واصبحت منازلهم تسقی علیها الخوافق۔

کہاں ہیں وہ جنہوں نے قصور و محلات بنائے اور جیوش و لشکروں کو شکست دی اور مال ذخیرے جمع کئے اور گناہ و جرائم کے مرتکب ہوئے کہاں ہیں دنیا کے بادشاہ دنیا کے مالک اور صاحبان اعلام و منافیق وعہود و مواثیق گویا کبھی وہ صاحب عزت و سلطنت نہیں تھے اور کسی میدان جنگ میں ان کے علم کے پھریرے نہیں لہرائے تھے اور منجنیق سے پتھر نہیں پھینکے تھے اور ان محلات میں گویا کبھی نہیں رہے تھے، کہ جن میں غرور و سرور سے رہتے تھے اور عہد و پیمان پر انہیں اطمینان حاصل نہیں ہے، وہ سب پرانی قبروں میں جا کر ٹھہرے ہیں اور قبر کی خاک بن چکے ہیں اور ان کے گھروں میں آندھیاں خاک اڑا رہی ہیں (مولف نے اس کے بعد کچھ فارسی عربی کے اشعار لکھے ہیں ہم انہیں چھوڑ رہے ہیں) ایک اور ندبہ ذکر کر کے پھر کچھ فارسی کے اشعار لکھے ہیں طوالت کے خوف سے انہیں بھی چھوڑ رہے ہیں۔(مترجم)

پانچویں فصل امام زین العابدینؑ کے بعض معجزات

مخفی نہ رہے کہ کوئی معجزہ اور کرامت حضرت کے آداب اخلاق کریمہ کلمات ومواعظ بلیغہ صحائف اور ادعیہ شریفہ سے بالاتر نہیں اور مناسب ہے کہ اس مقام پر فصول گذشتہ میں جو کچھ مختصراً ذکر کر چکے ہیں، اسی پر اکتفاء کریں لیکن ضروری ہے کہ تبرک وتیمن کے طور پر یہاں بھی چند روایات بیان کریں۔

پہلی روایت: حجر اسود کا آپ کی امامت کی گواہی دینا۔

شیخ کلینی اور دوسرے علماء نے امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جب امام حسینؑ درجہ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے تو محمد بن حنفیہ نے امام زین العابدین کی خدمت میں پیغام بھیجا اور حضرت سے خلوت میں باتیں کیں اور کہا اے میرے بھتیجے آپ کو معلوم ہے کہ رسول خداؐ نے اپنے بعد وصایت وامامت امیر المومنینؑ کے اور ان کے بعد امام حسنؑ کے اور ان کے بعد امام حسینؑ کے سپرد کی، اب جب کہ آپ کے والد (خدا کی رضوان ورحمت ان پر ہو) شہید ہوئے تو وصیت نہیں چھوڑ گئے، اب میں آپ کا چچا آپ کے والد کا بھائی اور علیؑ کا بیٹا ہوں اور سن میں آپ سے بڑا ہوں، ان سن وسال کی وجہ سے جو مجھ میں ہے اور اس جوانی اور خوردسالی کی بناء پر جو آپ میں ہے میں اس امر امامت کا زیادہ لائق اور مستحق ہوں، مقصد یہ ہے کہ آپ مجھ سے وصایت وامامت میں جھگڑا نہ کریں، آپ نے فرمایا چچا خدا سے ڈرو اور جس چیز کے لائق نہیں ہو اس کے درپے نہ ہو میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ کہیں آپ کا شمار جاہلوں میں نہ ہو جائے، اے چچا میرے والد صلوات اللہ علیہ نے عراق جانے سے پہلے مجھے وصی قرار دیا اور اپنی شہادت سے ایک گھنٹہ پہلے امر امامت ووصایت میں مجھ سے عہد وپیمان استوار کیا اور یہ رسول خدا کا اسلحہ (سامان جنگ) میرے پاس ہے پس اس معاملہ کے گرد چکر نہ لگاؤ، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ آپ کی زندگی کم نہ ہو جائے اور آپ کے حالات میں آشوب واختلال ونقص واقع نہ ہو، خداوند عالم اس سے انکار وامتناع رکھتا ہے کہ امامت ووصایت نسل حسینؑ کے علاوہ کہیں مقرر فرمائے اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں آپ کو پورا یقین پیدا ہو تو حجر اسود کے پاس چلتے ہیں اور اس کا فیصلہ اس سے چاہتے ہیں اور اس معاملہ کی حقیقت کا اس سے سوال کرتے ہیں، حضرت امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو ان کے درمیان اس وقت ہوئی جب کہ دونوں حضرات مکہ میں تھے پس حجر اسود کی طرف روانہ ہو گئے حضرت علی بن الحسینؑ نے محمد کی طرف رخ کیا اور فرمایا آپ ابتدا کیجئے اور بارگاہ خداوندی میں تضرع وزاری کریں تاکہ وہ آپ کے لئے حجر اسود میں قوت گویائی پیدا کرے اور پھر آپ اس سے سوال کریں، پس محمد نے روئے سوال درگاہ خالق متعال کی طرف کیا اور خدا سے دعا کی پھر حجر اسود کو پکارا لیکن حجر اسود نے انہیں کوئی جواب نہ دیا، حضرت نے فرمایا اے چچا اگر آپ وصی وامام ہوتے تو حجر اسود آپ کو جواب دیتا، محمد نے کہا

اے بھتیجے اب آپ حجر اسود کو بلائیں اور اس سے سوال کریں، پس امام زین العابدینؑ نے جس طرح چاہا دعا کی پھر فرمایا میں تجھے اس خدا کی حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ جس نے تمام انبیاء و اوصیاء اور سب لوگوں سے لیا ہوا عہد و پیمان تجھ میں قرار دیا ہمیں بتا کہ حسینؑ بن علیؑ کے بعد وصی و امام کون ہے، حجر اسود میں اتنی جنبش و حرکت پیدا ہوئی کہ گمان ہوا کہ وہ اپنی جگہ سے اکھڑ جائے پھر اسے واضح عربی زبان میں قوت گویائی عطا کی اور اس نے علی بن الحسینؑ سے عرض کیا کہ وصایت و امامت حسینؑ بن علی فرزندان فاطمہ بنت رسول خداؐ کے بعد آپ کے ساتھ مخصوص ہے، پس بعض روایات کے مطابق محمد نے حضرت کے پاؤں کا بوسہ لیا اور عرض کیا کہ امامت آپ کے ساتھ ہی مخصوص ہے، مولف کہتا ہے حدیقۃ الشیعہ میں ہے کہ یہ واقعہ اس وجہ سے ہوا تا کہ کمزور اعتقاد لوگوں کے شکوک و اوہام کا ازالہ ہو جائے اور محمد بن حنفیہ قدس سرہ یہ چاہتے تھے کہ جو لوگ انہیں امام سمجھتے ہیں ان کے سامنے امام زین العابدینؑ کی حقیقت و منزلت ظاہر ہو جائے نہ یہ کہ انہوں نے امامت میں نزاع کیا تھا اور انہوں نے اپنے باپ اور بھائی سے نہیں سنا تھا یا سننے کے باوجود چشم پوشی کی تھی، کیونکہ ان کا مقام و مرتبہ اس سے بالاتر ہے کہ ان کے متعلق یہ گمان کیا جائے کیونکہ رسول خداؐ نے اپنے وصی کو یہ خبر دی ہے کہ میرے بعد بنی حنیفہ قبیلہ کی ایک لڑکی سے آپ کا ایک بیٹا ہوگا، اور میں اپنا نام اور کنیت اسے بخشتا ہوں اور اس کے علاوہ میرا نام و کنیت کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ میری کنیت و نام کو جمع کرے سوائے میری آل کے قائم علیہ السلام کے جو کہ میرا بارہواں خلیفہ ہے، جو دنیا کو عدل و انصاف سے پر کرے گا، بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوگی، لہذا حضرت امیر المومنینؑ نے ان کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھی اور محمد مذکور کا علم و ورع و زہد و تقویٰ میں نظیر و عدیل کوئی نہ تھا پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے امام زمانہ سے غافل ہوتے، اور ایسی چیز کا مطالبہ کرتے کہ جس کا وہ حق نہیں رکھتے تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حجر الاسود کے گواہی دینے کے باوجود بہت سے لوگ ان کی امامت کا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کے روکنے کے باوجود وہ لوگ اس اعتقاد سے باز نہ آئے اور اس فاسد عقیدہ پر برقرار رہے بلکہ مدتوں تک بے شمار لوگ دنیا میں تھے جو انہیں زندہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اب بھی ایک ایسا گروہ موجود ہے جو کہتے ہیں کہ محمد رضوئے پہاڑ کے غار میں (جو پہاڑ مدینہ کے نزدیک ہے) مشغول عبادت ہیں اور کہتے ہیں کہ وہی مہدی موعود ہیں، اور اس غار میں خداوند عالم نے پانی اور شہد ان کے لئے پیدا کر دیا ہے تا کہ وہ بھوک پیاسے نہ رہیں اور ان کے پیروکاروں میں سے ایک کا یہ شعر ہے ''وسبط لا یذوق الموت حتی یقود الخیل یقدمه اللواء یغیب فلا یری فیهم ذمانا برضوئ عند عسل وماء''یعنی رسول اکرمؐ کے نواسوں میں سے ایک وہ ہے کہ جس پر موت نہیں آئے گی اور وہ موت کا مزہ نہیں چکھے گا، جب تک وہ لشکر کشی نہ کرے اور اس کے آگے علم ہوں گے اور بعد اس کے کہ وہ ایک مدت تک لوگوں کی نظروں سے رضوی پہاڑ میں غائب رہے گا، کہ جہاں شہد اور پانی اس کے لئے خلق ہوا ہے اور وہ عبادت میں مشغول ہے اور اس شاعر نے نہ صرف یہ کہ ان کی امامت و مہدویت کے سلسلہ میں غلط بات کہی ہے بلکہ انہیں رسولؐ کے نواسوں میں شمار کر کے بھی غلطی کی ہے، مولف کہتا ہے کہ شیخ مفید نے یہ اشعار کثیر غرہ سے نقل کئے ہیں اور اس کے پہلے اشعار میں ''الا ان الائمة من قریش ولاة الحق ابعة سوار علی والثلاثة

من بنیه هم الاسباط لیس بهم خفاء فسبط سبط ایمان وبرو سبط غیبته کربلا وسبط لا یذوق الموت۔ الخ"

دوسری روایت:

زہری کی روایت ہے اور جو کچھ اس نے آپ کے دلائل اپنی آنکھوں سے دیکھے کتاب حدیقۃ الشیعہ میں ہے کہ علیؑ بن الحسینؑ کے معجزات میں سے ایک وہ ہے جو کشف الغمہ میں شہاب زہری سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے شام سے کچھ لوگ بھیجے کہ وہ حضرت کو مدینہ سے شام لے جائیں، اور وہ آپ کو طوق و زنجیر میں مقید کر کے مدینہ سے لے چلے اور آپ پر نگران مقرر کئے، میں نے نگرانوں سے التماس کیا کہ وہ مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دیں، جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو طوق زنجیر میں دیکھا تو میں رونے لگا اور میں نے کہا کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ یہ طوق و زنجیر میرے اوپر ہوتی اور آپ اس تکلیف میں نہ ہوتے آپ نے تبسم کیا، اور فرمایا اے زہری کیا تمہارا خیال ہے کہ مجھے ان زنجیروں سے کوئی تکلیف ہے ایسا نہیں ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ پاؤں ان سے باہر نکال لئے اور فرمایا کہ جب تمہیں کوئی ایسی چیز درپیش ہو، عذاب خدا کو دل میں لے آؤ اور اس سے ڈرو اور تم مطمئن رہو میں دو منزلوں سے زیادہ اس گروہ کے ساتھ نہیں رہوں گا، پس میں نے تیسرے دن دیکھا کہ موکل سراسیمگی کی حالت میں مدینہ واپس آئے اور آپ کو تلاش کر رہے تھے، لیکن انہیں آپ کا پتہ نشان نہیں مل رہا تھا اور کہنے لگے کہ ہم ان کے گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک وہاں طوق و زنجیر پڑے ہوئے دیکھے اور وہ موجود نہیں تھے پس میں شام گیا اور عبدالملک بن مروان سے ملاقات کی اس نے مجھ سے حالات پوچھے میں نے جو کچھ دیکھا تھا اس کے سامنے نقل کیا، کہنے لگا خدا کی قسم جس دن نگران انہیں تلاش کر رہے تھے وہ میرے گھر میں آئے اور مجھ سے مخاطب ہوئے کہ ما انا وانت یعنی مجھے تجھ سے تجھے مجھ سے کیا سروکار ہے، میں نے کہا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ آپ میرے پاس رہیں فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ تیرے پاس رہوں اور پھر میرے پاس سے چلے گئے، خدا کی قسم اتنی ہیبت ان کی مجھ پر طاری ہوئی کہ جب میں خلوت میں گیا تو دیکھا کہ میرے کپڑے پائخانہ سے نجس ہو چکے تھے، زہری کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ علی بن الحسین علیہ السلام اپنے خدا کے ساتھ مشغول رہتے ہیں ان کے متعلق کوئی برا گمان نہ کرو کہنے لگا خوشا حال اس کا جو اس کے شغل میں مشغول ہو۔

تیسری روایت: فقیر آدمی کا مروارید کے دو موتی آپ کی برکت سے مچھلی کے پیٹ سے حاصل کرنا۔

کتاب مذکور میں یہ بھی ستور ہے کہ زہری سے منقول ہے وہ کہتا ہے میں حضرت امام زین العابدینؑ کی خدمت میں

حاضر تھا، ایک شخص آپ کے شیعوں میں سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوااور اس نے اپنی عیالداری پریشانی اور چارسودرہم کا مقروض ہونا بیان کیا، امام نے گریہ کیا جب رونے کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس سے عظیم تر کون سی مصیبت ہے کہ انسان اپنے مومن بھائی کو پریشان اور مقروض دیکھے اور اس کا علاج نہ کرسکے، جب لوگ اس مجلس سے باہر نکلے تو منافقین میں سے ایک شخص کہنے لگا تعجب ہے کہ یہ حضرات ایک طرف تو کہتے ہیں کہ آسمان وزمین ہمارے مطیع وفرمانبردار ہیں، اور کبھی کہتے ہیں کہ ہم برادر مومن کے حالات کی اصلاح سے عاجز ہیں وہ مرد فقیر یہ باتیں سن کر آزردہ خاطر ہوکر حضرت کی خدمت میں گیا اورعرض کیا فرزندرسولؐ کسی شخص نے یہ کچھ کہا ہے اور یہ بات مجھ پر اتنی گراں ہے کہ جس سے میں اپنی سختیوں اور پریشانیوں کو بھول گیا ہوں، پس حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اب تمہیں فرج وکشائش بخشی ہے آپ نے اپنی کنیز کو آواز دی کہ جو کچھ تو نے میرے افطار کے لئے مہیا کیا ہے وہ لے آ، کنیز جو کی دوخشک روٹیاں لے آئی، حضرت نے فرمایا یہ روٹیاں لے لو کیونکہ ہمارے گھر میں ان کے علاوہ کچھ نہیں ہے، البتہ خداوند عالم ان کی برکت سے تمہیں بہت سا مال عطا فرمائے گا، پس وہ شخص دونوں روٹیاں لے کر بازار کی طرف روانہ ہوا، لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے، اس کا نفس اور شیطان اسے وسوسہ میں ڈالتے تھے کہ نہ بچوں کے دانت ان روٹیوں پر اثر کرسکتے ہیں اور نہ میرے اہل خانہ کا پیٹ ان سے سیر ہوسکتا ہے اور نہ کوئی قرض خواہ مجھ سے قیمتاً یہ لے گا پس وہ بازار میں پھر رہا تھا کہ اس کا گزر ایک مچھلی بیچنے والے کے قریب سے ہوا، کہ جس کے ہاتھ میں ایک مچھلی باقی رہ گئی تھی کہ جسے کوئی شخص کسی قیمت پر خریدنے کے لئے تیار نہیں تھا، اس مرد فقیر نے کہا ادھر آؤ، میرے پاس جو کی روٹی ہے جس کا میں اس مچھلی کے بدلے تمسے سودا کرتا ہوں، مچھلی فروش نے قبول کرلیا، مچھلی دے کروہ روٹی اس سے لے لی، مرد فقیر چند قدم چلا تھا کہ اس نے ایک سبزی فروش کو دیکھا کہ جس کے پاس تھوڑا سا خاک آلود نمک تھا کہ جسے کسی قیمت پر خریدنے کے لئے کوئی تیار نہ تھا، فقیر نے کہا کہ آؤ یہ نمک مجھے دے دو اور یہ روٹی لے لو، شاید میں اس نمک سے یہ مچھلی درست کروں، اس بقال نے وہ نمک دے کر روٹی لے لی، پس یہ شخص گھر میں آیا اور ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ مچھلی کو صاف کرے اس نے سنا کہ کوئی اس کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے، آکے دیکھا تو اس کے دونوں مشتری تھے جو روٹیاں واپس لے آئے تھے کہ ان پر ہمارے بچوں کے دانت اثر نہیں کرسکتے اور ہمیں نہیں معلوم تھا کہ تو پریشانی وبدحالی کی وجہ سے یہ روٹیاں بازار میں لایا تھا، یہ اپنی روٹیاں واپس لے لے ہم تجھ پر حلال قرار دیتے ہیں، اور وہ مچھلی اور نمک تجھے بخشتے ہیں وہ شخص انہیں دعا دے کر واپس گیا اور چونکہ اس کے بچے بھی ان روٹیوں کو نہیں چبا سکتے تھے، لہذا وہ مچھلی کی طرف آئے اور اس کے پکانے کی فکر کرنے لگے، جب اس مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اس میں سے مروارید کے دوموتی نکلے کہ جن سے بہتر کسی صدف ودریا میں نہیں تھے پس وہ خدا کی اس نعمت پر شکر کرنے لگے، اور وہ شخص اس فکر میں تھا کہ یہ کس کے پاس بیچے اور کیا کرے کہ امام زین العابدینؑ کا قاصد آیا اور اس نے پیغام دیا کہ حضرت فرمارہے ہیں خداوند عالم نے تجھے کشائش دی ہے اور تو نے پریشانی سے چھٹکارا پایا ہے، اب ہمارا کھانا ہمیں واپس کردے کہ جسے ہمارے علاوہ کوئی نہیں کھا سکتا، وہ دونوں روٹیاں خادم واپس لے

گیا، اور سید سجادؑ نے ان سے افطار کیا اور اس فقیر نے مروارید بیچ کر ان کی قیمت وصول کی اور اس کی حالت اچھی ہوگئی، اور وہ تونگر ہو گیا۔

جب منافقین اس چیز پر مطلع ہوئے تو کہنے لگے کتنا عظیم ہے ان کے حالات کا اختلاف پہلے تو اس فقیر کے حالات کی اصلاح کی قدرت نہیں رکھتے تھے، اور اب اسے تونگری عظیم دے دی ہے جب امامؑ نے ان کی باتیں سنیں تو فرمایا، کہ رسول اکرمؐ کے متعلق بھی اس قسم کی باتیں کرتے تھے کیا تم نے سنا نہیں کہ آنحضرت کی تکذیب کرتے تھے، جب آپ نے بیت المقدس کے حالات بیان کئے تھے کہ جو شخص مکہ سے مدینہ بارہ دن میں پہنچا وہ کس طرح ایک ہی رات بیت القدس میں جا کر واپس آ گیا وہ خدا اور اولیاء خدا کے کارناموں کو نہیں جانتے۔

چوتھی روایت: حبابہ والبیہ کا آپ کے معجزہ سے جوان ہونا۔

شیخ صدوق اور دوسرے علماء نے حبابہ والبیہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے حضرت امیر المومنینؑ کو شرطۃ الخمیس میں دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں تازیانہ تھا، کہ جس سے آپ جَری مار ماہی زمیر دالجرانی (جو کہ حرام مچھلیاں ہیں) کے بیچنے والوں کو مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے بنی اسرائیل کے مسخ شدہ کو بیچنے والے اور اے بنی مروان کے لشکریوں اس وقت فرات بن احنف کھڑا ہو گیا اور اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنینؑ بنی مروان کا لشکر کون لوگ ہیں فرمایا کہ وہ ایسا گروہ ہے جو ڈاڑھی منڈواتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں، حبابہ کہتی ہے کہ میں نے آپ سے بہتر گفتگو کرنے والا نہیں دیکھا، پس میں آپ کے پیچھے پیچھے چلی یہاں تک کہ آپ کھلی جگہ میں جا کر بیٹھ گئے تو اس وقت میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے امیر المومنینؑ امامت کی کیا دلیل ونشانی ہے، خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے یہ سنگریزہ میرے پاس لے آؤ آپ نے دست مبارک سے ایک سنگریزہ کی طرف اشارہ کیا میں وہ آپ کے پاس لے گئی آپ نے اپنی انگوٹھی سے اس پر نقش کیا اور اس وقت مجھ سے فرمایا اے حبابہ جو شخص مدعی امامت ہو اور اس میں یہ طاقت ہو کہ وہ سنگریزہ پر جس طرح تو نے دیکھا ہے نقش کر دے تو سمجھ لے کہ وہ امام واجب الطاعۃ ہے اور امامؑ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہ اس سے پوشیدہ نہیں رہتی، پس میں چلی گئی اور یہ دور گزر گیا، یہاں تک کہ حضرت امیر المومنینؑ کی دنیا سے رحلت ہوئی تو میں امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی آنجنابؑ امیر المومنینؑ کی جگہ پر تشریف لائے اور لوگ آپ سے سوالات کر رہے تھے، پس آپ نے مجھ سے فرمایا اے حبابہ والبیہ، میں نے کہا جی ہاں اے میرے مولا وآقا آپ نے فرمایا لے آؤ جو کچھ تمہارے پاس ہے میں نے وہ سنگریزہ حضرت کو دیا تو آن جناب نے بھی اس پر نقش کا جس طرح امیر المومنینؑ نے اس پر نقش کیا تھا اور امام حسنؑ کے بعد میں امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضرت مسجد رسولؐ میں تشریف فرما تھے آپ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور مجھے مرحبا کہا اور فرمایا ''ان فی الدلالۃ دلیلا علی ما تریدین''، یعنی جو دلالت تو نے میرے بھائی اور باپ سے دیکھی ہے اس میں

دلیل ہے میری امامت کے پہچاننے کی بھی کیا پھر بھی امات کی دلیل چاہتی ہے میں نے عرض کیا جی ہاں اے میرے سردار، فرمایا وہ سنگریزہ لے آ جو تیرے پاس ہے میں نے وہ سنگریزہ حضرت کو دیا حضرت نے اس پر مہر لگائی، چنانچہ اس پر نقش ثبت ہو گیا، حبابہ کہتی ہے کہ امام حسینؑ کے بعد میں حضرت علی بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی جب کہ بڑھاپے نے مجھ پر اثر کر رکھا تھا اور مجھے بڑھاپے نے تھکا دیا تھا اور بے چارہ کر دیا تھا اور میری عمر ایک سو تیرہ سال کو پہنچ گئی تھی، پس میں نے حضرت کو دیکھا کہ وہ پے در پے رکوع و سجود عبادت میں مشغول ہیں اور وہ ان سے فارغ نہیں ہوتے اس بناء پر میں دلالت و نشانی سے مایوس ہوگئی پس آپ نے میری طرف انگشت شہادت سے اشارہ کیا آپ کے معجزہ سے میری جوانی پلٹ آئی، پس میں نے عرض کیا کتنی مقدار مدت دنیا گزر چکی ہے اور کتنی باقی ہے فرمایا ''اما ما مضی فنعم و اما ما بقی فلا'' جو گزر چکی ہے وہ تو کہتا ہوں اور جو باقی رہتی ہے وہ نہیں اس وقت فرمایا جو کچھ تیرے پاس ہے وہ لے آ پس میں نے وہ سنگریزہ آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے اس پر نقش کیا ان کے بعد میں نے امام محمد باقرؑ سے ملاقات کی آپ نے اس پر نقش کیا ان کے بعد حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے بھی اس پر مہر لگائی پھر امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت سے مشرف ہوئی آپ نے اس پر نقش فرمایا اور آپ کے بعد امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ نے اس پر نقش فرمایا، عبداللہ بن ہمام کی روایت کے مطابق اس کے بعد حبابہ نو ماہ زندہ رہ کر دنیا سے وفات پا گئی۔

مولف کہتا ہے کہ حبابہ والبیہ جس نے یہ روایت کی ہے وہ ایک شیعہ خاتون تھیں عاقلہ کاملہ جلیلہ کاملہ جلیلہ مسائل حلال وحرام جانتی تھیں اور بہت زیادہ عبادت گذار تھیں اور انہوں نے عبادت میں اتنی جدوجہد کی تھی کہ ان کی کھال ان کے شکم پر خشک ہو چکی تھی اور اس کا چہرہ زیادہ سجدہ کرنے اور مقام سجدہ پر رگڑنے کی وجہ سے جل چکا تھا اور وہ ہمیشہ امام حسینؑ کی زیارت سے مشرف ہوتی تھیں اور یہ کیفیت تھی کہ جب لوگ معاویہ کے پاس جاتے تھے تو وہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوتیں، ایک دفعہ ان کے چہرہ پر برص کے داغ آ گئے تھے تو حضرت کے لعاب دہن کی برکت سے وہ بیماری برطرف ہوئی اور یہ وہی خاتون ہے ماس بیان کرتی ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ کو مسجد الحرام میں عصر کے وقت دیکھا کہ لوگ آپ کے گرد جمع ہیں اور مسائل جمع حلال وحرام اور اپنی مشکلات کا آپ سے سوال کرتے ہیں، حضرت نے اپنے مقام سے حرکت وجنبش نہ فرمائی یہاں تک کہ ان کے ہزار مسائل پر فتویٰ جاری فرمایا صدر روایت دلالت کرتا ہے کہ ڈاڑھی منڈوانا جائز نہیں ہے اور یہ کہ ریش تراشی بنی مروان اور بنی امیہ کی ہیبت ہے اور چونکہ ہمارے زمانہ میں ڈاڑھی منڈوانا عام ہو چکا ہے اور اس کی قباحت برطرف ہوگئی ہے اور یہ منکر اس حد تک معروف ہو چکا ہے کہ اس سے نہی کرنا منکر و برا معلوم ہوتا ہے لہذا مناسب ہے کہ ہم یہاں ڈاڑھی منڈوانے کے ناجائز ہونے کی دلیلوں کی طرف اشارہ کریں، شہید اول کتاب قواعد میں فرماتے ہیں کہ خنثی کے لئے ڈاڑھی منڈوانا جائز نہیں کیونکہ یہ احتمال ہے کہ شاید وہ مرد ہو اس عبارت کا ظہور یہ ہے کہ مرد کے لئے ڈاڑھی منڈوانے کی حرمت مسلم ہے، اور میر داماد نے شارع النجاۃ میں حرمت کا حکم دیا ہے گویا کہ اجماع کی نسبت دی ہے اور علامہ مجلسی نے

کتاب حلیہ میں مشہور کی طرف نسبت دی ہے اور کتاب جعفریات میں سند صحیح کے ساتھ رسول خداؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ڈاڑھی منڈوانا مثلہ (ناک کان وغیرہ کاٹنا) ہے اور جو مثلہ کرے اس پر خدا کی لعنت ہو اور عوالی اللئالی میں مروی ہے آنجناب نے فرمایا "لیس منا من سلق ولاخرق ولاحلق" یعنی ہم میں سے نہیں وہ شخص جو بے حیائی اور برائی کی زیادہ باتیں کرے اور اپنے مال میں اسراف کرے اور ڈاڑھی منڈوائے جیسا کہ اس کے مولف ابن ابی جمہور نے حاشیہ پر اس حدیث کی یہی تفسیر بیان کی ہے اور کتاب فقیہ میں مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ مونچھوں کو جڑ سے کاٹو اور ڈاڑھی کو بڑھاؤ، یہودیوں اور مجوسیوں کی اپنے آپ کو شبیہ نہ بناؤ، نیز فرمایا کہ مجوسی داڑھیاں منڈواتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں اور ہم مونچھیں کٹواتے اور ڈاڑھی رکھواتے ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ یہودیوں کی شباہت کی نفی اس لحاظ سے ہو کہ داڑھی کی اصلاح کرائی جائے چونکہ یہودی بالکل ڈاڑھی کے بال نہیں مونڈتے جب حضرت رسول خداؐ کا دعوت نامہ اسلام ملوک کسریٰ کو ملا تو بادشاہ کسریٰ نے باذان کو (جو یمن کا گورنر تھا) لکھا کہ وہ آنحضرتؐ کو گرفتار کرکے اس کے پاس بھیج دے تو اس نے اپنے کاتب بانویہ اور ایک دوسرے شخص کو جسے فرخسک کہتے تھے مدینہ بھیجا ان دونوں نے داڑھیاں منڈوائی اور مونچھیں بڑھائی ہوئی تھیں، پس آپ کو یہ اچھا نہ لگا کہ ان پر نگاہ کریں اور فرمایا وائے ہو تم پر تمہیں اس چیز کا کس نے حکم دیا ہے وہ کہنے لگے ہمارے رب یعنی کسریٰ نے حضرت نے فرمایا لیکن میرے رب نے تو مجھے ڈاڑھی رکھنے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم دیا ہے، اور سیوطی نے جامع صغیر میں امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ آنجنابؐ نے فرمایا کہ قوم لوط میں دس عادتیں تھیں اور ان کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئے اور میری امت ایک اور عادت کا اضافہ کرے گی اور اس دس عادات میں مقراض سے ڈاڑھی منڈانا بھی شمار کیا۔

شیخ علی نے درمنثور میں دو طریقوں سے استدلال کیا ہے ایک تو کتاب فقیہ کی مذکور بالا روایت سے اور ایک جزء کا مستحب ہونا (مونچھیں کٹوانا) دلیل خارجی کی وجہ سے دوسرے کے وجوب کے ساتھ منافات نہیں رکھتا، بسبب ظاہر امر کے جو کہ وجوب ہے، خصوصا جب کہ یہود و مجوس سے شباہت سے بھی نفی کی ہے، دوسرا یہ کہ کسی کی ڈاڑھی کے بال زائل کرنے سے شریعت میں مکمل دیت مقرر ہوئی ہے لہذا جو چیز اس طرح کی ہو اس کا فعل دوسرے شخص کے لئے بلکہ خود اس شخص کے لئے بھی حرام ہے اور بعض افراد نادرہ کا اس سے خارج ہو جانا مثلا سر کے بال وہ اس قاعدہ کلیہ کے ساتھ منافات نہیں رکھتا، فقیر کہتا ہے کہ میں نے گذشتہ گفتگو کلمہ طیبہ سے نقل کی ہے اور حدیث میں آیت شریفہ "**واذا بتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن**" کے ذیل میں کے مونچھیں کٹوانا اور داڑھی منڈوانا ان دس خفیہ احکام میں سے ہے جو حضرت ابراہیمؑ پر نازل ہوئے، اور دس چیزیں جو ہیں جو فسخ نہیں ہوئیں اور نہ قیامت تک نسخ ہوں گی اور ڈاڑھی بڑھانے کا مستحبات میں شمار کرنا اس کے مستحب ہونے کی دلیل نہیں ہے کیونکہ ان میں سے بعض مذکور چیزیں واجب بھی ہیں مثلاً غسل جنابت اور ختنہ کرنا اور ممکن ہے کہ ان روایات کے ساتھ بھی استدلال کیا جائے جو دلالت کرتی ہیں کہ مرد عورتوں کی مشابہت اختیار نہ کریں چونکہ ڈاڑھی منڈوانے سے مرد عورت کے مشابہ ہو جاتا ہے، حضرت صادقؑ نے توحید مفضل میں ارشاد فرمایا کہ مرد کے چہرہ پر بالوں کا اگنا اس کی عزت کا باعث ہے کیونکہ اس کی

وجہ سے بچپنے کی حد اور عورت سے مشابہت سے خارج ہو جاتا ہے، اور حضرت امام رضاؑ نے فرمایا، کہ خداوند عالم نے مردوں کو ڈاڑھی کے ساتھ زینت بخشی ہے اور داڑھی مردوں کی فضیلت قرار دی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ عورتوں سے امتیاز رکھتے ہیں اور جو روایت حضرت صادقؑ سے مروی ہے جس کے ایک حصہ میں ہے کہ قوم عاد کے ایک شخص نے حضرت یعقوبؑ کی تکذیب کی تو حضرت نے اس پر نفرین کی کہ اس کی ڈاڑھی گر جائے، پس اس پیغمبرؑ کی بد دعا سے اس کی ڈاڑھی اس کے سینے پر گر پڑی، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھے شخص کے چہرہ کا بولوں کے بغیر ہونا کس قدر قبیح وشنیع و برا ہے، کہ حضرت یعقوبؑ نے اس کی تکذیب کے مقابلہ میں اس کے لئے یہ سزا پسند فرمائی اور ممکن ہے کہ اس روایت سے بھی تمسک کیا جائے جو دلالت کرتی ہے کہ دشمنان دین کے ہمشکل ہونا حرام ہے، اور وہ روایت یہ ہے کہ شیخ صدوق نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا خداوند عالم نے اپنے انبیاء میں سے ایک نبی کی طرف وحی نازل کی کہ مومنین سے کہہ دو کہ وہ میرے دشمنوں والا لباس نہ پہنیں اور میرے دشمنوں والے کھانے نہ کھائیں اور ان کے راستوں اور مسالک پر نہ چلیں وگرنہ یہ میرے دشمن ہو جائیں گے جس طرح کہ وہ میرے دشمن ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ ڈاڑھی منڈا شخص بہت سے فوائد و برکات سے محروم ہے ان میں سے ایک خضاب ہے وارد ہوا ہے، خضاب میں ایک درہم خرچ کرنا راہ خدا میں ہزار درہم خرچ کرنے سے افضل ہے اور خضاب میں چودہ خصلتیں ہیں کہ وہ کانوں سے ہوا کو دور کرتا ہے، اور آنکھوں کو روشنی دیتا ہے (الخ) اور اکنگھی کرنے اور اس کے فوائد سے محروم ہے اور وہ فوائد فقر وفاقہ کا برطرف ہونا اور وباء کو لے جانا ہے اور جو شخص ستر مرتبہ کنگھی کرنے اور اس کے فوائد سے محروم ہے اور جو شخص ستر مرتبہ کنگھی کرے اور ایک ایک دفعہ کو شمار کرے تو چالیس دن شیطان اس کے قریب نہیں آتا، اور حضرت صادقؑ سے آیہ شریفہ "خذوا زینتکم عند کل" "مسجد کے ذیل میں روایت ہے فرمایا کہ اس سے مراد ہر واجب و مستحب نماز کے وقت کنگھی کرنا ہے، غیر ذلک فقیر کہتا ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ ڈاڑھی منڈا شخص ماہ رجب کی دعا یامن ارجوہ لکل خیر اپنی ڈاڑھی کے مٹھی میں لینے کے مقابلہ میں اور حرم شیبتی علی النار (میری ڈاڑھی جہنم کے لئے حرام قرار دے) کے عوض کیا کہے گا، اور کس طرح وہ اپنے آپ کو خداوند عالم کی خاص اور اس کے ترحم سے محروم قرار دیتا ہے یا اس نے یہ نہیں سنا کہ جو شخص چاہتا ہو کہ خداوند عالم اس پر رحم کرے اور اسے جہنم کی آگ سے آزاد کرے تو وہ نمازوں کے بعد اپنی ڈاڑھی دائیں ہاتھ میں لے اور بائیں ہاتھ کی ہتھیلی آسمان کی طرف کھول کر سات مرتبہ کہے "یارب محمد وآل محمد صلی علی محمد وآل محمد وعجل فرج آل محمد" پھر تین مرتبہ اسی حالت میں کہے یاذوالجلال والاکرام صلی علی محمد وآل محمد وارحمنی واجرنی من النار۔

پانچویں روایت:

مدینۃ المعاجز میں ابو جعفر طبری سے مروی ہے کہ ابو نمیر علی بن یزید کہتا ہے کہ میں حضرت علیؑ بن الحسینؑ کی خدمت میں

رہا جب کہ آپ شام سے مدینہ طیبہ کی طرف واپس جا رہے تھے، اور آپ کی خواتین کے ساتھ رعایت احترام ان کی حشمت و عزت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا تھا اور ہمیشہ ان کے احترام کا لحاظ رکھتے ہوئے ان سے دور اترتا تھا جب وہ مدینہ میں داخل ہوئے تو کچھ زیوارت انہوں نے میرے بھیجے جو میں نے قبول نہ کئے اور میں نے کہا اس مقام پر جو کچھ حسن سلوک مجھ سے ظاہر ہوا ہے وہ صرف خوشنودی خدا کے لئے ہے اس وقت حضرت نے ایک سیاہ اور سخت پتھر اٹھایا اور اپنی انگوٹھی سے اس پر مہر لگائی اور فرمایا کہ اس کو لے لو اور جو ضرورت و حاجت تمہیں درپیش ہو اس سے طلب کرو، وہ کہتا ہے مجھے قسم ہے اس کی جس نے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ میں تاریک مکان میں اس پتھر سے روشنی طلب کرتا تو وہ روشنی دیتا اور اسے تالوں پر رکھ دیتا تو وہ کھل جاتے اور اس کو ہاتھ میں لے کر بادشاہوں کے دربار میں جاتا تو ان سے کوئی بدی نہ دیکھتا۔

چھٹی روایت: چور کو شیروں کا چیر پھاڑ نا جو حضرت سے متعرض ہوا۔

اس کتاب میں ہے کہ حضرت امام باقرؑ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت علی بن الحسینؑ سفرحج کے لئے تشریف لے گئے چلتے چلتے آپ مکہ و مدینہ کے درمیان ایک وادی میں پہنچے تو اچانک ایک ڈاکو (راہزن) سے آپ کا سامنا ہوا اور اس نے آپ سے کہا کہ نیچے اتر آؤ، تو آپ نے فرمایا تیرا مقصد کیا ہے کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ تجھے قتل کر کے تیرا مال لے لوں آپ نے فرمایا جو کچھ میرے پاس ہے میں وہ تجھ سے تقسیم کر لیتا ہوں اور تیرے لئے حلال قرار دیتا ہوں کہنے لگا کہ نہیں، فرمایا اچھا اتنا مال میرے پاس رہنے دو جو مجھے میرے مقصد تک پہنچا دے اس نے قبول نہ کیا، حضرت نے فرمایا ''فائن ربک قال نالم'' تمہارا خدا کہاں ہے کہنے لگا سویا ہوا ہے اس وقت دو شیر نمودار ہوئے ایک نے اس کا سر اور دوسرے نے اس کا پاؤں پکڑ لیا اور وہ اسے کھینچنے لگے، آپ نے فرمایا تیرا گمان تو یہ تھا کہ تیرا رب سویا ہوا ہے یعنی تیری سزا یہ ہے اپنے عذاب کا مزہ چکھ۔

ساتویں روایت:

مناقب مدینۃ المعاجز وغیرہ کتب میں ہے کہ ابراہیم بن ادہم اور فتح موصلی نے الگ الگ روایت کی ہے کہ ہم قافلہ کے ساتھ بیابان میں راستہ طے کر رہے تھے پس مجھے ضرورت محسوس ہوئی تو میں قافلہ سے دور ہو گیا، اچانک میں نے ایک بچے کو دیکھا جو بیابان میں چل رہا تھا، میں نے کہا سبحان اللہ ایک بچہ اس وسیع بیابان میں جا رہا ہے میں اس کے قریب گیا اور اس کو سلام کیا اور جواب سلام سنا تو میں نے اس سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ رکھتے ہو، کہنے لگا اپنے پروردگار کے گھر کی طرف میں نے کہا اے میرے حبیب دوست تم بچے ہو تم پر واجب و مستحب کا ادا کرنا لازم نہیں، فرمایا اے شیخ کیا تو نے دیکھا نہیں کہ مجھ سے چھوٹی عمر کے بچے مر جاتے ہیں، میں نے کہا تمہارا زادِ راحلہ کیا ہے فرمایا ''زادی تقوی وراحلتی رجلای وقصدی مولانی'' میرا توشہ میری پرہیزگاری میری سواری میرے دونوں پاؤں اور میرا مقصود میرا مولا ہے میں نے کہا تمہارے پاس کھانا مجھے نظر نہیں آتا،

فرمایا اے شیخ کیا یہ مناسب ہے کہ کوئی تمہیں اپنے گھر بلائے اور تم اپنے ساتھ کھانا لے جاؤ میں نے کہا کہ نہیں، فرمایا تو جس نے مجھے دعوت دی ہے وہ کھانے پینے کا انتظام بھی فرماتا ہے میں نے کہا پھر جلدی کرو تا کہ قافلہ کے ساتھ مل جاؤ، فرمایا "علی الجھاد وعلیہ الابلاغ" مجھ سے کوشش کرنا اور اس پر منزل مقصود تک پہنچانا لازم ہے کیا تو نے خدا کا ارشاد نہیں سنا "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین" وہ جو ہم میں کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت کرتے ہیں اور خدا نیک لوگوں کے ساتھ ہے، راوی کہتا ہے ہم اسی حالت میں تھے کہ اچانک ایک خوشرو نوجوان سفید لباس پہنے ہوئے ہماری طرف آیا اور اس نے اس بچہ کے ساتھ معانقہ کیا اور اس کو سلام کیا میں نے اس جوان کی طرف رخ کیا اور اس سے کہا کہ میں تجھے اس کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے تجھے خوبرو خلق کیا ہے یہ بتا کہ یہ بچہ کون ہے، اس نے کہا کیا اسے نہیں پہچانتے ہو یہ علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہے، پس میں نے اس جوان کو چھوڑ کر اس بچے کا رخ کیا اور ان سے کہا کہ آپ کو آپ کے آباؤ و اجداد کے حق کی قسم دیتا ہوں، کہ یہ جوان کون ہے فرمایا کیا اسے نہیں پہچانتے ہو یہ میرا بھائی خضر ہے جو روزانہ ہمارے پاس آتا اور ہم کو سلام کرتا ہے میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو آپ کے آباؤ اجداد کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ مجھے بتایئے آپ ان بیابانوں کو جو بے آب ہیں کس طرح زاد و توشہ کے بغیر طے کرتے ہیں فرمایا میں ان بیابانوں کو زادراہ کے ساتھ طے کرتا ہوں اور میرا زادراہ چار چیزیں ہیں، میں نے عرض کیا وہ کون سی ہیں، فرمایا تمام دنیا کو بغیر استثناء کے خدا کی ملکیت و مملکت سمجھتا ہوں اور خدا کے فیصلے اور فرمان کو خدا کی ساری زمین میں نافذ و جاری سمجھتا ہوں میں نے عرض کیا بہت اچھا توشہ اور زادراہ ہے آپ کا اے زین العابدینؑ آپ اس زادراہ سے آخرت کے بیابانوں کو عبور کر سکتے ہیں چہ جائیکہ دنیا کے بیابان۔

آٹھویں روایت:

حضرت کی جلالت وعظمت میں کئی ایک کتب معتبرہ میں روایت ہوئی ہے کہ عبدالملک بن مروان کی خلافت کے زمانہ میں ایک سال اس کا بیٹا ہشام حج کے لئے گیا اور حالت طواف میں جب وہ حجر اسود کے پاس پہنچا تو اس نے استلام (حجر اسود کو مس کرنا یا بوسہ دینا) کرنا چاہا لیکن لوگوں کے اژدہام کی وجہ سے وہ حجر کو نہ چھو سکا اور کسی نے اس کی پرواہ نہ کی تب اس کے لئے مسجد حرام میں ایک منبر نصب کیا گیا اور وہ اس پر جا بیٹھا اور اہل شام نے اس کے گرد احاطہ کر لیا، اسی اثناء میں حضرت سید الساجدین ابن الخیر تین امام زین العابدینؑ نمودار ہوئے، درالخالیکہ ازار (لنگ) اور رداء اوپر لئے ہوئے تھے اور آپ کا چہرہ اتنا خوبصورت تھا کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے اور آپ کی خوشبو تمام سے زیادہ پاکیزہ اور ان کی پیشانی پر کثرت سجدہ کی وجہ سے گٹا پڑا ہوا تھا، پس آپ خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنے لگے اور جب حجر الاسود کے قریب پہنچے تو لوگ آپ کی ہیبت وجلالت کا لحاظ کرتے ہوئے حجر الاسود سے دور ہو گئے، یہاں تک کہ حضرت نے اس کا بوسہ لیا، ہشام یہ معاملہ دیکھ کر جل گیا، اہل سام میں سے ایک شخص نے جب یہ عظمت وجلالت دیکھی تو اس نے ہشام سے پوچھا کہ یہ کون ہے کہ لوگ جس کی ہیبت وجلالت کو اتنا ملحوظ

رکھتے ہیں، ہشام اس وجہ سے کہ اہل شام آپ کو نہ پہچانیں کہنے لگا میں نہیں جانتا، فرزدق شاعر وہاں موجود تھا کہنے لگا لیکن میں جانتا ہوں (گفت من میشناسمش نیکو، زوچہ پرسی بسوئے من کن رو) اگر ہشام اس کو نہیں پہچانتا تو میں اس کو خوب پہچانتا ہوں، وہ شامی کہنے لگا اے ابوفراس یہ کون ہے، فرزوق نے کہا ''هذا الذی تعرف البطحاء وطاتة والبيت يعرفه والحل و الحرم حذا ابن خير عباد الله كلهم حذا التقى النقى الطاهر العلم اذارأته قريش قال قائل الیٰ مكارم هذا ينتهى الكرم يكاد يمسكها عرفان راحته ركن الحطيم اذا ماجاء يستلم وليس قولك من هذا بضائره العرب تعرف من انكرت والعجم هذا ابن فاطمة ان كنت جاهله بجده انبياء الله قد ختمهو مقدم بعد ذكر الله ذكرهم فى كل برومختوم به الكلم يستدفع الضر والبلوى بحبهم ويسترب به الاحسان والنعم ان عدا اهل التقیٰ كانوا ائمتهم اوقيل من خير اهل الارض قيل هم ماقال لا قط الا فى تشهده لو لا التشهد كانت لائه نعم'' ترجمہ یہ ہے کہ بطحاء کی وادیاں اس کے پاؤں کی چاپ کو جانتی لیتی ہیں، بیت الحرم حل وحرم اسے پہچانتے ہیں یہ خدا کے تمام بندوں میں سے بہترین شخص کا بیٹا ہے، یہ تقی نقی طاہر و پاک انسان ہے جب اسے قریش دیکھتے ہیں تو ان میں سے کہنے والا کہتا ہے کہ اس کے مکارم اخلاق پر کرم کی انتہا ہے قریب ہے کہ رکن حطیم ان کی ہتھیلی کو خود سنبھال لے جب یہ استیلام کرنے کے لئے آئے، نیز یہ کہنا کہ یہ کون ہے اس کے لئے مضر نہیں جس کا تو انکار کررہا ہے اسے عرب وعجم جانتے ہیں یہ فاطمہؑ کا بیٹا ہے اگر تو اس کی شان سے جاہل ہے اس کے جد امجد پر انبیاء کا خاتمہ ہے اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر مقدم ہے ہر نیکی میں انہیں کے ذکر پر گفتگوئیں ختم ہوتی ہیں، تکلیف انہیں کی محبت کے صدقے میں دفع ہوتی ہیں اور احسان ونعمتیں اسی کی بناء پر زیادہ ہوتی ہیں، اگر تقویٰ کو شمار کیا جائے تو یہ ان کے امام ہیں یا یہ پوچھا جائے کہ اہل زمین میں سے بہترین کون ہیں تو جواب ملے گا کہ یہی حضرات اس نے تشہد کے علاوہ کبھی لا نہیں کہا اگر تشہد نہ ہوتا تو اس کی نہیں ہاں ہوتی ہشام آگ بگولہ ہوگیا اور فرزوق کا وظیفہ بند کردیا اور اس کے حکم سے عسفان کے مقام پر جو مکہ ومدینہ کے درمیان ہے، فرزدق کو قید کردیا گیا، یہ خبر جب حضرت علی بن الحسینؑ کو ملی تو آپ نے بارہ ہزار درہم فرزدق کے لئے بھیجے اور اس سے معذرت چاہی کہ اگر اس سے زیادہ رقم میرے پاس ہوتی تو اس سے زیادہ صلہ تجھے دیتا فرزدق نے وہ مال واپس کردیا اور پیغام بھیجا کہ میں نے یہ اشعار صلہ کے لئے نہیں کہے بلکہ خدا اور رسولؐ کے لئے کہے ہیں، حضرت نے وہ مال دوبارہ بھیجا اور فرمایا کہ تجھے میرے حق کی قسم ہے اسے قبول کرلے تو فرزدق نے قبول کرلیا اور بعض روایات میں ہے کہ اس کی قید طویل ہوگئی اور ہشام نے اسے قتل کی دھمکی بھی دی تو فرزدق نے امام سے شکایت کی حضرت نے دعا فرمائی تو خداوند عالم نے اسے قید سے رہائی دلائی، فرزدق آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہشام نے میرا نام عطیہ کے رجسٹر سے کاٹ دیا ہے، حضرت نے فرمایا تجھے کتنا عطیہ ووظیفہ ملتا تھا، عرض کیا اتنا اتنا پس حضرت نے اتنا مال اس کو دیا جو چالیس سال کے لئے اسے کافی تھا اور فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تجھے اس سے زیادہ کی ضرورت ہے تو میں عطا کرتا، جب چالیس سال ختم ہوئے تو فرزدق فوت ہوگیا، مولف کہتا ہے کہ

فرزدق کا نام ہمام بن غالب بن صعصعہ تمیمی مجاشعی اور کنیت ابوالفراس اور لقب فرزدق ہے اور وہ امیرالمومنینؑ کے اعیان شیعہ میں سے اور خاندان طیبین وطاہرین کا مداح تھا اور وہ ایک بزرگ خاندان کا فرد ہے اور اس کے آباؤاجداد کے آثار ظاہر اور مفاخر واضح ہیں، کتاب اصابہ سے منقول ہے غالب فرزدق کا باپ اپنے زمانہ کے کریم وسخی لوگوں میں سے تھا اور اس کے پاس کافی اونٹ تھے جب غالب بصرہ میں حضرت امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرزدق کو اپنے ساتھ لایا اور اسے حضرت کی قدم بوسی سے مشرف کیا، اور اظہار کیا کہ یہ عمدہ شعر کہتا ہے اور وادی سخن میں چابک دست ہے، آپ نے فرمایا اس کے لئے قرآن کی تعلیم شعروسخن سے بہتر ہے پس فرزدق نے اپنے سے عہد کیا کہ میں آج کے بعد کوئی کام نہیں کروں گا، جب تک قرآن یاد نہ کر لوں، خلاصہ یہ کہ گزشتہ قصیدہ کے چالیس سے زیادہ بیت ہیں اور اس قصیدہ کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ فرزوق ادب میں کیا مقام رکھتا تھا، کہ جس نے مرتجلا اور فی البدیہہ یہ سارا قصیدہ یا اس کا کچھ حصہ انشاء کیا ہے، محقق بہبھانی نے اپنے جدامجد تقی مجلسی رضوان اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ عبدالرحمن جامی سنی نے کتاب سلسلۃ الذہب میں اس قصیدہ کو فارسی میں نظم کیا ہے اور کہا ہے کہ اہل کوفہ میں سے ایک خاتون نے فرزدق کو عالم خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے تو اس نے کہا کہ خداوند عالم نے مجھے اسی قصیدہ کی برکت سے جو میں نے علی بن الحسینؑ کی مدح میں کہا تھا بخش دیا، جامی کہتا ہے کہ سزاوار حق ہے کہ خدا تمام دنیا کو اس قصیدہ شریفہ کی برکت سے بخش دے، نیز اس سلسلہ میں کہتا ہے:

صادقے از مشائخ حرمین
چوں شنید این نشید دور ازشین
گفت نیل مراضی حق را
بس بود ایں عمل فرزوق را
مستعد شد رضائے رحمن را
مستحق شد ریاض رضوان را
زانکہ نزدیک حاکم جابر
کرد حق را برائے حق ظاہر

نویں روایت: ہرن کا آپ سے گفتگو کرنا۔

کشف الغمہ اور دوسری کتب معتبرہ میں ہے کہ ایک دفعہ امام زین العابدینؑ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک ہرنی بیابان سے نمودار ہوئی اور وہ حضور مبارک امامؑ میں پہنچی وہ اپنی دم اور اگلے پاؤں زمین پر مارنے اور ھمھمہ کرنے لگی، اور آواز نکالی اس گروہ میں سے بعض نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ یہ ہرنی کیا کہتی ہے آپ نے فرمایا

یہ کہتی ہے کہ فلاں فلاں قریشی گذشتہ روز فلاں وقت اس کا بچہ پکڑ لایا ہے اور کل سے لے کر اب تک اس نے دودھ نہیں پیا، اس گفتگو سے اس جماعت میں سے ایک شخص کے دل میں ایک چیز نے خطور کیا یعنی حالت انکار پیدا ہوئی اور امام علم امامت جان گئے پس آپ نے حکم دیا اور اس قریشی کو حاضر کیا گیا، آپ نے اس سے فرمایا کیا بات ہے کہ یہ ہرنی تیری شکایت کرتی ہے اس نے عرض کیا کیا کہتی ہے کہ تو نے کل فلاں وقت اس کا بچہ پکڑ لیا ہے اور جب سے تو نے اسے پکڑا ہے اس نے اسے دودھ نہیں پلایا اب مجھ سے یہ خواہش کرتی ہے کہ میں تجھ سے کہوں وہ بچہ لے آ تا کہ یہ اسے دودھ پلا لے اور دوبارہ تیرے سپرد کر دے، وہ شخص کہنے لگا قسم ہے اس کی جس نے محمدؐ کو رسالت کے ساتھ مبعوث کیا ہے آپ نے سچ فرمایا آپ نے فرمایا وہ ہرنی کا بچہ میرے پاس بھیج دو، جب ہرنی نے اپنے بچہ کو دیکھا تو اس نے ہمہمہ کیا اور اگلے پاؤں زمین پر مارتی تھی اور اس نے اپنے بچہ کو دودھ پلایا امامؑ نے اس شخص سے فرمایا تجھے میرے حق کی قسم ہے یہ ہرنی کا بچہ مجھے بخش دے اس نے وہ بچہ آپ کو دے دیا، آپ نے وہ ہرنی کے سپرد کر دیا اور اس سے اس کی زبان میں بات کی، ہرنی نے ہمہمہ کیا اور اپنی دم زمین پر ماری اور بچہ کو لے کر چلی گئی لوگوں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ یہ کیا کہتی تھی، آپ نے فرمایا اس نے تمہارے لئے دعا کی اور جزائے خیر کہی۔

دسویں روایت:

آپ کے دلائل واقعہ حرہ میں مناقب میں ہے کہ لیث خزاعی نے سعید بن مسیب سے مدینہ کی لوٹ مار کے متعلق سوال کیا وہ کہنے لگا ہاں انہوں نے مسجد رسول خداؐ کے ستونوں کے ساتھ گھوڑے باندھے اور میں نے قبر مطہر کے گرداگرد بے شمار گھوڑے دیکھے اور تین دن مدینہ کو لوٹا گیا، اور اس طرح ہوتا کہ میں اور علی بن الحسینؑ علیہ السلام قبر پیغمبرؐ پر آتے اور امام زین العابدینؑ کچھ کلام کرتے کہ جسے میں نہیں سمجھ سکتا تھا، پس ہمارے اور لوگوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہو جاتا اور ہم لوگوں کو دیکھتے لیکن وہ ہمیں نہیں دیکھتے تھے اور ایک شخص کھڑا ہوا تھا جس نے سبز لباس پہنا تھا وہ چھوٹے دم والے اشہب یعنی سفید و سیاہ رنگ کہ جس کی سفیدی غائب ہو، گھوڑے پر سوار تھا اس کے ہاتھ میں ایک ہتھیار تھا اور وہ علی بن الحسینؑ کے ساتھ رہتا تھا، پس جب کوئی حرم رسولؐ کا ارادہ کرتا تو وہ سوار اپنے ہتھیار سے اس کی طرف اشارہ کرتا بغیر اس کے کہ ہتھیار اسے لگتا وہ ہلاک ہو جاتا پس جب وہ ملاعین لوٹ مار سے فارغ ہوئے تو امام زین العابدینؑ مستورات کے پاس گئے اور ہر بچہ کا گوشوارا اور ہر عورت کا زیور اور لباس لے کر اس سوار کے پاس آئے تو اس نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں تو ایک فرشتہ ہوں آپ کے اور آپ کے والد گرامی کے شیعوں میں سے جب یہ اہل مدینہ کے لوٹ مار کرنے اور انہیں تکلیف پہنچانے کے درپے ہوئے تو میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ وہ مجھے آپ آل محمد علیہم السلام کی مدد و نصرت کی اجازت دے خداوند عالم نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی ہے تا کہ میرا یہ عمل خدا اور رسول خداؐ آپ اہل بیت کی بارگاہ میں ذخیرہ رہے، یہاں تک کہ قیامت کا دن آ جائے۔

مولف کہتا ہے کہ اس نہب وغارت (لوٹ مار) سے مراد وہ لوٹ مار ہے کہ جو واقعہ حرہ میں ہوئی اور اس کی کیفیت

بطور اختصار اس طرح ہے کہ جب یزید اور اس کے گونروں کی سرکشی وظلم دلبنیان نے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اس کا فسق و فجور لوگوں پر ظاہر ہو گیا، نیز شہادت امام حسینؑ ۶۱ھ ہجری کے بعد اہل مدینہ کا ایک گروہ شام گیا اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یزید ہمیشہ شراب خوری، کتابازی، قمار بازی، طنبوروں اور آلات لہو ولعب میں مشغول رہتا ہے، وہ واپس آئے تو انہوں نے اہل مدینہ کو یزید لعین کے قبیح و برے اعمال کی خبر دی مدینہ کے لوگوں نے یزید کے عامل عثمان بن محمد بن ابوسفیان کو مروان بن حکم اور باقی بنی امیہ سمیت مدینہ سے نکال دیا، اور علی الاعلان یزید پر سب وشتم کیا اور کہنے لگے کہ جو شخص اولا د رسول خدا کا قاتل ہو، محرمات سے ہمبستری کرتا ہو، نماز نہ پڑھتا ہو اور شراب پیتا ہو، وہ خلافت کے لائق نہیں، پس انہوں نے عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ کی بیعت کر لی جب یہ خبر یزید کے کانوں میں پہنچی تو اس نے مسلم بن عقبہ کو کہ جسے مجرم و سرف سے تعبیر کرتے ہیں بہت زیادہ لشکر دے کر شام سے مدینہ کی طرف روانہ کیا، مسلم بن عقبہ اپنے لشکر کے ساتھ جب مدینہ کے قریب آیا اور سنگستان مدینہ میں جو حرہ واقعہ کے نام سے مشہور ہے اور مسجد بنوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے پہنچا، تو اہل مدینہ اس کے دفاع کے لئے باہر نکلے لشکر یزید نے ان کے اوپر تلوارین سونت لیں اور بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی اور بہت سے لوگ اہل مدینہ میں سے قتل ہو گئے اور مروان بن حکم مسلسل مسرف کو اہل مدینہ کے قتل پر اکساتا رہا، یہاں تک کہ ان میں مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رہی مجبوراً مدینہ کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور روضہ مقدس رسول خداؐ کی پناہ لی اور آپ کی قبر مطہر کو پناہ گاہ قرار دیا، مسرف کا لشکر بھی مدینہ میں گھس آیا اور ان بے حیاؤں نے قبر مطہر کا کوئی احترام نہ کیا اور اپنے گھوڑوں کے ساتھ روضہ مقدسہ میں داخل ہو گئے اور مسجد نبویؐ میں اپنے گھوڑوں کو جولان دینے لگے اور پے در پے لوگوں کو قتل کرتے رہے یہاں تک ہ روضہ انور اور مسجد کو خون سے پر کر دیا اور قبر اطہر تک خون پہنچا اور ان کے گھوڑوں نے روضہ میں (جو کہ قبر ومنبر کے درمیان اور ریاض جنت میں سے ایک باغ ہے) بول و براز کیا اور اہل مدینہ میں سے اتنے آدمی قتل کئے کہ مدائنی نے زہری سے روایت کی ہے کہ سات سو آدمی بڑے لوگوں میں سے (جو کہ قریش انصار و مہاجر و موالی تھے) قتل ہو گئے اور غیر معروف لوگوں میں عورتیں مرد آزاد و غلام دس ہزار کی تعداد میں مارے گئے، ابوالفرج کہتا ہے کہ اولاد ابوطالب میں سے دو افراد واقعہ حرہ میں شہید ہوئے ایک ابوبکر بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب تھا دوسرا عون اصغر جو کہ عبداللہ بن جعفر کا بیٹا جو عون اکبر تھا جو کربلا میں شہید ہوا جس کی والدہ جمانہ مسیب بن نجبہ کی بیٹی تھی جس نے امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ابن زیاد کے خلاف خروج کیا اور عین وردہ میں مارا گیا اور مسعودی کہتا ہے کہ بنی ہاشم میں سے اولاد ابوطالب کے علاوہ بھی ایک گروہ مارا گیا، مثلاً فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب اور حمزہ بن نوفل بن حارث اور عباس بن عتبہ بن ابولہب اور ان کے علاوہ باقی قریش وانصار اور دوسرے مشہور لوگوں میں سے کہ جن کی تعداد چار ہزار تھی علاوہ ان لوگوں کے جو مشہور نہیں تھے مارے گئے، اس کے بعد مسرف بن عقبہ نے دست تجاوز لوگوں کی عزت وناموس واموال پر دراز کیا اور اہل مدینہ کا مال اور عورتیں اپنے لشکر کے لئے تین دن تک مباح کر دیئے ابن قتیبہ نے کتاب الامامہ والسیاسہ میں نقل کیا ہے واقعہ حرہ میں سب سے پہلے بنی عبدالاشہل کے گھر لوٹے گئے اور ان کے گھروں

کے اثاث البیت زیورات فرش تک نہ چھوڑے یہاں تک کہ کبوتر اور مرغیاں تک پکڑ کر ذبح کر لیں پھر محمد بن سلمہ کے گھر میں جا گھسے عورتیں چیخی چلائیں زید بن محمد بن سلمہ نے جب عورتوں کی آواز سنی تو وہ ان آوازوں کی طرف دوڑا اس نے دیکھا کہ اہل شام کے لشکر میں سے دس آدمی لوٹ مار کر رہے ہیں، زید نے اپنے رشتہ داروں میں سے دس افراد کے ساتھ مل کر ان سے جنگ کی یہاں تک کہ انہیں قتل کر دیا اور جو کچھ انہوں نے لوٹا تھا، وہ واپس لے لیا اور انہیں ایک کنوئیں میں ڈال کر اوپر مٹی ڈال دی پھر اہل شام کا ایک اور گروہ آیا ان سے بھی جنگ کی یہاں تک کہ ان میں سے چودہ ملاعین کو قتل کیا لیکن اس کا چہرہ چار افراد کے تلوار مارنے سے مضرب و مجروح ہو گیا، ابوسعید خدری اس واقعہ میں اپنے گھر میں ہی رہا اہل شام میں سے چند افراد اس کے گھر میں آ بھٹکے انہوں نے کہا اے شیخ تم کون ہو کہا کہ میں ابوسعید خدری صحابی رسول ہوں، وہ کہنے لگے ہم ہمیشہ تمہارا نام سنتے تھے تو نے اچھا کیا ہے اپنا حصہ لے لیا ہے ہم سے جنگ نہیں کی اور اپنے گھر میں بیٹھے رہے ہوں اب جو کچھ تمہارے پاس ہے ہمیں لا کر دے دو، کہنے لگا خدا کی قسم میرے پاس کوئی مال نہیں ہے، شامیوں کو غصہ آ گیا، ابوسعید کی داڑھی نوچنے لگے اور اسے بہت مارا پیٹا، اور جو کچھ گھر میں تھا لوٹ لیا یہاں تک کہ سیر (چھری) اور کبوتروں کا ایک جوڑا جو گھر میں تھا وہ لے گئے، پس ابن قتیبہ نے نقل کیا ہے کہ اشراف میں سے ایک گروہ کو سختی سے قتل کیا اور کہا ہے کہ واقعہ حرم میں قریش و انصار و مہاجرین میں سے مشہور لوگ جو قتل ہوئے ان کی تعداد ایک ہزار سات سو ہے اور باقی لوگ دس ہزار تھے، علاوہ عورتوں اور بچوں کے۔

ابو معشر کہتا ہے کہ ایک شامی ایک انصاری عورت کے پاس گیا جس نے تازہ بچہ جنا ہوا تھا اور اس نے وہ بچہ اپنے بغل میں لیا ہوا تھا پس وہ ملعون اس عورت سے کہنے لگا جو مال ہے وہ میرے پاس لے آ، اس نے کہا خدا کی قسم کوئی چیز میرے لئے باقی نہیں رہی جو تجھے دوں، وہ شخص کہنے لگا کوئی نہ کوئی چیز میرے لئے لے آ ورنہ تجھے اور تیرے بچے کو قتل کر دوں گا، وہ کہنے لگی وائے ہو تجھ پر یہ بچہ ابن ابی کبشہ انصاری صحابی رسولؐ کا ہے، خدا سے ڈر اور ہم سے تعرض نہ کر اور اس عورت نے بچے کی طرف رخ کیا اور کہا اے میرے بچے خدا کی قسم اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو میں تجھ پر قربان کر دیتی اور تجھ پر کوئی صدمہ وارد نہ ہونے دیتی، پس اس شامی بے رحم نے اس بچہ کو پاؤں سے پکڑا جب کہ ماں کا پستان اس کے منہ میں تھا اور اس ماں کے پہلو سے کھینچ کر دیوار سے اس طرح مارا کہ اس کے سر کا مغز زمین پر بکھر گیا، راوی کہتا ہے کہ ابھی وہ معلون اس گھر سے نہیں نکلا تھا کہ اس کا آدھا منہ کالا ہو گیا اور وہ ضرب المثل ہو گیا، خلاصہ یہ کہ جب مسرف لعین قتل و غارت اور اہل مدینہ کی ہتک حرمت سے فارغ ہوا تو اس نے لوگوں کو یزید کی بیعت اور اس کے غلام ہونے کے اقرار کی طرف بلایا اور جو انکار کرتا اسے قتل کر دیتا تمام اہل مدینہ نے سوائے علی بن الحسینؑ زین العابدینؑ اور علی بن عبداللہ بن عباس کے جان کے خوف سے اقرار کیا اور بیعت کر لی، باقی رہا مسرف کا سید الساجدینؑ اور علی بن عبداللہ کے مادری رشتہ دار مسرف کے لشکر میں موجود تھے جو مسرف کو اس سے متعرض ہونے سے مانع تھے، باقی رہے سید سجادؑ تو آپ نے قبر مطہر رسول اکرمؐ میں پناہ لی اور اپنے آپ کو اس سے لپٹائے رکھا اور دعا پڑھتے رہے''

اللھم رب السموات السبع وما اظللن والارضین السبع وما اقللن رب العرش العظیم رب محمد

واله الطاهرين اعوذبك من شرة وادرء بك فی نحره اسئلك ان توتينی خيره و تكفينی خوه۔ پس آپ مسلم بن عقبہ کی طرف روانہ ہوئے اور اس امام معصوم کے اس کے ہاں جانے سے پہلے وہ پلید شوم بہت غیظ وغضب میں اور آنجناب کو اور آپ کے آباؤاجداد کو برا بھلا کہہ رہا تھا، جب آنجناب وارد ہوئے اور مسرف کی نگاہ حضرت پر پڑی تو انتہائی خوف ورعب حضرت کا اس کے دل پر پڑا کہ وہ لرزنے لگا اور آپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا اور آپ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور بڑی انکساری سے کہنے لگا کہ آپ اپنی حاجات بیان کریں جو کچھ آپ خواہش کریں وہ قابل قبول ہے، پس جس جس کی آپ نے شفارش کی مسرف نے آپ کی وجہ سے اس سے ردگذر کیا اور آپ عزت وتکریم کے ساتھ اس کے ہاں سے باہر تشریف لائے خلاصہ یہ کہ واقعہ حرہ کو شیعہ وسنی نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے یہ واقعہ اٹھائیس ماہ ذی الحجہ ۶۳ ہجری یزید کی موت سے اڑھائی مہینہ پہلے کا ہے جب مسرف بن عقبہ مدینہ سے فارغ ہوا تو عبداللہ بن زبیر اور اہل مکہ کے مقابلہ کے لئے مدینہ نکلا لیکن ابھی مکہ میں نہیں پہنچا تھا کہ راستہ میں ثنیہ مشلل میں جو کہ ایک پہاڑ کا نام ہے کہ جہاں سے قدید میں جا اترتے ہیں درکات جہنم میں جا پہنچا جب اس کا لشکر وہاں سے چلا گیا تو یزید بن عبداللہ بن ربیعہ کی کنیز جو مسرف کی موت کی انتظار میں تھی اور لشکر کے پیچھے پیچھے آرہی تھی وہ مسرف کے قبر پر پہنچی اور اس نے قبر کو کھودا جب لحد کھولی تو دیکھا کہ ایک بہت بڑے سانپ نے منہ کھولا ہوا ہے، اور وہ مسرف کی گردن سے لپٹا ہوا ہے وہ ڈری کہ اس کے پاس جائے اس نے انتظار کیا یہاں تک کہ سانپ اس سے الگ ہوا تو اس کنیز نے مسرف کا مردہ قبر سے باہر نکالا اور ثنیہ پر لٹکا دیا اور ایک قول ہے کہ اسے آگ لگا دی، اور اس کا دفن پھاڑ دیا اور وہاں کے ایک درخت سے اسے لٹکا دیا، پس جو شخص وہاں سے گزرتا تو اس کو پتھر مارتا اور جو کچھ مسرف بن عقبہ نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا تھا یہی کام بسر بن ارطاۃ نے معاویہ کے لئے حجاز ویمن میں کئے کامل بن اثیر میں ہے کہ یزید نے چاہا عمرو بن سعید کو اہل مدینہ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجے اس نے قبول نہ کیا پھر چاہا کہ ابن زیاد کو روانہ کرے اس نے اقدام نہ کیا، اور کہنے لگا ''والله لا جمعتها للفاسق قتل بن رسول الله وغزو الكعبة'' خدا کی قسم اس فاسق کے لئے دو کام جمع نہیں کروں گا، فرزند رسولؐ کا قتل اور کعبہ سے جنگ کرنا پھر مسلم بن عقبہ لعنہ اللہ کو اس کام کے لئے انتخاب کیا اور وہ ملعون اگرچہ بوڑھا فرتوت اور بیمار تھا تب بھی اس نے قبول کیا اور اس کام پر اقدام کیا۔

گیارہویں روایت: حضرت کی دعا سے بارش کا آنا

شیخ طبری نے احتجاج میں اور اس کے علاوہ دوسرے علماء نے ثابت بنانی سے روایت کی ہے کہ ایک سال بصرہ کے عابد وزاہد لوگوں کے ایک گروہ کے ساتھ (مثلا ایوب سجستانی صالح مری عتبۃ الغلام حبیب فارسی مالک بن دینار) ہم حج کے ارادہ سے نکلے جب مکہ معظمہ میں پہنچے تو وہاں پانی کمیاب تھا اور بارش کی کمی کی وجہ سے سب کے جگر تشنہ اور جل رہے تھے اور اس حالت سے لوگ گھبرا کے ہماری طرف آئے کہ ہم بارش کی دعا کریں پس ہم کعبہ کے پاس آئے طواف کیا اور مکمل خضوع و

خشوع سے نزول رحمت کا درگاہ احدیت سے سوال کیا لیکن اجابت کے آثار نظر نہ آئے ہم اسی حالت میں تھے کہ ایک جوان ہماری طرف بڑھا اور فرمایا اے مالک بن دینار اے ثابت البنانی اے ایوب سجستانی اے صالح مری اے عتبہ الغلام اے حبیب فارسی اے سعد اے عمرو اے صالح اعمی اے رابعہ اے سعدانہ اے جعفر بن سلیمان ہم نے کہا لبیک وسعدیک اے جوان، فرمایا اما فیکم احد یحبه الرحمن تم میں سے ایک آدمی بھی ایسا نہیں کہ جس سے خدا محبت کرے اور اسے دوست رکھے ہم نے عرض کیا اے جوان ہماری طرف سے ہے دعا کرنا اور اس کی طرف سے ہے قبول کرنا، فرمایا کعبہ سے دور ہو جاؤ اگر تم میں سے ایک شخص بھی ایسا ہوتا کہ جس کو خدا دوست رکھتا تو اس کی دعا کو قبول فرماتا، اس وقت وہ کعبہ میں گیا اور سجدہ کے لئے زمین پر جھکا ہم نے سنا کہ وہ سجدہ میں کہہ رہا تھا سیدی بحبك لی سقیتهم الغیث اے میرے آقا و سردار تجھے میں قسم دیتا ہوں اس دوستی و محبت کی جو تجھے مجھ سے ہے کہ ان لوگوں کو بارش سے سیراب کر دے ابھی اس جوان کی دعا کے الفاظ پورے نہیں ہوئے تھے کہ بادل اٹھا اور اس قسم کی بارش شروع ہوئی کہ مشکوں کے دہانوں سے پانی بہنے لگا پس میں نے عرض کیا اے جوان تجھے کیسے معلوم ہوا کہ خدا تجھے دوست رکھتا ہے فرمایا اگر وہ مجھے دوست نہ رکھتا تو اپنی زیارت (خانہ کعبہ کی زیارت) کے لئے مجھے نہ بلاتا جب اس نے مجھے اپنی زیارت کے لئے بلایا ہے تو میں نے سمجھا ہے کہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے پس میں نے اس سے اس محبت کا واسطہ دے کر سوال کیا ہے جو اسے مجھ سے ہے، تو اس نے میری دعا کو قبول کر لیا ہے شاید اس کلام سے آپ اشارہ کرنا چاہتے ہوں اس طرف کہ جو شخص اس آستان مبارک پر آئے تو اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ دوستان خدا کے زمرہ میں داخل ہے، راوی کہتا ہے کہ ان کلمات کے بعد آپ نے ہم سے منہ پھیر لیا اور فرمایا "من عرف الرب فلم تغنه معرفة الرب فذاك الشقی، ماضر فی الطاعة ما ناله فی طاعة الله ماذا لقی، ما یصنع العبد بغیر التقی، والعز كل العز للمتقی" جو رب کو پہچان لے پس معرفت رب اسے بے پرواہ نہ کرے تو وہ شقی ہے اس نے اطاعت کو کوئی ضرر نہیں پہنچایا جو کچھ کہ اس نے اطاعت خدا میں حاصل کیا ہے اور جو تکلیف بھی اٹھائی ہے بندہ تقویٰ کے بغیر اطاعت کو کیا کرے گا پوری عزت تو صرف متقی کے لئے ہے ثابت بنانی کہتا ہے میں نے اہل مکہ سے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے انہوں نے بتایا کہ یہ علی بن الحسینؑ بن علی بن ابی طالبؑ ہے، مولف کہتا ہے کہ امام زین العابدینؑ کی دعا سے بارش کا آنا کوئی تعجب کا باعث نہیں بلکہ آپ کے پست ترین غلام بھی جب بارش کی خواہش کرتے ہیں تو خداوند عالم ان کی دعا سے رحمت فرما دیتا ہے، کیا تو نے نہیں سنا کہ مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے کہ ایک سال قحط پڑا تو لوگ بارش کی خواہش میں دائیں بائیں دوڑے میں نے دیکھا کہ ایک سیاہ غلام ایک ٹیلہ پر چڑھا اور لوگوں سے الگ ہوا، پس میں اس کے ارادہ سے اس کے پاس گیا میں نے دیکھا کہ وہ اپنے لبوں کو حرکت دے رہا ہے ابھی اس کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ ایک بادل آسمان سے نمودار ہوا جب اس غلام کی نگاہ بادل پر پڑی تو وہ حمد خدا بجا لایا، اور اس جگہ سے چل پڑا اور بارش نے ہمیں آ گھیرا اس حد تک کہ ہمیں غرق ہونے کا گمان ہوا، پس میں اس شخص کے پیچھے چلا میں نے دیکھا کہ وہ علی بن الحسینؑ کے گھر میں داخل

ہوا، میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے میرے آقا آپ کے گھر میں ایک غلام ہے مجھ پر احسان کرتے ہوئے وہ میرے پاس بھیج دیں، آپ نے فرمایا کہ کیوں نہ وہ تجھے بخش دوں پس آپ نے آپ کے غلاموں میں سے جو بزرگ تھا اسے حکم دیا کہ جتنے غلام گھر میں ہیں وہ سب میرے سامنے پیش کئے جائیں، پس اس نے ان سب کو اکٹھا کیا میں نے ان میں اس غلام کو نہ پایا تو عرض کیا جس کو میں چاہتا ہوں وہ ان میں نہیں ہے، فرمایا اور کوئی باقی نہیں مگر فلاں اصطبل کا داروغہ پس آپ نے حکم دیا تو اسے حاضر کیا گیا، جب وہ آیا تو میں نے دیکھا کہ وہی میرا مقصود ہے میں نے عرض کیا یہی میرا مطلوب ہے حضرت نے اس سے فرمایا اے غلام سعید تیرا مالک ہو گیا ہے اب تم اس کے ساتھ جاؤ، اس سیاہ غلام نے میری طرف رخ کیا اور کہنے لگا ''ما حملك علی ان فرقت بینی وبین مولای ''کس چیز نے تجھے آمادہ کیا ہے کہ تو نے مجھے میرے مولا سے جدا کر دیا ہے، میں نے کہا یہ اس چیز کی وجہ سے ہے جو میں نے تجھ سے ٹیلہ پر دیکھی ہے غلام نے جب یہ سنا تو دست ابتھال وتضرع وزاری بارگاہ ذوالجلال میں بلند کئے اور آسمان کی طرف دیکھ کر عرض کیا اے میرے پروردگار تیرے اور میرے درمیان ایک راز تھا اب تو نے اسے فاش کر دیا ہے لہذا مجھے موت دے کر اپنے پاس لے جا، پس حضرت علی بن الحسین علیہ السلام اور جو حاضرین وہاں آپ کے پاس تھے اس غلام کی حالت پر رونے لگے اور میں روتے ہوئے وہاں سے چل پڑا جب میں اپنے گھر میں پہنچا تو حضرت کا قاصد آیا کہ اگر اپنے ساتھی کے جنازہ میں شریک ہونا چاہتے ہو تو آجاؤ پس میں اس قاصد کے ساتھ واپس گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت کے سامنے وہ غلام وفات پا چکا تھا۔

چھٹی فصل

حضرت امام زین العابدینؑ کا اس دار فانی سے فرادیس جنان اور سرائے جاودانی کی طرف انتقال کرنا

معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت کی شہادت کے سلسلہ میں علمائے نے بہت اختلاف کیا ہے اور مشہور یہ ہے کہ تین دنوں میں سے کسی ایک دن آپ کی وفات ہوئی، بارہ محرم، اٹھارہ محرم، یا پچیس محرم ۹۵ سنہ پچانوے یا ۹۴ سنہ ہجری (چورانوے ہجری) اور آپ کی وفات والے سال کو سنۃ الفقہا کہتے تھے کیونکہ اس سال بہت سے فقہا اور علماء نے وفات پائی تھی آپ کی مدت عمر میں بھی اختلاف ہے اکثر ۵۷ (ستاون) سال کہتے ہیں، شیخ کلینی نے سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ کی عمر وفات کی وقت ستاون سال تھی اور آپ کی وفات پچانوے ۹۵ ہجری میں ہوئی ہے، اور امام حسینؑ کے بعد پینتیس سال زندہ رہے ہیں، اور اخبار معتبرہ سے جو کہ بروجہ عموم وارد ہوئی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو زہر سے شہید کیا گیا، ابن بابویہ اور کچھ دوسرے علماء کا نظریہ یہ ہے کہ ولید بن عبدالملک نے حضرت کو زہر دیا تھا اور بعض نے ہشام بن عبدالملک کہا ہے اور ممکن ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے اس عداوت و بغض کی وجہ سے جو اس کے دل میں حضرت کے متعلق اس دن سے پیدا ہوا تھا کہ جس دن حضرت نے طواف خانہ کعبہ میں حجر الاسود کو مس کیا اور چوما تھا اور ہشام ایسا نہ کر سکا اور فرزدق نے آنجناب کی مدح میں وہ مشہور اشعار کہے جن کی طرف حضرت کے معجزات کی فصل میں اشارہ ہو چکا ہے، اور دیگر اسباب کی بناء پر اپنے بھائی ولید بن عبدالملک کو جو اس وقت خلیفہ تھا آمادہ کیا تھا کہ وہ حضرت کو زہر دے لہذا دونوں نے حضرت کو زہر دیا ہے اور دونوں کی طرف آپ کے شہید کرنے کی نسبت صحیح ہے، شیخ ثقہ جلیل علی بن محمد خزار قمی نے کتاب کفایۃ الاثر میں عثمان بن خالد سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ بیمار ہوئے اس بیماری میں کہ جس میں آپ نے اپنی اولاد محمد، حسن، عمر، زید اور حسین کو جمع کیا اور تمام بیٹوں میں محمد بن علی کو اپنا وصی قرار دیا اور ان کا نام باقرؑ قرار اور تمام بیٹوں کے معاملات آنجناب کے سپرد کئے اور جو مواعظ آپ نے حضرت سے فرمائے ان میں سے یہ بھی تھا ''یا بنی ان العقل رائد الروح والعلم رائد العقل (الیٰ ان قال) واعلم ان الساعات تذهب عمرك وانك لا تنال نعمة الا بفراق اخرىٰ فاياك والا مل الطويل فكم من مومل املا لا يبلغه وجامع مال لا يا كله'' (الخ) اے بیٹا عقل روح کی بھیجی ہوئی ہے اور علم عقل کی بھیجی

ہوئی چیز ہے(یہاں تک کہ فرمایا)جان لے کہ گھڑیاں تیری عمر کو لئے جارہی ہیں اور تو کسی نعمت تک دوسری کے جد ہونے کے بغیر نہیں پہنچ سکتا پس طویل امید سے پرہیز کرو کیونکہ کتنے آرزوئیں اور امیدیں رکھنے والے تھے جو اپنی امید و آرزو کو نہیں پہنچے اور کتنے لوگ ہیں کہ جنہوں نے ایسا مال جمع کیا جسے کھا نہیں سکے اور کتنی چیزوں کو لوگوں سے روک رکھا ہے،اور انہیں خود بھی چھوڑ کر چل دیئے ہیں اور شاید وہ مال باطل سے فراہم کیا ہے اور کسی حق سے منع کر کے اسے حرام طریقہ سے حاصل کیا ہے اور اسے ورثہ کے طور پر چھوڑ گیا ہے اور اس کا وزروبال اور بوجھ اپنے دوش پر اٹھا کر لے گیا ہے اور یہ زیاں روشن اور خسارہ واضح ہے۔

نیز زہری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جس بیماری میں علی بن الحسینؑ نے وفات پائی ہے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت ایک طبق آپ کی خدمت میں لے آئے جس میں روٹی اور کاسنی تھی مجھ سے فرمایا اس سے کھاؤ،میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں نے کھا لیا ہے فرمایا یہ کاسنی ہے میں نے عرض کیا کاسنی میں کیا فضیلت ہے،فرمایا اس کے ہر پتے پر جنت کے پانی کا ایک قطرہ ہوتا ہے اور وہ ہر درد کی دوا ہے،زہری کہتا ہے پس وہ کھانا اٹھا کر لے گئے اور روغن لے آئے آپ نے فرمایا اس کو بدن پر ملو،میں نے عرض کیا میں نے روغن ملا ہے فرمایا یہ روغن بنفشہ ہے میں نے عرض کیا بنفشہ کو دوسرے تیلوں پر کیا فضیلت ہے فرمایا کفضل الاسلام علی سائر الادیان جس طرح اسلام کو باقی ادیان پر فضیلت ہے اس کے بعد آپ کے فرزند محمد باقر علیہ السلام حضرت کے ہاں تشریف لائے آپ کافی دیر تک ان سے راز کی باتیں کرتے رہے میں نے سنا کہ آپ نے دوران گفتگو ان سے فرمایا علیک بحسن الخلق تجھ پر حسن خلق لازم ہے میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ امر وقضا خدا جو ہم سب پر آنے والی ہے اگر آجائے تو آپ کے بعد کس شخص کے پاس جائیں اور میرے دل میں یہ بات آئی تھی کہ حضرت اپنی وفات کی خبر دے رہے ہیں،فرمایا ابوعبداللہ میرے اس بیٹے کے پاس جاؤ اور آپ نے اپنے فرزند محمد علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا فرمایا یہی ہے میرا وصی میرا وارث میرے علم کا ظرف معدن علم(حلم)اور باقر علم میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ باقر العلم کا کیا معنی ہے،فرمایا وہ وقت قریب ہے کہ میرے خالص شیعہ اس کے پاس آئیں جائیں اور یہ ان کے سامنے علم کو واضح کرے اور کھول کھول کر بیان کرے جو اس کے واضح کرنے کا حق ہے زہری کہتا ہے کہ پھر آپ نے جناب محمد باقرؑ کو کسی ضرورت کے لئے بازار بھیجا جب واپس آئے تو میں نے عرض کیا اے فرزند رسول آپ نے اپنی اولاد میں سے بڑے بیٹے کو کیوں اپنا وصی نہیں بنایا،فرمایا امامت کا معیار چھوٹا بڑا ہونا نہیں،رسول خداؐ نے ہم سے اسی طرح عہد کیا ہے لوح اور صحیفہ میں ہم نے اسی طرح لکھا ہوا دیکھا ہے کہ وہ بارہ افراد ہوں گے کہ جن کی امامت تحریر ہے اور ان کے باپ اور ماؤں کے نام لکھے ہیں،اس وقت فرمایا کہ میرے بیٹے محمد کے صلب میں سے سات افراد اوصیاء ہوں گے کہ جن سے مہدی علیہ السلام بھی ہیں۔

شیخ کلینی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جب میرے والد کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے مجھے سینے سے لپٹا لیا اور فرمایا اے بیٹا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں جو میرے والد گرامی نے وقت شہادت مجھے کی تھی اور انہوں نے فرمایا تھا کہ مجھے میرے والد نے اپنی وفات کی وقت وصیت کی تھی کہ دیکھنا کسی ایسے شخص پر ہرگز ستم وزیادتی نہ کرنا کہ جس کا

خدا کے علاوہ تمہارے مقابلہ میں کوئی مددگار و یاور نہ ہو، اور بحار میں بصائر الدرجات سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت کا وقت احتضار آیا تو آپ نے اپنی اولاد کی طرف رخ کیا جو آپ کے گرد جمع تھی اور ان میں سے اپنے بیٹے امام محمد باقرؑ کی طرف توجہ کی اور فرمایا اے محمدؐ یہ صندوق وبکس اپنے گھر لے جاؤ، پھر فرمایا یہ معلوم رہے کہ اس صندوق میں دینار و درہم نہیں ہیں بلکہ یہ تو علم سے بھرا ہوا ہے اور ایک دوسری روایت ہے کہ اس صندوق کو چار افراد اٹھا کر لے گئے جو کتب اور اسلحہ رسول اللہؐ سے پر تھا، اور جلاالعیون اور بصائر الدرجات میں سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میرے والد امام باقرؑ فرمایا کرتے تھے کہ جب میرے والد امام زین العابدینؑ کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا میرے لئے وضو کا پانی لے آؤ جب میں لے آیا تو فرمایا پانی میں تو مردار پڑا ہے، میں اسے باہر لے گیا اور چراغ کے پاس اسے جا کر دیکھا تو اس میں چوہا مرا ہوا تھا اس کو انڈیل کر دوسرا پانی لے آیا کہ جس سے آپ نے وضو کیا، اور فرمایا یہ وہ رات ہے کہ جس میں میری وفات کا مجھ سے وعدہ ہوا ہے میرے ناقہ کو چھپر کے نیچے باندھ دو اور اس کے لئے گھاس مہیا کرو، پس حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب حضرت کو دفن کیا تو وہ ناقہ اپنے آپ کو چھڑا کر چھپر سے باہر نکلا اور آپ کی قبر کے پاس گیا بغیر اس کے کہ قبر کو دیکھا ہو اور اپنا سینہ قبر کے اوپر رکھ دیا اور نالہ وفریاد کرنے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے جب یہ اطلاع امام محمد باقرؑ کو ہوئی تو آپ اس ناقہ کے قریب گئے اور فرمایا اب چپ ہو جاؤ، اور واپس چلو خدا تمہیں برکت دے، پس ناقہ اٹھا اور اپنی جگہ پر واپس آ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ قبر کے پاس چلا گیا اور نالہ واضطراب کرنے اور رونے لگا اس وقت جب آپ کو اس کی خبر دی گئی تو فرمایا رہنے دو وہ بیتاب ہے اور وہ اسی طرح نالہ واضطراب کرتا رہا اور تین دن کے بعد فوت ہو گیا اور حضرت نے اس ناقہ پر بائیس حج کئے تھے، لیکن ایک تازیانہ بھی اسے نہیں لگایا اور علی بن ابراہیم نے سند حسن کے ساتھ امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ بن الحسینؑ اپنی وفات وشہادت کی رات بے ہوش ہو گئے اور جب طبیعت سنبھلی تو فرمایا ''الحمد الله الذی صدقنا وعده اور ثنا الارض نتبئو من الجنته حیث نشاء فنعهم اجر العالمین ''یعنی حمد ہے اس اللہ کے لئے جس نے ہم سے ایسا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہمیں زمین کا وارث قرار دیا، جنت میں جہاں چاہیں گے ہم رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے لئے بہترین اجر ہے یہ کہہ کر ریاض جنت کی طرف کوچ کر گئے۔

کلینی نے سند حسن کے ساتھ امام رضاؑ سے یہی روایت اس اضافہ کے ساتھ کی ہے کہ آپ نے سورہ اذا وقعت اور سورہ انا فتحنا کی تلاوت فرمائی اور اس کے اس آیت کی تلاوت کر کے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی، اور مدینتہ المعاجز میں محمد بن جریر طبری سے نقل کیا ہے کہ جب امام زین العابدینؑ کی وفات کا وقت آیا تو امام محمد باقرؑ سے فرمایا آج کون سی رات ہے عرض کیا کہ فلاں فلاں فرمایا مہینہ کی کتنی تاریخیں گزر گئی ہیں، عرض کیا اتنی فرمایا اس مہینہ کے کتنے دن رہ گئے ہیں، عرض کیا اتنے تو فرمایا یہ وہی رات ہے کہ جس میں مجھے وعدہ وفات دیا گیا ہے پس آپ نے فرمایا میرے لئے وضو کا پانی لے آؤ جب پانی حاضر کیا گیا تو فرمایا اس پانی میں چوہا ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ یہ بات آپ نے بیماری کے بوجھ سے کہی ہے جب چراغ لایا گیا اور اس پانی میں

دیکھا گیا تو اس میں چوہا تھا پس وہ پانی بہادیا، اور دوسرا پانی لے آئے کہ جس سے حضرت نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور جب رات ختم ہونے کے قریب پہنچی تو حضرت اس سرائے پر ملال سے دوسرے جہان کی طرف ارتحال فرما گئے، صلوات اللہ وسلامہ علیہ

دعوات راوندی سے نقل ہوا ہے کہ حضرت یہ کلمات اپنی وفات کے وقت بار بار کہتے تھے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوئی ''الھم الرحمنی فانك كريم اللھم ارحمنی فانك رحیم '' خدایا مجھ پر رحم فرما تو کریم ہے خدایا مجھ پر رحم کر تو رحیم ہے اور جب امام زین العابدینؑ کی وفات ہوگئی تو پورا مدینہ آپ کے ماتم میں یک آواز تھا، مرد عورت سیاہ وسفید چھوٹے اور بڑے آپ کی مصیبت پر نالاں اور زمین وآسمان سے آثار حزن وملال نمایاں تھے اور علی بن زید سے روایت ہوئی ہے اور اسی طرح زہری سے وہ کہتا ہے کہ میں نے سعید بن مسیب سے کہا کہ تم کہتے ہو کہ علیؑ بن الحسینؑ نفس زکیہ تھے اور ان کی کوئی نظیر نہیں، سعید کہنے لگا آپ ایسے ہی تھے اور کسی نے آپ کی قدر ومنزلت کو نہیں پہچانا، علی بن زید نے کہا خدا کی قسم کہ یہ تمہارے خلاف حجت محکم وارد ہے کہ تم نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، سعید کہتا ہے کہ اس طرح ہوتا تھا کہ قاری حضرات سفر مکہ کے لئے اس وقت تک نہ جاتے جب تک علی بن الحسینؑ تشریف نہ لے جاتے ایک سال حضرت تشریف لے چلے اور ہم بھی حضرت کے ساتھ روانہ ہوئے جب کہ ایک ہزار افراد تھے اور مقام سقیا پر ہم نے قیام کیا حضرت اترے اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور نماز کے بعد سجدہ میں گئے، آپ نے سجدہ میں تسبیح پڑھی پس کوئی درخت اور ڈھیلا آپ کے گرد نہیں تھا مگر یہ کہ وہ بھی حضرت کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے اور اہم اس حالت سے گھبرا گئے آپ نے سر مبارک سجدہ سے اٹھایا اور فرمایا اے سعید تم گھبرا گئے ہو، میں نے عرض کیا جی ہاں اے فرزند رسولؐ آپ نے فرمایا جب خداوند عالم نے جبریلؑ کو پیدا کیا تو اسے یہ تسبیح الہام فرمائی اور جب جبریلؑ نے یہ تسبیح پڑھی تو تمام آسمانوں نے اور جو کچھ ان میں تھا سب نے اس تسبیح میں اس کی موافقت کی اور یہ خدائے بزرگ کا اسم اعظم ہے اے سعید مجھے میرے والد نے اپنے والد سے رسول خداؐ سے جبریل سے اور اس نے خداوند عالم سے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو بندہ میرے بندوں میں سے مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور تیری (رسول خداؐ کی) تصدیق کرتا ہو اور تیری مسجد میں دو رکعت نماز لوگوں سے تنہائی میں پڑھے تو میں اس کے گزشتہ اور آئندہ گناہ معاف کر دوں گا، سعید کہتا ہے کہ میں نے کوئی گواہ علیؑ بن الحسینؑ سے افضل نہیں دیکھا جب کہ آپ یہ حدیث بیان کر رہے تھے پس جب آپ کی وفات ہوئی تو تمام نیک وبد آپ کے جنازہ کے لئے حاضر ہوئے اور تمام حضرت کو خیر وخوبی سے یاد کرتے تھے، اور تمام لوگ آپ کے جنازہ کے ساتھ گئے یہاں تک کہ اسے اس کی جگہ پر اتارا میں نے دل میں کہا کہ اگر مجھے ساری زندگی میں کوئی ایسا دن مل سکتا ہے کہ جس میں میں تنہائی میں دو رکعت نماز مسجد نبویؐ میں پڑھ سکوں تو وہ یہی دن ہے۔

اور ایک مرد اور عورت کے علاوہ کوئی اپنی جگہ پر موجود نہیں تھا اور وہ بھی آپ کی تشیع جنازہ کے لئے چلے گئے، اور میں اپنی جگہ پر رکا رہا تا کہ میں وہ نماز ادا کروں، اس وقت تکبیر کی آواز آسمان سے بلند ہوئی اور زمین سے اس کے جواب میں صدائے تکبیر بلند ہوئی پھر آسمان سے تکبیر کی آواز آئی اور زمین سے بھی اس کے جواب میں تکبیر بلند ہوئی میں ڈر کے مارے منہ کے بل گر پڑا، پس جو

آسمان میں تھے انہوں نے سات تکبریں کہیں اور جو زمین پر تھے انہوں نے بھی سات تکبریں کہیں، اور حضرت علیؑ بن الحسینؑ کی نماز جنازہ پڑھی جا چکی اور لوگ مسجد میں داخل ہوئے اور میں نہ وہ دو رکعت نماز پڑھ سکا اور نہ آپ کی نماز جنازہ میں شریک ہوا، راوی کہتا ہے میں نے کہا اے سعید اگر تیری جگہ پر میں ہوتا تو میں سوائے علیؑ بن الحسینؑ کی نماز جنازہ پڑھنے کے کسی چیز کو اختیار نہ کرتا لہذا تمہارا یہ کردار واضح خسارہ تھا، پس سعید رونے لگا اور کہنے لگا میں اس کام میں اپنی بھلائی چاہتا تھا کاش میں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی ہوتی کیونکہ میں نے ان جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا، اور کتاب جناب الخلود میں امام زین العابدینؑ کے مدفن کے متعلق فرمایا ہے کہ حضرت نے مدینہ طیبہ میں اپنے ہی گھر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں اپنے چچا بزرگوار کے پاس دفن ہوئے اور اس جگہ کی شرافت وعظمت بہت زیادہ ہے اور ان مکرم جگہوں میں سے ہے کہ جو شخص وہاں دفن ہو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگا، باشرائط ایمان صحیح جیسا کہ حدیث معتبرہ میں وارد ہے کہ ''الحجون والبقع یوخذان باطر افهما وینشر ان فی الجنة'' (حجون مکہ میں ایک قبرستان ہے) یعنی حجون وبقیع کو ان کے کناروں سے اٹھا کر جنبش دے کر جنت میں پھینک دیا جائے گا، اور آنجناب کے خصائص میں کہا گیا ہے آپ کے خصائص میں نمبر ۱ تالیف صحیفہ کاملہ ہے جو کہ مصحف اہل بیتؑ اور شیعوں کا عروۃ الوثقی ہے، نمبر ۲ نجابت عرب وعجم کا آپ میں جمع ہونا، ماں باپ کے اعتبار سے بقول رسول اکرمؐ کے ان الله من عباده خیر تین فخیر ته من العرب قریش والعجم فارس خداوند عالم کے اپنے بندوں میں سے دو قبیلے پسندیدہ ہیں عرب میں سے قریش اور عجم میں سے فارس لہذا آپ کا لقب ابن الخیرتین (دو پسندیدہ افراد کا بیٹا) نمبر ۳ حضرت سے اولاد رسولؐ کا منتشر ہونا اور پھیلنا اسی لئے آپ کو آدم بنی الحسین کہتے ہیں اور آپ پہلے بزرگوار ہیں جنہوں نے عزلت وگوشہ نشینی کو اختیار کیا اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سجدہ گاہ اور تسبیح خاک امام حسینؑ پر سجدہ وعبادت کی ہے، اور تمام مخلوق سے زیادہ گریہ کیا اور روئے ہیں، وارد ہوا ہے کہ رئیس البکائین (رونے والوں کے سردار) چار ہیں، آدمؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ اور امام زین العابدینؑ۔ مولف کہتا ہے کہ صحیفہ کاملہ وہی ادعیہ مبارکہ سجادیہ ہیں کہ جو اخت القرآن انجیل اہل بیتؑ اور زبور آل محمد سے ملقب ہیں، ابن شہر آشوب نے مناقب میں نقل کیا ہے کہ اہل بصرہ میں سے ایک فصیح وبلیغ شخص کے پاس صحیفہ کاملہ کی بات چھڑی تو وہ کہنے لگا خذو ا اعنی حتی املی علیکم مجھ سے لو میں تمہیں لکھواتا ہوں یہ کنایہ تھا اس سے کہ اپنی فصاحت کی وجہ سے میں تمہارے لئے اپنی طرف سے اس کا آغاز کرتا ہوں اور قلم ہاتھ میں لے کر سر نیچے کیا تا کہ لکھوائے اس کا سر نہ اٹھ سکا اور اس حالت میں جان دے دی۔

ساتویں فصل

سیدالساجدین امام زین العابدینؑ

کی اولاد کا تذکرہ

شیخ مفید اور صاحب فصول المہمہ فرماتے ہیں کہ آپ کی اولاد ذکور واناث پندرہ افراد ہیں، امام محمد باقر علیہ السلام جن کی کنیت ابوجعفر ہے آپ کی والدہ ام عبداللہ امام حسنؑ کی صاحبزادی ہیں اور عبداللہ، حسن، حسین ان کی ماں کنیز تھی زید وعمر ایک دوسری کنیز سے تھے حسین اصغر عبدالرحمن سلیمان ایک اور کنیز سے اور علی یہ علی بن الحسینؑ کی اولاد میں سب سے چھوٹے تھے اور خدیجہ ان دونوں کی ماں بھی کنیز تھی محمد اصغر اس کی ماں کنیز تھی فاطمہ علیہ ام کلثوم ان کی والدہ کنیز تھی، مولف کہتا ہے کہ علیہ وہی خاتون ہیں کہ جنہیں علماء رجال نے کتب رجال میں ذکر کیا ہے اور کہتے ہیں کہ اس مخدررہ نے ایک کتاب جمع کی تھی کہ جس سے زرارہ نقل کرتے ہیں اور خدیجہ محمد بن عمر بن علی بن ابی طالبؑ کی زوجہ تھی اب ہم تفصیل سے امام زین العابدینؑ کی اولاد کے حالات شروع کرتے ہیں۔

شیخ مفید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن علی رسول خداؐ اور امیر المومنینؑ کے صدقات کا متولی اور شخص فاضل وفقیہ تھا اس نے اپنے پدر بزرگوار کے واسطہ سے رسول خداؐ سے بہت سی احادیث کی روایت کی ہے، اور لوگوں نے ان سے بہت سے آثار نقل کئے ہیں، اس سے نقل شدہ روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا بہت زیادہ بخیل وہ شخص ہے کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور مجھ پر صلوات نہ پڑھے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہ بھی اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے جد بزرگوار امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت چور کا دایاں ہاتھ اس کی پہلی چوری میں کاٹتے تھے اور اگر وہ دوبارہ چوری کرتا تو اس کا بایاں پاؤں کاٹتے اور اگر تیسری دفعہ کرتا تو اس کو دائمی قید میں رکھتے۔

مولف کہتا ہے کہ عبداللہ کو عبداللہ الباہر اس کے حسن و جمال و درخشندگی رخسار کی وجہ سے کہتے تھے نقل ہے کہ جس محفل ومجلس میں بیٹھتے تو حاضرین کو اپنے فروغ حسن اور روشنی جمال سے نور عطا کرتے اور کچھ علماء کے نزدیک اس کی والدہ اما عبداللہ امام محمد باقرؑ کی والدہ ہے اور اس کی اولاد اس کے بیٹے محمد ارقط سے سمجھتے ہیں اور اس کی نسل میں سے عباس بن محمد بن عبداللہ بن علی بن الحسین علیہم السلام ہیں کہ جسے ہارون الرشید نے قتل کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ ایک دفعہ ہارون کے پاس گیا

اس کے اور ہارون کے درمیان چند باتوں کا ردوبدل ہوا اور آخر میں ہارون الرشید نے عباس سے کہا ''یا ابن الفاعلہ'' عباس نے کہا زنا کار تو تیری ماں تھی جو کہ اصل میں کنیز تھی اور غلام بیچنے والے اس کے بستر پر آمدورفت رکھتے تھے، ہارون کو اس بات سے بہت زیادہ غصہ آیا عباس کو اپنے پاس بلایا اور آہنی گرز اس پر مارا اور اسے قتل کر دیا، نیز اس کی نسل میں سے عبداللہ بن احمد الدخ بن محمد بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ الباہر ہے، صاحب عمدہ المطالب کہتا ہے کہ اس نے مستعین کے زمانہ میں خروج کیا اور اسے گرفتار کر لیا گیا، اور سرمن رای (سامرہ) میں لے گئے، اس کے اہل وعیال میں اس کی بیٹی زینب بھی تھی ایک مدت تک سامرہ میں رہے اور اس کے اہل وعیال امام حسن عسکریؑ کے ساتھ ملحق ہوئے، حضرت نے انہیں جناح رحمت وسایہ عاطفت میں جگہ دی اور اپنا دست مبارک زینب کے سر پر رکھا اور اپنی انگوٹھی اسے عنائت فرمائی اور وہ انگوٹھی چاندی کی تھی زینب نے اس کا حلقہ بنا کر اپنے کان میں ڈالا جب زینب کی وفات ہوئی تو وہ حلقہ اس کے کان میں تھا اور وہ سوسال زندہ رہی لیکن اس کے بال سیاہ تھے اور اس کا بھائی حمزہ بن احمد الرخ جو قمی کے لقب سے مشہور تھا کیونکہ وہ طبرستان سے قم میں آیا، جب کہ حسن بن زید کے بھائی حسین بن احمد کو کسی نے قتل کر دیا اور حمزہ کے ساتھ اس کے دو بیٹے ابوجعفر محمد اور ابوالحسن علی جو طبری زبان میں گفتگو کرتے تھے بھی تھے جب حمزہ نے قم میں سکونت اختیار کی اور اس کو اپنا وطن بنا لیا اور وجہ معاش کا اکتساب کیا اور وہیں رہا یہاں تک کہ اس کی وفات ہوئی، اور مقبرہ بابلان میں کہ جس میں معصومہ قم مدفون ہیں، دفن ہوا پس اس کا بیٹا ابوجعفر باپ کی وفات کے بعد رئیس و پیشوا ہوا اور چند صنعتیں قم میں ایجاد کیں اور وادی واشجان کا پل بنوایا، اور وہاں چونے اور مٹی کی ایک سرائے بنوائی اور وہ بھی مقبرہ بابلان میں دفن ہوا اور اس کا بیٹا ابوالقاسم علی جوان کامل وفاضل تھا اور قوت وشجاعت سے موصوف تھا، اور کئی جاگیریں علاوہ ان کے جو باپ سے اسے ترکہ میں ملی تھی اس نے حاصل کیں، اور پیشواء ومقدم سادات ہوا علویہ قم کی نقابت اس کے چچا علی بن حمزہ نقیب کے بعد اس کے سپرد ہوئی اور ۳۴۳ھ ہجری میں ایک ترکیہ کنیز سے ابوالفضل محمد اس کے ہاں پیدا ہوا، اور ماہ شوال ۳۴۵ھ میں حج پر گیا اور معزالدولہ اور سادات عراق وحجاز نے اس کی عزت وتوقیر کی اور ۳۴۶ھ میں قم واپس آیا اور ہمیشہ مقدم وپیشوا رہا، یہاں تک کہ وفات پائی اور اس کی وفات آخر شعبان ۳۴۷ھ میں ہوئی اور اسے اس کے باپ کے مشہد کے قریب والے قبہ میں دفن کیا گیا اور اس کا جد امجد محمد بن اسماعیل وہ شخص ہے کہ جس رجاء بن ابی ضحاک ۲۰۰ھ میں امام علی بن موسیٰ رضاؑ کے ساتھ مامون کے پاس لے گیا، خلاصہ یہ کہ معلوم ہوا کہ حمزہ قمی کی اولاد واعقاب نقباء اشراف تھے، نیز ان میں سے ابوالحسن علی الزکی نقیب رہے ہے اور وہ ابوالفضل محمد شریف کا بیٹا ہے کہ عنقریب اس کی طرف اشارہ ہوگا۔

ذکر امام زادہ جلیل سلطان محمد شریف کا کہ جس کی قبر قم میں ہے

معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بزرگوار سید جلیل القدر رفیع المنزلہ اور فاضل تھے، مکنی بابوالفضل بن سید جلیل ابوالقاسم علی نقیب قم بن ابوجعفر محمد بن حمزہ القمی بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ الباہر بن امام زین العابدینؑ اور اس سید شریف کا قم میں

بقعہ ومزار مشہور ہے، محلہ سلطان محمد شریف میں جو کہ اس کے نام سے مشہور ہے کہ اس کا باپ اور دو جد امجد اس کے علی و محمد اور حمزہ بھی قبرستان بابلان میں کہ جہاں معصومہ علیہا السلام مدفون ہیں دفن ہوئے ہیں، اور اس سید جلیل کے اعقاب میں سے کچھ حضرات نقباء اور ملوک ری ہیں ان میں سے سید اجل عزالدین ابوالقاسم یحییٰ بن شرف الدین ابوالفضل محمد بن ابوالقاسم علی بن عزالاسلام والمسلمین محمد بن السید الاجل نقیب النقباء اعلم ازھد ابوالحسن المطہر بن ذی الحسبین علی الزکی ابن السلطان محمد شریف مذکور ہے جو کہ ری قم اور دوسرے مقامات کا نقیب تھا اور اسے خوارزم شاہ نے قتل کیا تھا اور اس کی اولاد بغداد کی طرف منتقل ہوگئی اور یہ سید شریف بہت جلیل الشان اور بزرگ مرتبہ تھا اور اس سلسلہ میں کافی ہے کہ عالم جلیل محدث نبیل فقیہ نبیہ ثقہ ثبت معتمد حافظ صدوق شیخ منتخب الدین (جو کہ شیخ واستاد اصحاب اور یگانہ عصر تھا) جس کی وفات ۵۸۵ھ میں واقع ہوئی) نے اپنی کتاب فہرست مع کتاب الاربعین عن الاربعین من الاربعین فی فضائل امیر المومنینؑ اس جناب کے لئے تصنیف فرمائی اور فہرست کے باب یار میں فرمایا ہے کہ سید اجل مرتضی عزالدین یحییٰ بن محمد بن علی بن المطہر ابوالقاسم طالبین کا نقیب تھا اور عراق میں عالم وفاضل کبیر ہے تشیع کی چکی اس کے گرد چکر لگاتی ہے ''مع اللہ المسلمین والاسلام بطول بقایہ'' اپنے والد سعید اشرف الدین محمد اور اپنے اساتذہ قدس اللہ ارواحہم سے روایت احادیث کرتا ہے اور فہرست کی ابتداء میں اس کی بہت مدح وثنا کی ہے، منجملہ اس کے حق میں فرمایا ہے، سلطان عترت طاہرہ رئیس روسا شیعہ صدر علماء عراق قدوۃ الاکابر ''حجتہ اللہ علی الخلق ذی الشرفین کریم الطرفین سید امرآر السادات شرقا و غربا ملك السارۃ منبح لاسعادۃ کھف الامۃ سراج الملة عضو من اعضآء الرسول صلی اللہ علیه وآله وجرء من اجزآء الوصی والبتول الی غیر ذلك'' اور احمد الرخ کے فرزندوں میں سے ابوجعفر محمد بن احمد معروف بہ کوکبھی ہے اور اس کی نسل چلی ہے اور ان میں سے ابوالحسن احمد بن علی بن محمد کوکبی ہے اور وہ معزالدولہ بویہی کے زمانہ میں بغداد میں نقیب الفقہاء تھا اور ان میں سے ابوعبداللہ جعفر بن احمد الرخ تھا اور اس کی نسل چلی کہ جن میں سے الشریف النسابہ ابوالقاسم حسین بن جعفر الاحول بن حسین بن جعفر مذکور ہے جو ابن خداع کے نام سے مشہور تھا اور خداع ایک عورت تھی کہ جس نے اس کے دادا حسین کی تربیت کی تھی اور یہ سید مصر میں رہتا تھا اور کتاب المعقبین اس کی تصنیف ہے اور اس کی بھی نسل چلی۔

عمر الاشرف بن علی بن الحسینؑ اور اس کے بعض احفاد و اولاد کا ذکر۔

شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام فاضل وجلیل اور رسول خداؐ وامیر المومنینؑ کے صدقات کا متولی تھا اور صاحب ورع وسخاوت تھا، داؤد بن القاسم نے حسین بن زید سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے چچا عمر بن علی بن الحسینؑ کو دیکھا کہ جو اس سے صدقات امیر المومنینؑ کے باغات خرید کرتا اس سے شرط کرتے ہیں (یعنی جو لوگ میوہ جات بساتین و باغات وزراعات صدقات کو خریدتے) کہ وہ ان کی دیواروں میں شگاف رکھیں کہ اگر کوئی شخص ان میں داخل ہونا چاہے تو وہ اندر

جا سکے اور کسی کو منع نہ کریں جو کہ اس میں جا کر کچھ کھانا چاہے، مولف کہتا ہے کہ عمر بن علی مذکور اشرف کے لقب سے ملقب تھا اور اسے عمر اطرف کے مقابلہ میں اشرف کہتے تھے جو کہ امیر المومنینؑ کا بیٹا تھا، کیونکہ یہ عمر اس لحاظ سے کہ وہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا فرزند ہے اور اس شرف وشرافت کا مالک ہے اس سے اشرف ہے اور اس کو عمر اطرف کہتے ہیں کیونکہ اس کی فضیلت وجلالت ایک طرف سے ہے کہ وہ پدری نسبت امیر المومنینؑ سے رکھتا ہے اور ماں کی طرف سے شرافت نہیں رکھتا اور عمر اشرف ماں باپ دونوں کی طرف سے شرافت رکھتا ہے اور رجال کبیر میں ہے کہ عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام مدنی اور تابعین میں سے ہے اور ابو امامہ سہل بن حنیف سے روایت کرتا ہے اور اس کی وفات پینسٹھ (٦٥) یا ستر (٧٠) کی عمر میں ہوئی، (انتھی) واضح ہو کہ اشرف نے ام سلمہ دختر امام حسن علیہ السلام سے شادی کی، اور کتب انساب میں ہے کہ عمر اشرف کی ایک بیٹے سے اولاد چلی ہے اور وہ علی اصغر محدث ہے اور وہ امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتا ہے اور اس کی اولاد تین بیٹوں سے چلی ہے ابو علی قاسم الشجری اور ابو محمد حسن، اور معلوم رہے کہ عمر اشرف جد مادری ہے علم الہدیٰ سید المرتضیٰ اور اس کے بھائی سید رضی کا اور سید مرتضیٰ نے کتاب رسائل ناصریات کی ابتداء میں اپنا نسب شریف بیان کیا ہے اور اپنے مادری اجداد کے فضائل ذکر کئے ہیں یہاں تک فرمایا ہے، باقی رہے عمر بن علی ملقب باشرف تو وہ عظیم ایسادۃ جلیل القدر والمنزلت تھے، بنی امیہ اور بنی عباس دونوں کی سلطنت کے زمانہ میں اور صاحب علم تھے اور ان سے روایت حدیث ہوئی ہے ابو الجارود بن المنذر نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفرؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے بھائیوں میں سے کون سا شخص افضل ومحبوب تر ہے آپ کے نزدیک تو آپ نے فرمایا کہ عبداللہ تو میرا دست وبازو ہے کہ جس کے ساتھ میں حملہ کرتا ہوں اور یہ عبداللہ آپ کے پدری ومادری بھائی تھے اور عمر میری آنکھ ہے کہ جس سے میں دیکھتا ہوں اور زید میری زبان ہے کہ جس سے میں بولتا ہوں اور حسین حلیم وبردبار ہے "یمشی علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالو اسلاما" فقیر کہتا ہے کہ دونوں سیدوں (مرتضیٰ ورضی) کا نسب ماں کی طرف سے عمر اشرف کی طرف اس طریق پر ہے فاطمہ دختر حسین (حسن) بن احمد بن ابی محمد حسن بن علی بن عمر اشرف بن علی بن الحسین علیہ السلام اور ابو محمد حسن وہی ہے جو اطروش کے لقب سے ملقب ناصر کبیر مالک بلاد دیلم وظھور والعلم (پہاڑ) العلام (بہت علم رکھنے والا) صاحب مولفات کثیرہ کہ جن میں سے ایک کتاب صد مسئلہ (سو مسلہ) ہے کہ سید مرتضیٰ نے جس کی تصحیح کی ہے اور اس کا نام ناصریات رکھا ہے اور ایک کتاب انساب الائمہ وھو الیدھم ہے اور دو کتابیں امامت میں ہیں وغیرہ وغیرہ سنہ ۳۰۱ ہجری میں طبرستان میں آیا اور تین سال وتین ماہ طبرستان کا مالک رہا الناصر للحق کا لقب پایا اور لوگ اس کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ان کا معاملہ بہت عظیم ہوا اور سنہ ۳۰۴ھ میں مقام آمل میں وفات پائی ۹۹ (ننانوے) سال اور ایک قول ہے پچانوے سال عمر پائی ہے، اور اس کے بیٹے احمد کے علاوہ بھی اس کا ایک بیٹا تھا بنام ابو الحسن علی جو مذہب امامیہ پر تھا اور زیدیہ کی ہجو کرتا تھا اور عبداللہ معز کے قصائد پر نقض واعتراض کرتا ہے جو اس نے علومین کی مذمت میں کہے تھے، مسعودی نے مروج الذہب میں کہا ہے کہ سنہ ۳۰۱ھ میں علی اروش نے بلاد طبرستان ودیلم میں ظہور وخروج کیا اور مسودہ کو وہاں سے نکال دیا اور اطوش مذکور شخص عالم وبافہم اور آراء ونظریات ومذاہب سے عارف تھا اور ایک مدت تک دیلم میں

رہا اور دیلم کے لوگ کافر و مجوسی تھے اطروش نے انہیں خدا کی طرف دعوت دی وہ لوگ ان کے ہاتھوں مسلمان ہو گئے اور دیلم کے علاقہ میں اس نے کئی مسجدیں بنائیں، انتھی

خلاصہ یہ کہ فاطمہ والدہ مرتضیٰ ورضی سیدین ظاہرا وہی خاتون ہیں کہ شیخ مفید نے جس کے لئے کتاب احکام النساء تالیف کی تھی اور اس مخدرہ کو سیدہ جلیلہ فاضلہ ادام اللہ اعزاز ہا سے تعبیر کیا ہے، نیز کتب معتبرہ میں منقول ہے کہ شیخ مفید نے ایک رات عالم خواب میں دیکھا کہ حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا شیخ کی مسجد میں اپنے دونوں نور چشم حسنؑ وحسینؑ کے ساتھ وارد ہوئیں، جب کہ وہ چھوٹے بچے ہیں اور انہیں شیخ کے سپرد کیا اور فرمایا علمهما الفقه ان دونوں کو فقہ کی تعلیم دو، شیخ حال تعجب میں بیدار ہوئے جب دن چڑھا تو فاطمہ والدہ سیدین اپنی کنیزوں اور دونوں بیٹوں مرتضیٰ ورضی کے ساتھ تشریف لائیں جب کہ وہ چھوٹے بچے تھے جب شیخ کی نگاہ اس مخدرہ پر پڑی تو ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور انہیں سلام کیا اس مخدرہ نے فرمایا اے شیخ یہ دونوں بچے میرے بیٹے ہیں انہیں اس لئے لائی ہوں کہ انہیں فقہ کی تعلیم دو، جب شیخ نے یہ سنا تو رونے لگے اور اپنا خواب اس بی بی کے سامنے ذکر کیا اور انہیں تعلیم دینے میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ وہ شہزادے اس مرتبہ رفیعہ اور مقام معلوم فضائل وکمالات وجمع علوم پر فائز ہوئے اور جب اس سیدہ جلیلہ کی وفات ہوئی تو سیدرضی نے ان کا مرثیہ کہا۔

کہ جس کے چند اشعار یہ ہیں:

ابكيك لو نفع الغليل بكائى
وارد لو ذهب المقال بدائى
والوذ بالصبر الجليل تعزيا
لوكان فى الصبر الجميل عزائى
لو كان مثلك كل ام برة
غنى البنون بها عن الآبآء

نیز عمر اشرف کی نسل سے ہے محمد بن قاسم العلوی جو کہ معتصم کے زمانہ میں قید و گرفتار ہو گیا تھا اور مناسب ہے کہ ہم یہاں اس کے حالات کی طرف اشارہ کریں۔

ابو جعفر محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن امام زین العابدین علیہ السلام کی قید کا ذکر۔

اس کی والدہ صفیہ دختر موسیٰ بن عمر بن علی بن الحسین تھی وہ شخص صاحب عبادت و زہد و ورع وعلم وفقیہ و دین تھا پشمینہ کا

لباس پہنتا تھا، اور معتصم کے زمانہ میں اس نے کوفہ میں خروج کیا اور معتصم اس کے دفاع کے لئے تیار ہوا، محمد کو اپنی جان کا خطرہ ہوا تو وہ خراسان کی طرف چلا گیا، اور خراسان کے شہروں سے پے در پے نقل وانتقال کرتا رہا کبھی مرو میں سرخس کبھی طالقان اور کبھی فسار میں منتقل ہوتا اور اسے کئی جنگیں اور معرکے درپیش آئے اور بہت سے لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اور اس کی اطاعت وانقیاد وامرا کا رشتہ اپنی گردن میں ڈالا، ابوالفرج نے نقل کیا ہے کہ تھوڑے سے وقت میں چالیس ہزار افراد نے اس کی بیعت کر لی، ایک رات اس نے وعدہ کیا کہ اس کا لشکر جمع ہورات کو اس نے رونے کی آواز سنی تو اس کی تحقیق کرنے لگا اسے معلوم ہوا کہ اس کے ایک لشکری (سپاہی) نے ایک جولا ہے کا نمدہ (جو زین کے نیچے موٹا کپڑا ڈالا جاتا ہے) زبردستی چھین لیا ہے اور یہ گریہ اس جولا ہے کا ہے محمد نے اس شخص ظالم وغاصب کو بلایا اور اس قبیح فعل کا سبب اس سے پوچھا، وہ کہنے لگا ہم آپ کی بیعت میں اس لئے داخل ہوئے ہیں تاکہ لوگوں کا مال کھائیں، اور جو کچھ چاہیں کرتے پھریں محمد نے حکم دیا کہ اس شخص کا نمدہ لے کر اسے واپس کر دیں، اس وقت فرمایا ایسے لوگوں کے ساتھ مل کر خدا کے دین کی مدد نہیں کی جا سکتی حکم دیا کہ لشکر کو منتشر کر دیا جائے جب لوگ پراگندہ ہو گئے تو محمد اپنے خواص اصحاب کے ساتھ جو کہ اہل کوفہ وغیرہ تھے اسی وقت طالقان کی طرف چلا گیا، اور مرو دلقان کے درمیان چالیس فرسخ کی مسافت ہے جب طالقان پہنچا تو بہت سے لوگوں نے ان کی بیعت کر لی، عبداللہ بن طاہر نے (جو کہ معتصم کی طرف سے نیشاپور کا والی وگورنر تھا) حسین بن نوح کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا جب حسین کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا اور جنگ ہوئی تو اس لشکر میں محمد کے لشکر سے مقابلہ کی طاقت نہ رہی اور وہ شکست کھا گیا، دوبارہ عبداللہ بن طاہر نے بہت سا لشکر حسین کی مدد کے لئے بھیجا، حسین چند کمین گاہیں ترتیب دے کر محمد سے لڑنے کے لئے آیا، اس دفعہ غلبہ وفتح حسین کو حاصل ہوا اور محمد کے ساتھی شکست کھا گئے محمد بچ چھپ کر نسا شہر کی طرف چلا گیا، عبداللہ بن طاہر نے ایک جاسوس روانہ کیا جس نے نساء میں محمد کے مکان کا پتہ لگایا اس وقت ابراہیم بن غسان کو بارہ ہزار سوار کے ساتھ منتخب کر کے حکم دیا کہ وہ ایک راہ شناس کی رہبری سے نساء کی طرف جائے اور اس گھر کا اچانک احاطہ کرے جس میں محمد ہے اور اس کو گرفتار کر کے لے آئے، پس ابراہیم بن غسان نے راہ شناس کی رہبری میں ان سواروں کے ساتھ نساء کی طرف کوچ کیا، اور تیسرے دن نساء میں پہنچے اور جا کر اس گھر کو گھیر لیا، جس میں محمد تھا پس ابراہیم اس گھر میں داخل ہوا اور اس نے محمد بن قاسم کو ابوتراب سمیت جو کہ محمد کے خواص میں سے تھا گرفتار کر لیا اور قید وبند میں جکڑ کر نیشاپور لوٹ آیا اور چھ دن میں نیشاپور پہنچ گیا اور محمد کو عبداللہ بن طاہر کے سامنے پیش کیا، عبداللہ کی جب نگاہ قید وبند بوجھ وثقالت پر پڑی تو کہنے لگا اے ابراہیم تو خدا سے نہیں ڈرا کہ اس خدا کے صالح بندے کو تو نے اس طرح قید وزنجیر میں بند کیا ہوا ہے، ابراہیم نے کہا اے امیر تیرے خوف نے مجھے خوف خدا سے روک رکھا تھا، پس عبداللہ نے حکم دیا کہ اس کی قید میں تخفیف کی جائے اور تین ماہ تک اسے نیشاپور میں رکھا اور اس خیال سے کہ اس کا معاملہ لوگوں سے پوشیدہ رکھے حکم دیا کہ کچھ محمل تیار کر کے خچروں پر کسے جائیں اور انہیں بغداد بھیجا جائے، اور انہیں وہاں سے واپس لایا جائے تاکہ لوگ یہ گمان کریں کہ محمد کو بغداد بھیج دیا گیا ہے، جب تین ہفتے گزر گئے تو ابراہیم بن غسان کو حکم دیا کہ تاریک رات میں محمد کو بغداد لے جائے، جب جانے

لگے تو عبداللہ نے کئی نفیس چیزیں محمد کے سامنے پیش کیں کہ ان میں سے وُہ جو چاہے اپنے ساتھ لے جائے محمد نے کوئی چیز قبول نہ کی سوائے ایک قرآن کے جو عبداللہ بن طاہر کا تھا اسے اپنے ساتھ لے لیا، خلاصہ یہ کہ جب بغداد کے قریب پہنچے تو محمد کے آنے کی خبر معتصم کو دی گئی، معتصم نے کہا کہ سر پوش محمد کے محمل سے اٹھا دیا جائے اور عمامہ اس کے سر سے اتار لیا جائے تا کہ سر ننگے محمد شہر میں داخل ہو، پس محمد کو اس طرح سے نوروز کے دن ۲۱۹ھ ہجری بغداد میں وارد کیا گیا اور معتصم کے لشکر کے ذلیل واوباش لوگ محمد کے آگے آگے لہو ولعب اور رقص وطرب میں مشغول تھے اور معتصم ایک اونچی جگہ سے یہ منظر دیکھ کر ہنس رہا تھا، اور محمد کو اس دن بہت زیادہ غم ودکھ ہوا حالانکہ کبھی بھی حالت گھبراہٹ وانکساری شدائد وسختیوں میں اس سے نہیں دیکھی گئی تھی، پس محمد رو پڑے اور عرض کیا خدایا تو جانتا ہے کہ میرا مقصد سوائے اس منکر کے اٹھ جانے اور ان اوضاع وکیفیات کے بدلنے کے اور کچھ نہ تھا اور ان کی زبان تسبیح واستغفار میں مصروف تھی، اور ان لوگوں پر نفرین کر رہے تھے معتصم نے مسرور کبیر کو حکم دیا کہ انہیں قید میں رکھے پس محمد کو ایک سرداب میں جو کنوئیں کی مانند تھا کہ جس کی بدحالی سے قریب تھا کہ وہ ہلاک ہو جائیں قید کیا گیا اور اس جگہ کے سخت ہونے کی خبر معتصم کو دی گئی تو اس نے حکم دیا کہ وہاں سے انہیں نکال لیا جائے اور ایک باغ میں ایک گنبد میں قید کیا گیا، اور ایک گروہ کو ان کی نگہبانی کے لئے مقرر کر دیا اس کے بعد مورخین میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ انہیں زہر دیا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے کسی تدبیر سے اپنے آپ کو قید سے نکالا اور واسط میں پہنچ گئے اور وہاں ان کی وفات ہوئی اور ایک قول ہے کہ وہ معتصم اور واثق کے زمانہ میں زندہ تھے اور چھپ کر زندگی بسر کرتے رہے یہاں تک کہ متوکل کے زمانہ میں انہیں گرفتار کر کے قید خانہ میں بند کر دیا گیا، یہاں تک کہ زندان ہی میں وفات پائی۔

عمر اشرف کی نسل میں سے ہے امام زادہ جعفری جو وامغان میں مشہور اور صاحب بقعہ وبارگاہ ہیں اور ان کا نسب نامہ جس طرح کہ اس بقعہ پر لکھا ہوا ہے اس طرح ہے کہ ہذا قبر الامام الہمام المقتول قرۃ عین الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ جعفر بن علی بن حسن بن علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہ اور یہ اس امام زادہ جعفر کے علاوہ ہیں جو کہ ری میں قتل ہوئے تھے، کیونکہ وہ تو جعفر بن محمد بن جعفر بن حسن بن علی بن عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام ہیں، جیسا کہ مقاتل الطالبین میں ہے اور جاننا چاہیے کہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں کہا ہے کہ قبر النذ ور ایک مشہد وقبر ہے بغداد کے باہر سور البلد سے آدھے میل کے فاصلہ پر اور اس قبر کی لوگ زیارت کرتے ہیں اور اس کے لئے نذر کرتے ہیں اور قاضی تنوخی بغدادی سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں عضد الدولہ کے ساتھ جب وہ بغداد سے ہمدان کے ارادہ سے روانہ ہوا تھا، اس کی نگاہ قبر النذ ور کی بناء پر پڑی تو مجھ سے پوچھا اے قاضی یہ عمارت کیسی ہے میں نے کہا اطال اللہ بقاء مولانا ہمارے آقا کو خدا طویل مدت تک باقی رکھے یہ مشہد النذ ور ہے اور میں نے قبر النذ ور نہ کہا، کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ لفظ قبر یا اس سے چھوٹے لفظ سے برا شگون لیتا ہے، عضد الدولہ کو میری یہ بات پسند آئی، وہ کہنے لگا میں جانتا تھا کہ یہ قبر النذ ور ہے مراد اس سوال سے اس کے حالات کی تفصیل تھی، میں نے کہا یہ قبر عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ہے، بعض خلفاء چاہتے تھے کہ اسے مخفیانہ قتل کریں تو حکم دیا کہ اس جگہ زمین کھودی

جائے زبیہ کی طرح (اور وہ ایک گہرا گڑھا ہوتا ہے جو شیر کو شکار کرنے کے لئے بناتے ہیں) اور اس کو اوپر سے ڈھانک دیا، عبداللہ وہاں سے گذرا تو اسے معلوم نہیں تھا پس وہ اس میں گر گیا اور اوپر مٹی ڈال دی گئی، اور وہ زندہ زمین میں دفن ہو گئے اور یہ قبر نذور کے نام سے مشہور ہو گئی کیونکہ جو شخص کسی مقصد کے لئے وہاں کی نذر کرتا ہے تو وہ اپنے مقصد کو پالیتا ہے، عضدالدولہ نے یہ بات قبول نہ کی اور کہنے لگا کہ یہ نذریں اتفاقاً پوری ہو گئی ہوں گی اور ان چیزوں کا منشاء عوام لوگ ہیں جو دوکانیں بنانا چاہتے ہیں اور باطل قسم کی چیزیں نقل کرتے ہیں، قاضی کہتا ہے میں خاموش ہو گیا، چند دنوں کے بعد عضدالدولہ نے مجھے بلایا اور قبر النذور کے سلسلہ میں میری تصدیق کی اور کہنے لگا، اس کی نذر مجرب ہے میں نے ایک بہت بڑے کام کے لئے نذر کی تھی اور میرا مطلب پورا ہو گیا۔

زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کا تذکرہ اور ان کی شہادت

شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ زید بن علی بن الحسین علیہ السلام امام محمد باقرؑ کے علاوہ اپنے باقی بھائیوں سے بہتر اور سب سے افضل تھے، عابد و زاہد فقیہ و سخی اور شجاع تھے اور تلوار لے کر ظہور کیا، امر بمعروف و نہی عن المنکر اور خون امام حسینؑ کا مطالبہ کیا، پھر ابوالجارود اور زیاد بن المنذر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں مدینہ میں گیا اور جس کسی سے زید کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ حلیف القرآن ہے یعنی ہمیشہ قرآن کی تلاوت میں مشغول رہتا ہے اور خالد بن صفوان سے منقول ہے اس نے کہا کہ زید خوف خدا سے اتنا روتے تھے کہ ان کے آنکھوں کے آنسو ناک کے پانی سے مل جاتے تھے، اور بہت سے شیعہ ان کی امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اس عقیدہ کا سبب زید کا تلوار لے کر خروج کرنا اور لوگوں کو رضائے آل محمدؐ کی طرف دعوت دینا تھا، لوگوں نے گمان کیا کہ ان کی مراد اس لفظ سے اپنی ذات تھی حالانکہ ان کا مقصد یہ نہیں تھا کیونکہ زید جانتے اور پہچانتے تھے کہ ان کے بھائی امام محمد باقر علیہ السلام مستحق امامت ہیں اور بوقت وفات ان کی وصیت سے حضرت صادق علیہ السلام ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ کمالات نفسانی کے ظہور کے ساتھ زید بن علی کے مجاہدات ان کی توصیف سے بے پرواہ کر دیتے ہیں، ان کے فضل و شجاعت کا آوازہ مشہور اور ان کی تلوار و نیزہ کا اثر زبانوں سے مذکور ہے اور یہ چند اشعار ان کے فضل و شجاعت کی تعریف کی کتاب مجالس المومنینؒ میں سطور ہیں۔

فلما　تردی　باالحمائل　وانتھی
یصرل　باطراف　القنی　لذوابل
تبینت　الاعداء　ان　سنانه
یطیل　حنین　الامھات　الثواکل
تبین　فیه　مینھم　العزوالتقی

ولیدا یفدی بین ایدی القوابل

سید اجل سید علی خاں نے شرح صحیفہ میں فرمایا ہے کہ زید بن علی بن الحسینؑ کی کنیت ابوالحسن تھی انکی والدہ کنیز تھی اوران کے مناقب عدد وشمار سے زیادہ ہیں اور وہ سید والانسب حلیف القرآن کے لقب سے موصوف تھے کیونکہ کسی وقت بھی تلاوت قرآن سے کنارہ کش نہ رہتے، ابونصر بخاری ابن جارود سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ میں گیا، اور جس کسی سے زید کے متعلق پوچھا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اس حلیف القرآن کو چاہتے ہو اس مسجد کے ستون کے متعلق پوچھتے ہو کیونکہ کثرت نماز کی وجہ سے انہیں اس نام سے پکارتے تھے پھر سید نے مفید کی وہ گفتگو نقل کی ہے جو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اس کے بعد کہا کہ اہل تاریخ نے کہا ہے کہ زید کے خروج کا اور ان کی بنی مروان کی اطاعت سے سرتابی کا سبب یہ تھا کہ زید خالد بن عبدالملک بن حرث بن حکم امیر مدینہ کی شکایت کے لئے مدینہ سے ہشام بن عبدالملک کی طرف روانہ ہوئے، ہشام انہیں دربار میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں دیتا تھا، زید اپنے مطالب لکھتے تو ہشام خط کے نیچے لکھ دیتا کہ اپنے علاقہ میں واپس چلے جاؤ اور زید فرماتے کہ خدا کی قسم میں کبھی بھی ابن حرث کے پاس لوٹ کے نہیں جاؤں گا، خلاصہ یہ کہ ایک مدت تک زید وہاں رہے اس کے بعد ہشام نے اجازت دی کہ وہ اس کے دربار میں حاضر ہوں جب زید اس کے سامنے بیٹھ گیا تو ہشام نے کہا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم خلافت کی تلاش اور اس مرتبہ کی آرزو رکھتے ہو، حالانکہ تمہارا یہ مقام ومرتبہ نہیں ہے کیونکہ تم ایک کنیز کے بیٹے کے علاوہ کچھ نہیں ہو، زید نے کہا تمہاری اس بات کا جواب ہوسکتا ہے ہشام نے کہا کہو، فرمایا کوئی شخص خدا کے ہاں اس شخص سے اولیت نہیں رکھتا کہ جسے اس نے پیغمبر بنا کے بھیجا اور وہ اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام ہے جو کہ کنیز کا بیٹا تھا اور خداوند عالم نے اس برگزیدہ قرار دیا، اور حضرت خیر البشر کو اس کے صلب سے پیدا کیا، پس کچھ باتیں زید وہشام کے درمیان ردوبدل ہوئیں بالآخر ہشام نے کہا کہ اس احمق نادان کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر لے جاؤ، پس زید کو باہر لے گئے اور چند افراد کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کر دیا، یہاں تک کہ انہیں حدود شام سے نکال دیا جب وہ لوگ زید سے الگ ہو گئے تو زید عراق کی طرف پلٹے اور کوفہ میں پہنچے کوفہ کے لوگ ان کی بیعت کے لئے تیار ہو گئے، مسعودی نے مروج الذہب میں کہا ہے کہ زید کے خروج کا سبب یہ تھا کہ وہ رصافہ میں (جو کہ قطسرین کے علاقہ میں ہے) ہشام کے پاس گئے جب وہ مجلس میں داخل ہوئے تو انہیں کوئی جگہ بیٹھنے کے لئے نہ ملی اور نہ لوگوں نے ان کو بیٹھنے کے لئے جگہ دی، مجبوراً وہ آخر میں بیٹھ گئے اور ہشام کی طرف رخ کیا اور فرمایا کوئی شخص اس سے بڑا نہیں کہ وہ خدا سے ڈرے اور کوئی شخص حقیر نہیں تقویٰ خدا کے بغیر میں تجھے وصیت کرتا ہوں خدا سے ڈرنے کی، پس اس سے ڈرو ہشام کہنے لگا خاموش رہو لا ام لك (تمہاری ماں مرے) تم وہ شخص ہو کہ خلافت کا تصور وخیال لئے پھرتے ہو حالانکہ تم کنیز کے بیٹے ہو، زید کہنے لگا تیری بات کا جواب ہوسکتا ہے اگر چاہو تو جواب دوں ورنہ خاموش رہوں کہنے لگا کہو، فرمایا ''ان الامهات لا يقعن بالرجال عن الغايات'' ماؤں کے رتبہ کی پستی بیٹوں کی قدر ومنزلت کی پستی کا سبب نہیں بنتی اور یہ بات انہیں ترقی اور غایتوں اور مقاصد تک پہنچنے سے مانع نہیں ہوتی اس وقت کہا کہ جناب اسماعیلؑ کی والدہ اسحاقؑ کی والدہ کی کنیز تھی، باجودیکہ ان

کی والدہ کنیز تھی خداوند عالم نے انہیں مبعوث برسالت کیا اور انہیں عربوں کا باپ قرار دیا، اور ان کے صلب سے پیغمبر خاتمؐ کو نکالا اب تم مجھے ماں کا طعنہ دیتے ہو حالانکہ میں علیؑ و فاطمہؑ کا بیٹا ہوں، صلوات اللہ علیہما پس کھڑے ہوگئے اور یہ اشعار پڑھے:

شردة الخوف وازدیٰ به
كذاك من يكره حر الجلاد
قد كان في الموت له راحة
والموت حتم في رقاب العباد
ان يحدث الله له دولة
يترك اثار العدیٰ كا الرماد

ہشام کے دربار سے باہر نکلے اور کوفہ کی طرف چلے گئے، قراء و اشراف کوفہ نے ان کی بیعت کر لی، پس زید نے خروج کیا اور یوسف بن عمر ثقفی جو ہشام کی طرف سے عراق کا گورنر تھا وہ ان سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہوا، جب جنگ کا تنور گرم ہوا تو اصحاب زید نے دھوکہ دینا شروع کیا، بیعت توڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور زید تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ باقی رہ گئے اور پے در پے گھمسان کی لڑائی کرتے رہے، یہاں تک کہ رات ہوگئی اور فوج نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا اور زید کو بہت زخم لگ چکے تھے اور ایک تیر ان کی پیشانی پر لگا ہوا تھا، پس قراء کوفہ میں سے ایک کے ذریعہ حجام کو بلایا گیا تا کہ وہ آپ کی پیشانی سے تیر نکالے جب اس حجام نے تیر نکالا تو زید کی روح جسم سے پرواز کر گئی، اسی وقت ان کا جنازہ اٹھایا گیا اور انہیں پانی کی نہر میں دفن کر دیا اور ان کی قبر مٹی اور گھاس پھوس سے بھر دی گئی اور اس پر پانی جاری کر دیا گیا، اور اس حجام سے عہد و پیمان لیا گیا کہ وہ یہ بات ظاہر نہیں کرے گا جب صبح ہوئی تو حجام یوسف کے پاس گیا اور زید کے دفن کی جگہ کا نشان بتا دیا، یوسف نے زید کی قبر کھدوا کر ان کی میت باہر نکالی اور سر جدا کر کے ہشام کے لئے بھیج دیا، اور ہشام نے اسے خط لکھا کہ زید کا لاشہ برہنہ کر کے اسے سولی پر لٹکا دیا جائے، یوسف ملعون نے کناسہ کوفہ میں انہیں برہنہ سولی پر لٹکایا اور اس واقعہ کی طرف بنی امیہ کے ایک شاعر نے آل ابو طالبؑ اور ان کے شیعوں کو خطاب کرتے ہوئے اشارہ کیا اور کہا ہے۔

صلبنا لكم زيدا على جذع نخلة
ولم ارمهد يا على الجذع يصلب

ہم نے تمہارے زید کو کھجور کے تنے کے ساتھ سولی پر لٹکایا اور میں نے کوئی مہدی نہیں دیکھا کہ وہ کسی تنے کے ساتھ لٹکایا جائے اور ایک مدت کے بعد ہشامؒ نے یوسفؒ کو لکھا کہ زید کی لاش کو آگ میں جلایا جائے اور ان کی خاک فضا میں بکھیر دی جائے، ابوبکر بن عیاش اور ایک گروہ علما نے ذکر کیا ہے کہ زید پچاس ماہ تک برہنہ سولی پر کناسہ کوفہ میں لٹکے رہے، لیکن کوئی شخص ان کی شرمگاہ نہ دیکھ سکا کیونکہ خداوند عالم نے اسے مستور قرار دیا تھا، اور جب ولید بن یزید بن عبدالملک کی سلطنت کا زمانہ آیا اور یحییٰ

بن زید نے خراسان میں خروج کیا تو ولید نے اپنے کوفہ کے گورنر کو لکھا کہ زید کو ان کی سولی کے ساتھ جلا دو، پس زید کو جلا کر ان کی خاک میں فرات کے کنارہ فضا میں بکھیر دی گئی، نیز مسعودی نے کہا ہے کہ ہیثم بن عدی طائی نے عمرو بن ہانی سے حکایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم سفاح کے زمانہ میں علی بن عبداللہ عباسی کے ساتھ بنی امیہ کی قبریں کھودنے کے لئے گئے تو ہم ہشام کی قبر کے پاس پہنچے اس کی لاش قبر سے باہر نکالی، تو اس کے سب اعضاء ابھی تک صحیح سالم تھے سوائے اس کی بینی کے عبداللہ نے ستر تازیانے اس کے بدن پر لگائے پھر اسے جلا دیا، اس کے بعد ہم علاقہ وابق کی طرف گئے اور سلیمان کو اس کی قبر سے نکالا اس کے جسم کا کوئی حصہ باقی نہیں تھا سوائے اس کی پشت پسلیوں اور سر کے، اس کو بھی جلا دیا اور اسی طرح کیا ہم نے بنی امیہ کے باقی مردوں کے ساتھ جن کی قبریں قنسرین میں تھیں پھر ہم دمشق کی طرف گئے اور ولید بن عبدالملک کی قبر اکھاڑی اس میں سے کوئی چیز بھی باقی نہیں تھی، پھر عبدالملک کی قبر کھودی تو اس میں سے بھی کوئی چیز نہیں تھی سوائے اس کے سر کے اس حصہ کے جس سے آنسو آنکھوں کی طرف آتے ہیں، پھر یزید بن معاویہ کی قبر کھودی سوائے ایک ہڈی کے اس میں کچھ نہیں تھا، البتہ اس کی لحد میں سیاہ طویل خط ہم نے دیکھا اس طرح معلوم ہوا، جیسا کہ طول لحد میں راکھ ڈال دی گئی ہے پھر ہم نے ان کی قبروں کو دوسرے شہروں میں تلاش کیا اور جو قبریں ملیں سب کو جلایا، مسعودی کہتا ہے کہ یہ خبر ہم نے یہاں اس نامناسب کردار کی وجہ سے ذکر کی ہے جو ہشام نے زید بن علی کے ساتھ برتا اور جو کچھ اس نے دیکھا یہ اس کے کردار کا بدلہ تھا۔ انتھی

خود لحد گوید بظالم کیستی
ظالما دربیت مظلم چیستی
ظالمان راکاش جان درتن مبار
کہ حر یقش آتش اندر سن فتاد
نیکو ان را خو فہا از من بود
اے عجب ظالم زمن ایمن بود
خانہ ظالم بد نیا شد خراب
من براد پائندہ تا یوم الحساب

اس گردوں گردان نے ہزار ہا عبدالملک اور مروان کو ملک و جان سے بے نصیب کر دیا ہے، اور اس روزگار خون آشام نے ہزار ہا ولید و ہشام کو دوا ہی حسام کے ہاتھ لگائے ہیں اور اس فلک سبز فام نے بہت سے جبابرہ اور تبابعہ کو ناکام کر دیا اور بہت سے بادشاہوں کو خزانہ وکلا کے باوجود فراز کاخ سے نشیب خاک سیاہ میں اتارا ہے اور بہت سے شہر یاران فیروز بخت کو فراز تخت سے تختہ تابوت پر پھینک دیا ہے۔

تعجب ہے کہ کتنی دفعہ دیکھا اور سنا ہے کہ گزشتہ زمانہ کے ستمگروں نے کتنے ظلم و ستم کئے ہیں، اور کتنے خون ناحق بہائے ہیں

اور کتنے مال جمع کئے اور حریر و دیباج کے کیسے کیسے لباس پہنے ہیں اور کیسے تخت و تاج آراستہ کئے ہیں، اور کیسی بناء مشید اور بنیاد و سد بنائیں اور بالآخر کیسے وبال جان کے ساتھ واپس گئے اور کون سے خیالات لے کر قبر میں گئے اور سوائے برے اعمال کے کوئی نشان نہیں چھوڑ گئے۔

شیخ صدوق نے حمزہ بن حمران سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نے فرمایا اے حمزہ کہاں سے آرہے ہو، میں نے عرض کیا کہ میں کوفہ سے آرہا ہوں، حضرت یہ بات سن کر رونے لگے اتنے روئے کہ آپ کے محاسن شریف آنکھوں کے آنسو سے تر ہو گئے، میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ اتنا گریہ فرمارہے ہیں، فرمایا میں اس لئے رو رہا ہوں کیونکہ مجھے میرے چچا زید اور وہ مصائب یاد آئے ہیں جو انہیں پہنچے میں نے عرض کیا کون سی بات آپ کے دل میں آئی ہے فرمایا مجھے ان کی شہادت یاد آئی ہے جب کہ تیر ان کی پیشانی پر لگا ہوا تھا اور وہ گر پڑے تو ان کا بیٹا یحییٰ ان کے پاس آیا اور اس نے اپنے آپ کو ان پر گرا دیا اور کہا اے بابا آپ کو بشارت ہو کہ آپ ابھی رسول خداؐ، علی و فاطمہ و حسنؑ و حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوں گے، زید نے کہا ایسا ہی ہے اے بیٹا پس ایک لوہار کو بلایا گیا تا کہ وہ تیر کو نکالے جب تیر ان کی پیشانی سے نکالا گیا تو ان کی روح بدن سے نکل گئی، پس زید کی لاش پانی کی نہر کی طرف لے گئے جو زائدہ کے باغ کے قریب بہتی تھی، پس اس نہر کے درمیان قبر کھودی گئی اور زید کو اس میں دفن کر کے پانی ان کی قبر پر جاری کر دیا تا کہ ان کی قبر معلوم نہ ہو سکے، اور دشمن انہیں قبر سے باہر نہ نکالیں لیکن جب وہ انہیں دفن کر چکے تو ان کا غلام جو کہ اہل سند میں سے تھا اسے یہ بات معلوم ہو گئی، دوسرے دن جا کر اس نے یوسف بن عمر کو اس کی اطلاع دی اور قبر کی جگہ معین کی پس یوسف بن عمر نے زید کا جسم قبر سے نکالا اور کناسہ کوفہ میں انہیں سولی پر لٹکا دیا، اور چار سال تک وہ سولی پر لٹکے رہے پس اس کے بعد حکم دیا اور انہیں سولی سے اتارا گیا اور آگ جلا کر اس کی راکھ فضا میں بکھیر دی، پس حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم زید کے قاتل اور ان کا ساتھ چھوڑنے والوں پر لعنت کرے اور میں خداوند عالم کی بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں ان مصیبتوں کی جو رسول خداؐ کے بعد ان لوگوں سے ہم اہل بیتؑ پر وارد ہوئی ہیں اور خدا سے مدد طلب کرتا ہوں اپنے دشمنوں کے خلاف **وهو خير مستعان** اور وہ بہترین مددگار ہے۔

نیز شیخ صدوق نے عبداللہ بن سیابہ سے روایت کی ہے کہ ہم سات افراد کوفہ سے نکلے اور مدینہ گئے جب ہم حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا تمہیں میرے چچا زید کی کوئی خبر ہے ہم نے عرض کیا وہ خروج کی تیاری کر رہے تھے، اب وہ خروج کر چکے ہوں گے یا کر رہے ہوں گے، حضرت نے فرمایا اگر تمہیں کوئی کوفہ کی خبر پہنچے تو مجھے بتانا، پس وہ کہتے ہیں کہ چند ہی دنوں کے بعد کوفہ سے خط آیا کہ زید نے بدھ کے دن ابتدائے ماہ صفر میں خروج کیا اور جمعہ کے دن درجہ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے اور ان کے ساتھ فلاں فلاں اشخاص قتل ہوئے، پس ہم حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں خط دیا، جب آپ نے وہ خط پڑھا تو رونے لگے اور فرمایا **انا لله وانا اليه راجعون**، میں خدا سے اپنے چچا زید کی

مصیبت کا اجر مانگتا ہوں، بے شک زید بہترین چچا تھے اور ہماری دنیا و آخرت کے لئے نفع مند تھے اور خدا کی قسم میرے چچا دنیا سے شہید ہو کر گئے ہیں، مثل ان شہداء کے جو رسول اکرمؐ علیؑ و حسنؑ و حسینؑ صلوات اللہ وسلامہ علیہم کی خدمت میں شہید ہوئے، شیخ مفید فرماتے ہیں کہ جب زید کی شہادت کی خبر حضرت صادقؑ کو ملی تو وہ بہت غمگین و محزون ہوئے یہاں تک کہ آثار حزن آپ سے ظاہر ہوئے اور آپ نے اپنی طرف سے ہزار دینار دیئے تا کہ ان افراد کے اہل وعیال میں تقسیم کئے جائیں جو زید کی مدد و نصرت میں شہید ہوئے تھے، کہ جن میں عبداللہ بن زبیر فضیل بن زبیر رسانی کے بھائی کے اہل وعیال بھی تھے، کہ جنہیں چار دینار ملے اور آپ کی شہادت ۲ صفر ۱۲۰ ہجری کو واقع ہوئی اور ان کی مدت عمر بیالیس (۴۲) سال تھی۔

زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ اور یحییٰ بن زید کا مقتل:

صاحب عمدۃ المطالب کے قول کے مطابق زید کے صرف چار بیٹے تھے اور ان کی بیٹی کوئی نہیں تھی اور ان کے بیٹے یحییٰ حسین عیسیٰ اور محمد ہیں، یحییٰ نے ولید بن یزید بن عبدالملک کی ابتدائے سلطنت کے زمانہ میں خروج کیا، نہی عن المنکر اور بنی امیہ کے ظلم عام کو دفع کرنے کے لئے اور آخر کار مارے گئے اور ان کی شہادت کی کیفیت اختصار کے ساتھ اس طرح ہے، ابوالفرج وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ جب زید بن علی بن الحسین ۱۲۱ ھ میں کوفہ میں شہید ہو گئے اور یحییٰ اپنے باپ کے دفن کرنے سے فارغ ہوئے تو اصحاب داعون زید کے منتشر ہو گئے اور یحییٰ کے ساتھ صرف دس افراد باقی رہ گئے مجبوراً یحییٰ رات کے وقت کوفہ سے نکلے اور وہاں سے مدائن کی طرف روانہ ہوئے اور مدائن اس زمانہ میں خراسان کے راستہ میں پڑتا تھا، یوسف بن عمر ثقفی والی عراقین نے یحییٰ کو گرفتار کرنے کے لئے حریث کلبی کو مدائن کی طرف بھیجا، یحییٰ مدائن سے ری کی طرف چل دیئے اور ری سے سرخش گئے اور سرخس میں یزید بن عمرو تیمی کے ہاں جا کر اترے اور چھ ماہ تک اس کے ہاں رہے **محمکہ** (یعنی خوارج کہ جنہوں نے **لا حکم الا اللہ** کے جملہ کو اپنا شعار بنایا ہوا تھا) کے ایک گروہ نے چاہا کہ وہ ان سے متحد ہو جائیں۔

بنی امیہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے یزید بن عمرو نے یحییٰ کو ان کے ساتھ ملنے سے منع کیا اور کہا کہ کس طرح ان لوگوں سے مدد لیتے ہو، دشمنان دین سے جنگ کرنے پر جو کہ علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ سے بیزاری چاہتے ہیں پس یحییٰ نے ان لوگوں کو اپنے سے دور کیا اور سرخس سے بلخ کی طرف چلے گئے اور حریش بن عبدالرحمن شیبانی کے ہاں مہمان ہوئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ ہشام مر گیا اور ولید خلیفہ ہوا تو اس وقت یوسف بن عمر نے نصر بن سیار عامل خراسان کو لکھا کہ حریش کے ہاں کسی کو بھیجو تا کہ وہ یحییٰ کو گرفتار کرے نصر نے عقیل عامل بلخ کو لکھا کہ حریش کو گرفتار کرو اور اس وقت تک اسے رہا نہ کرو جب تک یحییٰ کو سپرد نہ کرے، عقیل نے نصر بن سیار کے حکم کے مطابق حریش کو گرفتار کر کے اسے چھ سو تازیانے لگائے اور کہا خدا کی قسم اگر تو نے یحییٰ کو میرے سپرد نہ کیا تو میں تجھے قتل کر دوں گا، قریش حریش کے بیٹے نے عقیل سے کہا میرے باپ کو چھوڑ دو میں اس کا ذمہ لیتا ہوں کہ یحییٰ کو تمہارے سپرد کروں، پس وہ ایک گروہ کو اپنے ساتھ لے کر گیا اور یحییٰ کو تلاش کرنے لگے اور یحییٰ کو انہوں نے ایک مکان کے

اندر دوسرے مکان میں پایا، پس اسے مزید ابن عمرو کے ساتھ جو اس کے اصحاب اہل کوفہ میں سے تھا گرفتار کرکے نصر کے پاس بھیج دیا، نصر نے انہیں قید و بند میں رکھا اور ان کے حالات یوسف بن عمر کو لکھے، یوسف نے بھی ان کا واقعہ ولید کے لئے لکھا ولید نے اس کے جواب میں لکھا کہ یحییٰ کو اس کے ساتھیوں کے ساتھ قید و بند سے رہا کر دو، یوسف نے ولید کے خط کا مضمون نصر کو لکھا نصر بن سیار نے یحییٰ کو بلایا اور انہیں فتنہ و خروج سے ڈرایا دھمکایا اور دس ہزار درہم اور دو خچر انہیں دیئے اور حکم دیا کہ وہ ولید کے پاس چلے جائیں، ابوالفرج روایت کرتا ہے کہ جب یحییٰ کو قید سے رہا کیا گیا تو شیعوں میں سے ایک مالدار گروہ اس لوہار کے پاس گیا جس نے ان کے پاؤں سے بیڑیاں اتاری تھیں اور اس سے کہنے لگے یہ لوہے کی بیڑیاں ہمارے پاس بیچ دو، لوہار نے انہیں بیچنے کے لئے پیش کیا جو خریدنا چاہتا دوسرا اس کی قیمت بڑھا دیتا یہاں تک کہ اس کی قیمت بیس ہزار درہم تک پہنچ گئی، بالآخر سب نے مل کر وہ مبلغ ادا کئے اور شراکت سے خرید کیا پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے انہیں تقسیم کیا اور ہر ایک نے اپنے حصہ کو تبرکا اپنی انگوٹھی کا نگینہ بنایا، خلاصہ یہ کہ جب یحییٰ رہا ہوئے تو سرخس کی طرف گئے اور وہاں سے عمرو بن زرارہ والی ابوشہر کے پاس گئے عمرو نے یحییٰ کو ہزار درہم خرچہ کے لئے دیا اور انہیں بیہق کی طرف بھیج دیا، یحییٰ نے بیہق میں ستر افراد اپنے ساتھ ملا لئے اور ان کے لئے گھوڑے خریدے اور عمرو بن زرارہ عامل ابوشہر کے مقابلہ کے لئے نکلے عمرو جب یحییٰ کے خروج سے مطلع ہوا تو اس نے نصر بن سیار کو لکھا، نصر نے عبداللہ بن قیس عامل سرخس اور حسن بن زید عامل طوس کو لکھا کہ وہ ابرشہر کی طرف جائیں اور وہاں کے عامل عمرو بن زرارہ کے زیر فرمان ہو کر یحییٰ سے جنگ کریں پس عبداللہ اور حسن اپنے لشکروں کے ساتھ عمرو کے پاس گئے اور دس ہزار کی فوج جمع کی اور یحییٰ سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہوئے اور یحییٰ ستر سواروں کے ساتھ ان سے جنگ کرنے آئے، اور ان سے سخت جنگ کی بالآخر عمرو بن زرارہ کو قتل کر دیا اور اس کے لشکر پر فتح پائی اور انہیں شکست دے کر منتشر کر دیا اور عمرو کی لشکر گاہ سے مال غنیمت لیا پھر وہاں سے ہرات کی طرف چلے گئے اور ہرات سے جوزجان گئے جو کہ مرو و بلخ کے درمیان اور خراسان کے علاقہ میں ہے نصر بن سیار نے سلم (سالم) بن احور کو آٹھ ہزار شامی اور غیر شامی لشکر کے ساتھ یحییٰ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا، پس ارغوی بستی میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور جنگ کا تنور گرم ہوا، یحییٰ نے تین دن اور تین راتیں ان سے جنگ کی یہاں تک کہ ان کی فوج قتل ہوگئی بالآخر دوران جنگ ایک تیر یحییٰ کی پیشانی پر آکر لگا اور وہ بے بس ہو کر شہید ہو گئے، جب سلم کا لشکر کامیاب ہو گیا اور یحییٰ شہید ہو گئے تو ان کی قتل گاہ میں آیا اور ان کا جسم برہنہ کر دیا اور ان کا سر قلم کرکے نصر کے پاس بھیج دیا، نصر نے ولید کے پاس بھیجا پھر یحییٰ کا بدن شہر جوزجان کے دروازے پر لٹکا یا گیا مدت تک ان کا سر وہاں لٹکا رہا، یہاں تک کہ بنی امیہ کی حکومت کے ارکان متزلزل ہو گئے اور بنی عباس کی سلطنت قوت پکڑنے لگی، اور ابومسلم مروزی بنی عباس کی حکومت کی داعی نے سلم قاتل یحییٰ کو قتل کیا اور یحییٰ کا جسم سولی سے اتار کر اسے غسل و کفن دے کر اس پر نماز پڑھی اور اسی جگہ انہیں دفن کر دیا، پس جن لوگوں نے یحییٰ کا خون بہانے میں شرکت کی تھی ان سب کو قتل کر دیا خراسان اور اس کے باقی علاقوں میں ایک ہفتہ تک یحییٰ کی عزاداری کی گئی اور اس سال جو بچہ خراسان میں پیدا ہوا اس کا نام یحییٰ رکھا گیا اور یحییٰ ایک سو پچیس ہجری میں قتل ہوئے اور ان کی والدہ ریطہ دختر ابوہاشم عبداللہ بن محمد

حنفیہ تھی اور دعبل خزاعی نے اس مصرع میں یحییٰ کی قبر کی طرف اشارہ کیا ہے۔**واخری بارض الجوز جان محلھا۔**

صحیفہ کاملہ کی سند میں ہے کہ عمیر بن متوکل ثقفی بلخی اپنے باپ متوکل بن ہارون سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے یحییٰ بن زید علی علیہ السلام سے اس وقت ملاقات کی جب وہ خراسان کی طرف جا رہے تھے، پس میں نے ان کو سلام کیا تو پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہو، انہوں نے کہا کہ حج سے آ رہا ہوں پس انہوں نے اپنے اہل بیتؑ اور چچا زاد بھائیوں کے حالات پوچھے اور حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام کے حالات زیادہ پوچھے پس میں نے حضرت کے حالات اور باقی حضرات کے حالات اور ان کا حزن واندوہ ان کے باپ زید پر بتایا، یحییٰ نے کہا میرے چچا محمد بن علی علیہ السلام نے میرے باپ کو اشارہ کیا تھا کہ خروج نہ کریں اور انہیں بتایا کہ اگر خروج کیا اور مدینہ سے الگ ہوئے تو ان کا انجام کار کیا ہوگا، پس کیا تو نے میرے چچا زاد بھائی جعفر بن محمد علیہما السلام سے ملاقات کی ہے، میں نے کہا کہ جی ہاں فرمایا مجھے کس طرح انہوں نے یاد کیا تھا بتایا میں نے کہا آپ پر قربان جاؤں مجھے پسند نہیں کہ میں آپ کے روبرو کہوں وہ چیز جو حضرت سے آپ کے متعلق سنی تھی کہنے لگا کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے، بتاؤ جو کچھ سنا ہے میں نے عرض کیا میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا کہ آپ قتل کئے جائیں گے اور سولی پر لٹکائے جائیں گے اپنے باپ کی طرح پس یحییٰ کا چہرہ متغیرہ ہوگیا اور اس آیت کی تلاوت کی ''**یمحو اللہ ما یشآء و یثبت وعندہ ام الکتاب**'' پھر چند باتوں کے بعد مجھ سے کہا کہ کیا تو نے کوئی چیز میرے چچا زاد بھائی سے لکھی ہے یعنی حضرت صادقؑ نے کوئی چیز املاء کرائی تھی جسے تو نے لکھا ہو میں نے کہا جی ہاں، فرمایا مجھے دکھاؤ پس میں نے ان کے سامنے علوم کی چند انواع پیش کیں اور میں نے ان کے سامنے وہ دعا بھی نکالی جو حضرت صادقؑ نے مجھے لکھوائی تھی اور فرمایا کہ انہیں کے والد محمد بن علی علیہ السلام نے لکھوائی تھی اور بتایا تھا کہ یہ دعا ان کے باپ علی بن الحسینؑ کی طرف سے ہے اور صحیفہ کاملہ کی دعاؤں میں سے ہے، پس یحییٰ نے وہ دعا آخر تک بغور دیکھی اور فرمایا اجازت دیتے ہو کہ میں یہ دعا لکھ لوں میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ کیا آپ اس چیز میں اجازت لے رہے ہیں، جو خود آپ کی طرف سے ہے پھر فرمایا آگاہ رہو کہ میں تمہارے سامنے باہر نکالوں گا صحیفہ دعائے کامل کا جو میرے باپ نے اپنے باپ سے یاد کیا ہے اور مجھے میرے باپ نے وصیت کی ہے کہ میں اس کی نگہداشت اور حفاظت کروں اور اس کو منع کروں سوائے اس کے جو اس کا اہل ہے، عمیر کہتا ہے کہ میرا باپ متوکل کہتا ہے کہ میں یحییٰ کی طرف اٹھا اور ان کے سر کا بوسہ لیا اور کہا خدا کی قسم اے فرزند رسولؐ میں خدا کی پرستش اور بندگی آپ کی دوستی اور اطاعت کے ساتھ کرتا ہوں اور میں امید رکھتا ہوں کہ خدا مجھے نیک بخت اور سعادت مند بنائے، آپ کی دوستی کے ساتھ زندگی اور موت میں پس یحییٰ نے وہ صحیفہ جو میں نے انہیں دیا تھا اس لڑکے کو دیا جو ان کے ساتھ تھا اور اسے کہا کہ اس دعا کو خط روشن وعمدہ کے ساتھ لکھو اور میرے پاس لے آؤ شاید میں اسے یاد کر سکوں کیونکہ میں یہ دعائے حضرت صادقؑ حفظہ اللہ سے مانگتا تھا اور وہ مجھے نہیں دیتے تھے متوکل کہتا ہے کہ جب میں نے یہ بات سنی تو اپنے کام سے پشیمان ہوا اور میں نہ سمجھ سکا کہ اب کیا کروں اور جناب ابوعبداللہ صادق علیہ السلام نے مجھے پہلے نہیں فرمایا تھا، کہ یہ دعا میں کسی کو نہ بتادوں پس یحییٰ نے ایک جامہ دانی (کپڑے رکھنے کی چیز)

منگوائی اور اس سے صحیفہ نکالا جسے تالا اور مہر لگی ہوئی تھی، پس اس کی مہر کو دیکھ کر اس کا بوسہ لیا اور رونے لگے، پس وہ مہر توڑ دی اور تالا کھول کر صحیفہ نکالا اور اسے آنکھوں سے لگایا اور اپنے چہرہ پر ملا اور کہا کہ خدا کی قسم اے متوکل اگر نہ ہوتی وہ بات جو تو نے میرے چچازاد بھائی حضرت صادقؑ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میں قتل ہوں گا اور سولی پر لٹکایا جاؤں گا، تو میں یہ صحیفہ تجھے نہ دیتا اور میں اس کے دینے میں بخیل تھا لیکن میں جانتا ہوں کہ ان کا قول حق ہے جو انہوں نے اپنے آباؤاجداد علیہم السلام سے لیا ہے اور عنقریب ہو کر رہے گا، پس مجھے ڈر لگا کہ ایسا علم کہیں بنی امیہ کے ہاتھ میں نہ چلا جائے اور وہ اسے چھپا دیں اور اپنے خزانوں میں اسے اپنا حق ذخیرہ قرار دیں، پس یہ صحیفہ لے لو اور اس میں میری کفایت کرو اور منتظر رہو پس جس وقت واقع ہو وہ جو میرے اور اس قوم کے درمیان واقع ہونے والا ہے تو یہ صحیفہ میری امانت ہے تمہارے پاس یہاں تک کہ اسے میرے دو چچازاد بھائیوں محمد وابراہیم ابناء عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی علیہ السلام تک پہنچاؤ کیونکہ وہ میرے بعد اس امر میں میرے قائم مقام ہیں۔

متوکل کہتا ہے کہ میں نے وہ صحیفہ لے لیا اور جب یحییٰ بن زید مارے گئے تو میں مدینہ گیا اور میں نے حضرت صادقؑ سے ملاقات کی اور میں نے یحییٰ کی گفتگو آپ سے نقل کی پس حضرت نے یحییٰ کی حالت پر گریہ کیا اور بہت غمناک واندوہ گین ہوئے اور فرمایا خداوند عالم میرے چچازاد بھائی پر رحم کرے اور اسے اس کے آباؤاجداد کے ساتھ ملحق کرے، خدا کی قسم اے متوکل مجھے یحییٰ کو وہ دعا دینے سے کوئی چیز نہیں روکتی تھی سوائے اس چیز کے کہ جس کا خوف یحییٰ کو تھا، اس کے باپ کے صحیفہ کے متعلق اب وہ صحیفہ کہاں ہے میں نے کہا کہ یہ ہے پس آپ نے اسے کھولا اور فرمایا خدا کی قسم یہ میرے چچا زید کا خط ہے اور میرے جد امجد علی بن الحسینؑ کی دعا ہے پھر آپ نے اپنے بیٹے اسماعیل سے فرمایا کہ اٹھو اے اسماعیل اور وہ دعا لے آؤ کہ جس کے یاد کرنے اور محفوظ رکھنے کا میں نے تمہیں حکم دیا تھا پس اسماعیل اٹھا اور وہ ایک صحیفہ باہر لایا گویا وہ وہی صحیفہ تھا جو یحییٰ نے مجھے دیا تھا، پس حضرت صادقؑ نے اس کا بوسہ لیا اور اسے اپنی آنکھوں سے لگایا اور فرمایا یہ میرے باپ کا خط اور میرے جد بزرگوار کا میری موجودگی میں لکھوایا ہوا ہے، میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس صحیفہ کا مقابلہ زید ویحییٰ کے صحیفہ کے ساتھ کر دیکھوں، پس آپ نے مجھے اجازت دی اور فرمایا میں تجھے اس کا اہل سمجھتا ہوں، پس میں نے اس میں نگاہ کی تو دیکھا کہ دونوں صحیفے ایک جیسے ہیں اور ان میں ایک لفظ کا اختلاف بھی میں نے نہ پایا، پس میں نے حضرت سے اجازت چاہی کہ وہ صحیفہ میں عبداللہ بن حسن کے بیٹوں کو دے دوں فرمایا ''ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا'' یعنی خداوند عالم تمہیں حکم دیتا ہے کہ پہنچاؤ امانتیں ان کے اہل تک ہاں یہ صحیفہ انہیں جا کر دو، جب میں ان کی ملاقات کے لئے کھڑا ہوا تو فرمایا کہ اپنی جگہ پر بیٹھے رہو، پھر آپ نے کسی کو محمد وابراہیم کے بلانے کے لئے بھیجا جب وہ دونوں حضرات حاضر ہوئے تو فرمایا کہ یہ تمہارے چچازاد بھائی یحییٰ کی اس کے باپ کی طرف سے میراث ہے کہ جس سے اس نے تمہیں اپنے بھائیوں کو چھوڑ کر مخصوص قرار دیا ہے اور میں اس صحیفہ کے سلسلہ میں تم سے ایک شرط کرتا ہوں انہوں نے عرض کیا خدا آپ پر رحمت کرے، فرمایئے کیونکہ آپ کا ارشاد مقبول اور پذیرفتہ ہے، فرمایا یہ صحیفہ لے کر مدینہ سے باہر نہ جانا، انہوں نے کہا یہ کس

لئے فرمایا کیونکہ تمہارا چچازاد بھائی اس صحیفہ کے متعلق ایک چیز سے ڈرتا تھا اور میں بھی تم پر اس سے خوف رکھتا ہوں وہ کہنے لگے کہ وہ اس وقت ڈرتا تھا کہ جب اسے معلوم تھا کہ وہ قتل ہو جائے گا، پس حضرت نے فرمایا تم بھی بے فکر و مامون نہ رہو، خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تم عنقریب خروج کرو گے جس طرح اس نے خروج کیا اور مارے جاؤ گے، جس طرح وہ مارا گیا ہے پس وہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے **لا حول ولا قوۃ الا باﷲ العلی العظیم** صرف خدائے علی وعظیم کے لئے ہے۔

زید شہید کے دوسرے بیٹے حسین ذوالدمعۃ کے حالات کا تذکرہ۔

اور اس کی اولاد و اعقاب حسین بن زید کی کنیت ابوعبداللہ اور ابو عاتقہ تھی اور ان کا لقب **ذوالدمعۃ اور ذوالعبرۃ** (آنسو والا) تھا جب اس کے والد شہید ہوئے تو اس کی عمر سات سال تھی، حضرت صادقؑ اسے اپنے گھر میں لے گئے اور بیٹا بنا کر اس کی تربیت کی اور بہت سا علم اسے سکھایا اور محمد ارقط بن عبداللہ الباہر کی بیٹی کی اس سے شادی کی اور وہ سید عابد و زاہد تھے اور نماز شب میں خوف خدا سے زیادہ رونے اور گریہ کرنے کی وجہ سے اسے ذوالدمعہ (آنسو والے) کہتے تھے اور چونکہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے لہذا اسے مکفوف کہتے تھے، ابن ابی عمیر حضرت صادقؑ اور موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے، یونس بن عبدالرحمن وغیرہ اس سے روایت کرتے ہیں، تاج الدین ابن زہرہ زید شہید کے اہل خانہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان میں سے عظیم ترین افراد میں سے حسین ذوالعبرہ و ذوالدمعہ ہے اور وہ سید جلیل القدر اپنے خاندان کا رئیس اور اپنی قوم کا کریم و شریف تھا اور وہ بنی ہاشم کے مخصوص افراد میں سے تھا، زبان و بیان علم و زہد و فضل کے لحاظ سے اور وہ علم النساب اور لوگوں کے حالات پر احاطہ رکھتا تھا اس نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے اور ۱۳۴ھ ہجری میں وفات پائی، انتھی۔ ابوالفرج نے نقل کیا ہے کہ حسین ذوالدمعۃ محمد و ابراہیم عبداللہ بن حسن کی جنگ منصور سے ہوئی اس میں حاضر تھا اس کے بعد منصور کے خوف سے چھپ گیا اور اس کے بیٹے یحییٰ بن حسین سے روایت کی ہے کہ میری والدہ نے میرے باپ سے کہا کیا ہو گیا ہے کہ آپ زیادہ گریہ کرتے ہیں تو کہا ان دو تیروں اور جہنم کی آگ نے میرے لئے کوئی سرور و خوشی باقی رکھی ہے کہ جو مجھے رونے سے روکے اور اس کی مراد دو تیروں سے وہ دو تیر تھے کہ جن سے اس کے بھائی یحییٰ اور باپ زید شہید ہوئے تھے، خلاصہ یہ کہ ۱۳۵ھ یا ۱۴۰ھ میں حسین کی وفات ہوئی اور اس کی بیٹی سے مہدی عباسی نے شادی کی اور حسین کی اولاد و نسل بہت ہے ان میں سے ابوالمکارم محمد بن یحییٰ بن نقیب ابوطالب حمزہ بن محمد بن حسین بن محمد حسن الزاہد بن ابوالحسین یحییٰ بن الحسین بن زید شہید ہے، جو کہ حافظ قرآن تھا اور اسی طرح اس کے تمام آباؤ اجداد امیر المومنین علیہ السلام تک اور یحییٰ بن الحسین ذوالدمعہ وہی ہے جس نے ۲۰۷ھ یا ۲۰۹ھ میں بغداد میں وفات پائی اور مامون نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور حسین ذوالدمعہ کی نسل میں سے یحییٰ بن عمر ہے جو مستعین باللہ خلیفہ نمبر ۱۲ عباسی کے زمانہ میں قتل ہوا۔

یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید شہید اور اس کے بعض اعقاب کا تذکرہ

یحییٰ بن عمر کی کنیت ابوالحسین ہے اور اس کی والدہ ام الحسن حسین بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی، اس نے متوکل کے زمانہ میں خراسان میں خروج کیا اور اسے گرفتار کر کے متوکل کے پاس لے آئے متوکل کے حکم سے اسے چند تازیانے لگائے گئے اور فتح بن خاقان کی قید میں ڈالا گیا ایک مدت تک قید رہا اس کے بعد اسے چھوڑ دیا پھر وہ بغداد میں گیا اور ایک مدت تک بغداد میں رہا پھر وہاں سے کوفہ گیا اور مستعین کی خلافت کے زمانہ میں خروج کیا، جب خروج کیا تو پہلے امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کی اور گرد و زائرین سے اپنا ارادہ بیان کیا ان میں سے کچھ لوگ اس کے ہمراہ ہو گئے، اور شاہی بستی میں آئے اور وہاں رات تک قیام کیا پھر کوفہ گئے اور اس کے اصحاب نے کوفہ کے لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دی اور پے در پے پکارتے رہے کہ ایھا الناس اجیبوا داعی اللہ اے لوگو خدا کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول کرو، بہت سے لوگ اس کی بیعت میں داخل ہو گئے، جب دوسرا دن ہوا تو جتنا مال کوفہ کے بیت المال میں تھا یحییٰ نے وہ لے کر لوگوں میں تقسیم کر دیا اور ہمیشہ لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف برتتا رہا اور کوفہ کے لوگ دل و جان سے اس سے محبت رکھتے تھے، عبداللہ بن محمود (جو کہ خلیفہ کی طرف سے کوفہ کا والی تھا) اپنا لشکر اکٹھا کرتا رہا اور وہ یحییٰ سے جنگ کرنے کے لئے باہر نکلا، یحییٰ نے تنہا اس پر حملہ کیا اور اس کے چہرہ پر ضرب لگائی اور اسے لشکر سمیت شکست دی اور یحییٰ مرد قوی شجاع اور دلیر تھا، ابوالفرج اس کی قوت کے متعلق نقل کرتا ہے کہ اس کے پاس ایک لوہے کا وزنی عمود تھا کہ جب وہ کسی غلام یا کنیز پر ناراض ہوتا تو وہ عمود اس کے گلے میں ڈال دیتا اور کوئی شخص اسے کھول نہ سکتا، جب تک کہ وہ خود نہ کھولتا، خلاصہ یہ کہ یحییٰ کا معاملہ مختلف شہروں میں مشہور ہو گیا جب اس کی اطلاع بغداد میں پہنچی تو محمد بن عبداللہ بن طاہر نے اپنے چچا زاد بھائی حسین بن اسماعیل کو ایک لشکر کے ساتھ یحییٰ کے مقابلہ کے لئے بھیجا، اہل بغداد ناپسندیدگی اور بے رغبتی کے ساتھ یحییٰ سے جنگ کرنے کے لئے نکلے کیونکہ باطنی طور پر اہل بغداد یحییٰ کی طرف مائل تھے، خلاصہ یہ کہ کئی حملوں اور واقعات کے بعد یحییٰ اور حسین کے لشکر کا آمنا سامنا شاہی بستی میں ہوا اور دونوں طرف سے جنگ ہونے لگی، ہیضم (جو کہ یحییٰ کے لشکر کا سردار تھا) عین گھمسان کی جنگ میں بھاگ کھڑا ہوا، یحییٰ کے لشکر کا دل ٹوٹ گیا اور دشمن کا لشکر قوت پکڑ گیا، اور یحییٰ نے جب ہیضم کی شکست کو دیکھا تو قدم مردانگی استوار کر کے پے در پے حملے کرنے لگا، یہاں تک کہ اسے بہت سے زخم آئے اور وہ بے طاقت ہو گیا، سعد ضبابی آگے بڑھا اور اس نے یحییٰ کا سر قلم کر لیا اور حسین بن اسماعیل کے پاس لے آیا اور چونکہ بہت سے زخم اس کے چہرے پر لگے تھے کوئی شخص پورے طور پر اسے نہ پہچان سکا، پس وہ سر محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس بغداد لے گئے اس نے مستعین کے پاس سامرہ بھیج دیا، دوبارہ بغداد میں لا کر وہاں نصب کیا گیا، بغداد کے لوگ چیخے چلائے اور اس کے قتل کا برا منایا، کیونکہ باطنی طور پر وہ یحییٰ کی طرف مائل تھے اس کے حسن معاشرت اور کسی کے مال لینے سے پرہیز اور خون بہانے سے رکنے اور اس کے زیادہ عدل و احسان کی بناء پر، پس ایک گروہ محمد بن عبداللہ بن طاہر

کے دربار میں گیا اور اسے فتح وظفر کی مبارک باد دی، ابو ہاشم جعفری بھی محمد کے ہاں گیا اور کہا کہ اے امیر میں تجھے ایسی چیز کی تہنیت ومبارک باد دینے کے لئے آیا ہوں کہ اگر رسول خدا زندہ ہوتے تو انہیں تعزیت کہی جاتی محمد نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو ابو ہاشم باہر نکلا اور اس نے یہ اشعار کہے:

یابنی طاھر کلوہ مرییئا
ان لحم النبی غیر مرمئی
ان وترایکون طالبہ اللہ
لو تر بالقوت غیر جر یئی

پس محمد نے حکم دیا کہ یحییٰ کے اہل بیت کے قیدیوں کو خراسان بھیجا جائے اور کہنے لگا اولاد پیغمبرؐ کے سر جس کے گھر میں ہوں اس گھر کی نعمت کے زوال کا باعث ہیں۔

ابوالفراج نے ابن عمار سے بیان کیا ہے کہ جس وقت اہل بیت یحییٰ اور اس کے اصحاب میں سے قیدی بغداد میں لائے گئے تو بڑی سختی کے ساتھ پاؤں ننگے انہیں دوڑاتے تھے اور ان میں سے جو کوئی خستگی اور تھکان کی وجہ سے پیچھے رہ جاتا تو اس کی گردن اڑا دیتے اور اس وقت یہ بات سننے میں نہیں آئی تھی کہ قیدی کے ساتھ یہ برا سلوک کیا جاتا ہو، خلاصہ یہ کہ جن دنوں وہ بغداد میں تھے تو مستعین باللہ کا خط آیا کہ قیدیوں کو قید وبند سے آزاد کر دیا جائے پس محمد بن طاہر نے باقیوں کو تو رہا کر دیا سوائے اسحاق بن جناح کے جو کہ یحییٰ کے لشکر کا کمانڈو تھا اس کو قید میں رکھا، یہاں تک کہ وہیں اس کی وفات ہوئی تو اس کی میت خرابہ میں پھینک دی گئی اور اس پر دیوار گرادی، خلاصہ یہ کہ یحییٰ مرد شریف پرہیز گار دیندار بہترین اطوار زیادہ احسان کرنے والا رعیت پر شفقت ورافت سے پیش آنے والا اور طالبین میں سے اپنے اہل بیت کا حامی ومددگار اور ہمیشہ ان کے ساتھ نیکی واحسان کرتا تھا لہذا اس کی شہادت نے خاصہ وعامہ صغیر وکبیر قریب وبعید کے لوگوں کے دلوں میں بہت اثر کیا اور اس کی شہادت ۲۵۰ھ کے حدود میں واقع ہوئی اور بہت سے لوگوں نے اس کا مرثیہ کہا ہے ان میں سے اس زمانہ کا ایک شاعر کہتا ہے:

بکت الخیل شجوھا بعد یحییٰ
وبکاہ المھشد المصقول(الخ)

(مولف نے کافی اشعار نقل کئے ہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔مترجم)

حسین ذوالدمعۃ کی اولاد میں سے ہے

سید اجل نسابہ علامہ تحریر بہاؤالدین علی بن غیاث الدین عبدالکریم نیلی نجفی بن عبدالحمید بن عبداللہ بن احمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی بن غیاث الدین عالم تقی اور یہ وہی ہیں کہ بعض اعراب نے شط میں سوار ہو کر ان پر حملہ کیا اور ان کا لباس چھین لیا

جب ان کی شلوار اتارنے لگے تو وہ مانع ہوئے پس انہیں قتل کر دیا گیا، ابن سید جلال الدین عبدالحمید کہ محمد بن جعفر مشہدی نے مزار کبیر میں اس کی روایت کی ہے ابن عالم فاضل محدث عبداللہ التقی النسابہ ابن نجم الدین اسامہ نقیب شمس الدین احمد بن نقیب ابوالحسن علی بن سید فاضل نسابہ ابوطالب محمد بن ابوعلی عمر الشریف جو رئیس جلیل اور امیر حاج تھا، اور ۳۳۹ھ میں حجر اسود اس کے ہاتھ سے اپنی جگہ کی طرف واپس لوٹا، واقعہ قرامطہ میں جو مکہ میں گئے اور حجر الاسود کو وہاں سے اکھاڑ کر کوفہ لے آئے اور مسجد کے ساتویں ستون کے ساتھ اسے نصب کیا اور اسی واقعہ کی طرف امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں اشارہ کیا تھا آپ نے ایک دن کوفہ میں فرمایا لا بد ان یصلب فی ھذہ الساریۃ اس سے چارہ نہیں کہ اس ستون کے ساتھ لٹکا یا جائے تو آپ نے ساتویں ستون کی طرف اشارہ کیا اور یہ طویل واقعہ ہے اور یہ سید جلیل وہی ہے جس نے اپنے خالص مال سے اپنے جد امجد کا گنبد تعمیر کیا تھا، ابن یحییٰ نسابہ نقیب النقباء القائم بکوفہ ابن الحسین النسابہ النقیب الطاہر بن ابی عاتقا احمد محدث ابن ابی علی عمر بن یحییٰ بن الحسین ذوالدمعۃ ابن زید الشہید ابن امام زین العابدین علیہ السلام خلاصہ یہ کہ بہاوالدین علی مذکور کی جلالت شان زیادہ اور اس کے مناقب بے شمار ہیں اور اس کے تالیفات شریفہ میں سے ہے کہ جس پر ناقدین اخبار اور سدنہ آثار نے ان کی طرف میلان اور ان پر اعتماد کیا ہے مثلاً کتاب انوار الضیہ اور الدر المفضیہ اور کتاب سرور اہل ایمان فی علامات ظہور صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ اور کتاب الغیبۃ اور انصاف فی الرد علی صاحب الکشاف اور شرح مصباح صغیر شیخ وغیر ذلک یہ شیخ حسن بن سلیمان حلی صاحب مختصر البصائر وابن فہد حلی کے استاد اور شیخ شہید وفخر المحققین وسید عمید الدین کے شاگرد ہیں اور ان کے جد امجد محمد شریف جلیل ابن عمر یحییٰ بن الحسین نسابہ ابن ابی عاتقہ احمد محدث ہیں اور احمد محدث وہی ہیں کہ جن کے حق میں صاحب عمدۃ الطالب نے کہا ہے کہ وہ مرد وجیہہ اور متمول اور علویین میں سے کسی شخص کے پاس اتنا مال املاک وزراعت وخلافت نہ تھی، بعض کہتے ہیں کہ ایک سال میں وہ اٹھہتر ہزار جریب زمین کی زراعت کرتے تھے اور ان کے عجیب وغریب حکایات میں سے ہے کہ ایک دفعہ وہ دیوان خانہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور مطہر بن عبداللہ وزیر عضدالدولہ بن بویہ بھی دیوان میں موجود تھا اس وقت اس کو توقیع ملی (خط ملا) کہ قرامطہ کا قاصد کوفہ میں پہنچ رہا ہے اور مناسب یہ ہے کہ اس کے دفاع کے اسباب مہیا کرنے کے لئے کوفہ میں کوئی خط لکھا جائے، مطہر ین عبداللہ وزیر نے وہ توقیع سید شریف کو دکھائی اور انہیں اشارہ کیا کہ کسی شخص کو اس خدمت کے عنوان سے اس قاصد کے لئے روانہ کیا جائے جو اس کی رہائش گاہ اور دوسرے اسباب مہیا کرے، پس وزیر بعض اہم امور دیوان میں مشغول ہوا اور ایک گھنٹہ تک اسی حالت میں رہا جب ملتفت ہوا تو شریف کو فارغ البال اور آسودہ خیال اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو از روئے تعجب کہا اے شریف یہ کام ان امور میں سے نہیں ہے کہ جس میں تہاون وسستی برتی جائے، شریف نے کہا میں نے کوفہ کی طرف قاصد بھیجا تھا اور وہ جواب لے کر آیا ہے کہ وہ اسباب کی تیاری میں مشغول ہیں، وزیر کو اس بات سے تعجب ہوا اور اس نے اس کام کی کیفیت کے متعلق سوال کیا، شریف نے اسے خبر دی کہ اس کے پاس بغداد میں کوفہ کے کچھ پرندے ہیں اور کوفہ میں طیور بغدادی ہیں، جب آپ نے اپنی رائے کے مطابق مجھے اشارہ کیا تھا تو میں نے حکم دیا کہ پرندے کے توسط سے کوفہ خط لکھا جائے اور ابھی دوبارہ خبر ملی ہے کہ وہ خط کوفہ میں پہنچ گیا ہے اور

وہاں اطاعت امر میں مشغول ہیں، نیز حسین ذوالدمعتہ کی اولاد میں سے ہیں سید اجل بہار الشرف نجم الدین ابوالحسن محمد بن حسن بن احمد بن علی بن محمد بن عمر بن یحییٰ بن حسین نسابہ بن احمد محدث بن عمر بن یحییٰ بن حسین ذوالدمعتہ ہے کہ جس کا نام صحیفہ کاملہ کی ابتداء میں ہے اور عمید الرؤسا نے اس سے روایت کی ہے اور عمید الرؤسا کے علاوہ بھی بہت سے لوگ اس سے روایت کرتے ہیں، مثلا ابن سکون اور جعفر بن علی والد شیخ محمد بن المشہدی اور شیخ ہبتہ اللہ بن نما اور ان کے علاوہ دوسرے علماء علیہم الرضوان۔

عیسیٰ زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کے تیسرے بیٹے کا تذکرہ

عیسیٰ بن زید کی کنیت ابویحییٰ اور لقب موتم الاشبال ہے اور یہ لقب اسے اس طرح سے ملا کہ ایک دفعہ ایک شیر نے جس کے بچے تھے لوگوں کا راستہ روک رکھا تھا اس کو عیسیٰ نے قتل کر دیا، اس وقت سے اس کا لقب موتم الاشبال ہو گیا، یعنی شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والا ابوالفرج نے اس کی بہت تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مرد جلیل القدر صاحب علم و ورع و تقویٰ و زہد تھا، اور حضرت صادقؑ ان کے بھائی عبداللہ بن محمد اور اپنے والد زید بن علی علیہ السلام اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں سے روایت کرتا ہے اور اس کے زمانہ کے علماء ان کے وجود اور آمد کو مبارک سمجھتے تھے اور سفیان ثوری کو اس سے بڑی عقیدت تھی اور وہ اس کی بڑی تعظیم واحترام کرتا تھا لیکن ایک روایت کے مطابق اس کی مدح محل نظر ہے کیونکہ اس سے اپنے امام زمانہ ارواح العالمین فداہ کی نسبت سوء ادبی اور جسارت ظاہر ہوئی ہے، خلاصہ یہ کہ عیسیٰ محمد و ابراہیم فرزندان عبداللہ بن حسن کے واقعہ میں حاضر تھا اور جب وہ دونوں مارے گئے تو عیسیٰ لوگوں سے الگ تھلگ رہنے لگا اور کوفہ میں علی بن صالح بن حیؑ کے گھر میں چھپا رہا اور اپنا کسب لوگوں سے پوشیدہ رکھا، یہاں تک کہ وفات پائی جن دنوں عیسیٰ چھپا ہوا تھا یحییٰ بن حسین بن زید نے اور صاحب عمدۃ الطالب کے قول کے مطابق محمد بن محمد بن زید نے اپنے والد سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے میرے چچا کے متعلق بتاؤ کہ وہ کہاں ہے تاکہ میں اس سے ملاقات کروں، کیوں کہ یہ بری بات ہے کہ میرا اس قسم کا چچا ہو اور میں اسے دیکھ بھی نہ سکوں، باپ نے بیٹے سے کہا اے بیٹا یہ خیال اپنے دل سے نکال دو کیونکہ تیرے چچا عیسیٰ نے اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے اور وہ پسند نہیں کرتا کہ پہچانا جائے اور مجھے ڈر ہے کہ اگر میں تجھے اس کا اتہ پتہ بتاؤں اور تو اس کے پاس جائے اور وہ سختی میں پڑے اور اسے اپنی جگہ بدلنی پڑے، یحییٰ نے اس سلسلہ میں اصرار کیا یہاں تک کہ اس نے باپ کو راضی کر لیا کہ وہ اسے عیسیٰ کا پتہ بتائے، حسین نے کہا اے بیٹا اگر تو چاہتا ہے کہ اپنے چچا سے ملاقات کرے تو مدینہ سے کوفہ کا سفر کر جب کوفہ پہنچے تو محلہ حی پوچھ جب اس کا پتہ چل جائے تو فلاں گلی میں جانا اور اس گلی کی صفت بیان کی سفر کر جب کوفہ پہنچے تو اس قسم کا ایک گھر وہ تیرے چچا کا گھر ہے لیکن تو گھر کے دروازے پر نہ بیٹھنا بلکہ گلی کے اگلے حصہ میں مغرب تک بیٹھ جانا اس وقت تجھے ایک شخص بلند قامت ادھیڑ عمر جو خوبصورت ہوگا، اور سجدہ کے نشان اس کی پیشانی پر نمایاں ہوں گے اور اس نے پشم کا جبہ پہن رکھا ہوگا اور اونٹ کو آگے چلا رہا ہوگا اور وہ سقائی (ماشکی کا کام) سے واپس لوٹے گا اور قدم قدم پر ذکر خدا کرتا اور آنسو اس کی آنکھوں سے جاری ہوں گے تو وہی شخص تیرا چچا عیسیٰ ہے جب تو اس کو دیکھے تو اس کو سلام کرنا اور اس کے گلے میں

باہیں ڈال دینا ابتداء میں تو تیرے چچا کو تجھ سے وحشت ہوگی تو اسے اپنی شناسائی کرانا تاکہ اس کا دل سکون اختیار کرے، پس تھوڑی دیر اس سے ملاقات کرنا اور زیادہ دیر تک اس کے پاس نہ بیٹھنا تاکہ کوئی تجھے دیکھ نہ لے اور اسے پہچان نہ لے، اس وقت اس کو الوادع کہنا اور دوبارہ اس کے پاس نہ جانا ورنہ وہ تجھ سے بھی چھپ جائے گا، اور مشقت وزحمت میں پڑے گا، یحییٰ نے کہا جو کچھ آپ نے فرمایا ہے میں اس کی اطاعت کروں گا، پس سفر کی تیاری کی اور باپ سے رخصت ہو کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا، جب کوفہ پہنچا تو وہیں قیام کیا اور پھر اپنے چچا کے انتظار میں بیٹھا یہاں تک کہ غروب آفتاب ہوا اچانک اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ جس کے آگے آگے اونٹ ہے اور وہی اوصاف ہیں جو اسے باپ نے بتائے تھے اور جو قدم اٹھاتا اور رکھتا ہے اس کے لب ذکر خدا سے حرکت کرتے ہیں اور آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ رہے ہیں، یحییٰ اٹھا ان کو سلام کر کے اس سے معانقہ کیا، یحییٰ کہتا ہے کہ جب میں نے ایسا کیا تو جس طرح وحشی جانور کسی انسان سے وحشت کرتا ہے اس طرح اسے مجھ سے وحشت ہوئی میں نے کہا اے چچا میں یحییٰ بن حسین بن زید آپ کا بھتیجا ہوں جب اُنہوں نے مجھ سے یہ سنا تو مجھے سینہ سے لگالیا اور اتنا روئے اور ان کی حالت منقلب ہوئی کہ میں نے سمجھا ابھی بے ہوش ہو جائیں گے جب کچھ طبیعت ان کی سنبھلی تو اونٹ بٹھایا اور میرے پاس بیٹھ گئے اور اپنے عزیزوں اور گھر والوں مردوں، عورتوں اور بچوں کے ایک ایک کر کے حالات پوچھے اور میں نے ان کے حالات تفصیل سے بیان کئے اور وہ روتے رہے جب ان کے حالات سے مطلع ہوا تو اپنے حالات میرے سامنے بیان کئے اور کہا کہ اے بیٹا اگر میرے حالات پوچھتے ہو تو میں نے اپنا نسب اور حالات لوگوں سے چھپا رکھے ہیں اور یہ اونٹ کرایہ پر لیا ہے اور اس پر روزانہ سقائی کرتا ہوں اور پانی بھر کر لوگوں کے گھروں میں لے جاتا ہوں اور جو کچھ ملتا ہے اس میں سے اونٹ کا کرایہ ادا کر کے باقی اپنے اخراجات میں صرف کرتا ہوں، اگر کسی دن کوئی مانع پیدا ہو جائے کہ جس کی وجہ سے میں پانی بھرنے کے لئے نہ جا سکوں تو اس دن میرے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہوتا مجبوراً کوفہ سے نکل کر صحرا میں جاتا ہوں اور بے کار سبزیوں کو یعنی کاہو کے پتے کھیرے کے چھلکے اور اس قسم کی چیزیں جنہیں لوگ دور پھینکتے ہیں جمع کر کے اپنی خوراک قرار دیتا ہوں اور جب سے میں چھپا ہوا ہوں اسی مکان میں رہتا ہوں اور صاحب مکان مجھے نہیں پہچانتا اور جب میں کچھ مدت اس گھر میں گذار چکا تو اس نے اپنی بیٹی مجھ سے بیاہ دی، خداوند عالم نے اس سے ایک بیٹی عنایت فرمائی جو وہ حد بلوغ کو پہنچی تو اس کی ماں نے مجھ سے کہا کہ لڑکی کو فلاں ماشکی کے لڑکے سے بیاہ دو جو کہ ہمارا ہمسایہ ہے کیونکہ وہ اس کی خواستگاری کرتے ہیں میں نے کوئی جواب نہ دیا، میری بیوی نے بہت اصرار کیا اور میں اس کے جواب میں خاموش رہا اور مجھ میں یہ جرأت نہ ہوئی کہ اسے اپنا نسب بتاؤں اور اس کو خبر دوں کہ میری بیٹی اولاد رسولؐ ہے اور اس کا کفو اور ہمسر فلاں ماشکی کا بیٹا نہیں میری بیوی نے میرے فقر وافلاس وگمنامی کی وجہ سے یہ خیال کیا کہ جو لقمہ اس کے تصور میں نہیں آسکتا تھا وہ اس کے ہاتھ میں آگیا ہے لہٰذا اس نے اس سلسلہ میں بہت مبالغہ کیا یہاں تک کہ میں تدبیر کار سے عاجز آگیا اور خدا سے اس معاملہ کی کفایت چاہی، خداوند عالم نے میری دعا قبول کی اور چند دن کے بعد میری بیٹی فوت ہوگئی اور میں نے اس کے غم سے نجات پائی، لیکن اے بیٹا ایک دکھ میرے دل میں ہے کہ میں گمان نہیں کرتا کہ کسی کے دل میں اتنا دکھ ودرد ہوا اور وہ یہ ہے کہ

جب تک میری بیٹی زندہ رہی میں اسے اپنی معرفت نہ کرا سکا اور اس سے یہ نہ کہہ سکا کہ اے نور چشم تو اولاد پیغمبرؐ ہے اور سیدزادی ہے نہ یہ کہ تو ایک مزدور کی بیٹی ہے اور وہ اپنی شان وقدر پہچانے بغیر مرگئی پس میرے چچا نے مجھ سے الوادع کہا اور مجھے قسم دی کہ پھر کبھی میں اس کے پاس نہ جاؤں تاکہ کہیں اسے پہچان لیں اور گرفتار ہوجائے پس میں چند دن کے بعد گیا تاکہ اس کو دیکھوں تو میں اسے نہ مل سکا اور میری پس وہی ملاقات ہوسکی۔

ابوالفرج خصیب وابشی سے جو زید بن علی کے اصحاب اور عیسیٰ بن زید کے مخصوصین میں سے روایت کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ جس زمانہ میں عیسیٰ کوفہ میں چھپا ہوا تھا کبھی کبھار ہم ڈرتے ڈرتے اس سے ملنے کے لئے جاتے اور بسا اوقات وہ صحرا میں ہوتا اور وہ ماشکی کا کام کرتا تھا، پس وہ ہمارے پاس بیٹھتا اور ہم سے باتیں کرتا اور کہتا تھا کہ خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ میں ان سے یعنی مہدی عباسی اور اس کے اعوان وانصار سے تم پر مامون ہوتا تو طویل مدت تک تمہارے پاس بیٹھتا اور تم سے باتیں کرکے اور تمہارے چہروں کو دیکھ کر توشہ وزاد حاصل کرتا، خدا کی قسم میں تمہاری ملاقات کا شوق رکھتا ہوں اور ہمیشہ تمہیں یاد رکھتا ہوں، تنہائی میں اور بستر پر تمہیں خواب میں دیکھتا ہوں پس چلے جاؤ تاکہ تمہاری بیٹھک اور معاملہ مشہور نہ ہوجائے اور اس سے کوئی برائی یا ضرر پہنچے، خلاصہ یہ کہ عیسیٰ اس حالت میں رہا کہ اس کی وفات ہوئی اور اس کے چند مخصوص اشخاص تھے جو اس کے حالات پر مطلع تھے ایک ابن علاق صیرفی دوسرا حاضر تیسرا صباح زعفرانی اور چوتھا حسن بن صالح اور مہدی اس کے درپے تھا کہ اگر عیسیٰ اسے نہ ملے تو کم ازکم ان چند افراد پر اسے کامیابی حاصل ہو، یہاں تک کہ اسے حاضر پر کامیابی حاصل ہوئی اور اسے قید کردیا اور ہر حیلہ کے ساتھ چاہا کہ حاضر سے عیسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی خبر معلوم کرے اس نے چھپایا اور ظاہر نہ کیا یہاں تک کہ اسے قتل کردیا اور جب عیسیٰ نے اس دنیا سے وفات پائی تو اس کے دو چھوٹے بچے تھے کہ صباح نے جن کی کفالت کی تھی، منقول ہے کہ صباح نے حسن سے کہا اب تو عیسیٰ فوت ہوگیا ہے اب کیا مانع ہے کہ ہم اپنے آپ کو ظاہر کریں اور عیسیٰ کی موت کی خبر مہدی تک پہنچادیں تاکہ اسے راحت ہو اور ہم بھی خوف سے مامون رہیں، کیونکہ مہدی ہمیں عیسیٰ کی وجہ سے تلاش کرتا ہے اب جو اس کی وفات ہوگئی ہے مہدی کو ہم سے کوئی سروکار نہیں، حسن کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میں دشمن خدا کی آنکھ ولی اللہ فرزند نبی اللہ کی موت سے روشن نہیں کروں گا، ایک رات جو حالت خوف میں بسر کروں تو وہ ایک سال کے جہاد وعبادت سے بہتر ہے، مصباح کہتا ہے کہ جب عیسیٰ کی موت کو دو مہینے گذر گئے تو حسن بن صالح بھی دنیا سے چل بسا اس وقت میں احمد وزید نامی عیسیٰ کے یتیم بچوں کو لے کر بغداد کی طرف روانہ ہوا جب بغداد میں پہنچا تو بچوں کو گھر میں کسی کے سپرد کیا اور خود پرانے لباس میں مہدی کے دارالخلافہ میں گیا جب میں وہاں پہنچا تو میں نے کہا میں صباح زعفرانی ہوں اور باریابی کی اجازت چاہی، خلیفہ نے مجھے بلایا جب میں اس کے ہاں پہنچا تو اس نے پوچھا کہ صباح زعفرانی تو ہے میں نے کہا ہاں، کہنے لگا **لا حیاک اللہ و لا بیاک اللہ و لا قرب دارک** اے دشمن خدا تو ہے وہ شخص جو لوگوں کو میرے دشمن کی بیعت کی طرف بلاتا تھا میں نے کہا کہ ہاں، کہنے لگا پس اپنے پاؤں سے موت کی طرف چل کر آیا ہے میں نے کہا اے خلیفہ میں آپ کے لئے بشارت اور تعزیت لے کر آیا ہوں، کہنے لگا

تیری بشارت اور تعزیت کون سی ہے میں نے کہا کہ بشارت تو عیسیٰ بن زید کی موت ہے اور تعزیت بھی عیسیٰ کی موت کی، کیونکہ عیسیٰ آپ کا چچا زاد اور عزیز و رشتہ دار تھا، جب مہدی نے یہ بات سنی تو سجدہ شکر بجالا یا، اس کے بعد پوچھنے لگا کہ عیسیٰ کی وفات کب ہوئی میں نے کہا کہ دو مہینہ گذر گئے ہیں، کہنے لگا اب تک مجھے کیوں نہیں خبر دی، میں نے کہا کہ حسن بن صالح ایسا نہیں کرنے دیتا تھا، اب اس کی بھی وفات ہوئی تو میں تیرے پاس آیا ہوں، مہدی نے جب حسن کی موت کی خبر سنی تو ایک اور سجدہ شکر بجالا یا، اور کہنے لگا الحمد اللہ کہ خدا نے اس کے شر کی مجھ سے کفایت کی ہے کیونکہ وہ میرے سخت ترین دشمنوں میں سے تھا اس وقت کہنے لگا اے مرجو چاہے مانگ کیونکہ تیری ہر حاجت پوری ہوگی اور میں تجھے مال دنیا سے بے نیاز کر دوں گا، میں نے کہا کہ خدا کی قسم اگر میرے پاس کوئی چیز ہوتی کہ جس سے ان کی کفالت کر سکتا تو یہ بھی آپ سے نہ مانگتا اور انہیں بغداد میں نہ لاتا، پھر میں نے تفصیل سے عیسیٰ اور اس کے بچوں کے حالات بیان کئے میں نے کہا کہ مناسب ہے کہ آپ ان یتیم بچوں کے لئے باپ کی جگہ ہو جائیں کہ جو بھوک سے مرنے کے قریب ہیں انہیں بھوک اور پریشانی سے نجات دو، جب مہدی نے عیسیٰ کے یتیموں کے حالات سنے تو بے اختیار رونے لگا اتنا رویا کہ اس کے آنسو گرنے لگے اور کہنے لگا اے بندہ خدا خدا تجھے جزائے خیر دے تو نے بڑا اچھا کیا ہے کہ ان کے حالات مجھ سے بیان کئے ہیں اور ان کا حق ادا کیا ہے، بے شک عیسیٰ کے بچے میرے بچوں کی مانند ہیں اب جا اور انہیں میرے پاس لے آ، میں نے کہا ان کے لئے امان ہے کہنے لگا ہاں وہ خدا کی اور میری امان میں ہیں، اور میرے ذمہ اور میرے آباؤ اجداد کے ذمہ ہیں اور میں اسے بار بار قسم دیتا اور اس سے امان طلب کرتا اس خوف سے کہ شاید میں انہیں اس کے پاس لے آؤں تو وہ انہیں تکلیف و اذیت پہنچائے اور مہدی بھی انہیں امان دیتا، آخر گفتگو میں کہنے لگا اے میرے دوست چھوٹے بچوں کی کیا تقصیر ہے کہ میں انہیں تکلیف پہنچاؤں جو میری سلطنت سے معارض تھا وہ ان کا باپ تھا اور اگر وہ بھی میرے پاس آتا اور مجھ سے نہ جھگڑتا تو میں اس سے بھی سروکار نہ رکھتا چہ جائے کہ یہ یتیم بچے، اب جا اور انہیں میرے پاس لے آ، خدا تجھے جزائے خیر دے اور تجھ سے بھی میں استدعا کرتا ہوں کہ میری بخشش و عطا کو قبول کر، میں نے کہا میں کچھ نہیں چاہتا تب میں گیا اور عیسیٰ کے بچوں کو لے آیا، مہدی نے انہیں دیکھا تو ان کی حالت پر اسے رقت ہوئی اور انہیں سینہ سے لگایا اور ایک کنیز کو حکم دیا کہ وہ ان کی پرستاری کرے اور چند افراد ان کی خدمت کے لئے مقرر کئے اور میں بھی چند دنوں کے بعد ان کے حالات کی تحقیق کر جاتا اور وہ دارالخلافہ میں رہے یہاں تک کہ محمد امین مارا گیا تو اس وقت وہ دارالخلافہ سے باہر نکلے اور زید کسی بیماری میں فوت ہوگیا اور احمد روپوش ہوگیا۔

عیسیٰ بن زید شہید کی اولاد و اعقاب کا ذکر:

عیسی بن زید کی نسل چار بیٹوں سے یادگار رہی ہے احمد مختفی، زید محمد حسین غضارہ، حسین جد ہے اس علی بن زید بن حسین کا کہ جس نے مہتدی باللہ کے زمانہ میں کوفہ میں خروج کیا تھا کوفہ کے عوام و اعراب میں سے ایک گروہ نے اس کی بیعت کی

اور مہدی نے شاہ بن میکال کو لشکر عظیم کے ساتھ اس سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا، جب یہ خبر علی کے لشکر نے سنی تو وہ وحشت زدہ ہوئے، چونکہ ان کی تعداد دو سو سوار تھی علی نے جب لشکر کی پریشانی دیکھی تو کہنے لگا اے لوگو یہ لشکر مجھے تلاش کرنے آیا ہے اور میرے غیر سے انہیں کوئی سروکار نہیں میں اپنی بیعت تمہاری گردنوں سے اٹھالیتا ہوں، تم اپنے کام پر جاؤ اور مجھے ان کے ساتھ چھوڑ دو، وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے، جب شاہ بن میکال کا لشکر آن پہنچا تو علی کے لشکر پر گھبراہٹ کا غلبہ ہوا علی نے کہا اے لوگو اپنی جگہ پر کھڑے رہو اور میری شجاعت کا نظارہ کرو، پس علی نے تلوار نیام سے نکالی اور اپنا گھوڑا اس انبوہ لشکر میں دوڑایا اور انہیں دائیں بائیں تلوار لگائی یہاں تک کہ اس لشکر سے باہر آ گیا، اور ٹیلے پر چڑھ گیا۔

دوبارہ اس لشکر کی پچھلی طرف سے آکر ان پر حملہ کیا لشکر نے خوف کے مارے اسے راستہ دے دیا، یہاں تک کہ وہ اپنی جگہ پر لوٹ آیا دو تین مرتبہ اسی طرح اس نے حملہ کیا تو علی کے لشکری بھی قوی دل ہو گئے اور انہوں نے شاہ بن میکال کے لشکر پر حملہ کر دیا، شاہ کے لشکر کو بری طرح سے شکست ہوئی اور علی بن زید کو فتح نصیب ہوئی وہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ معتمد کے زمانہ میں ناجم نے اسے طاہر بن محمد ابوالقاسم بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس بن امیر المومنین علیہ السلام اور طاہر بن احمد بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ قتل کر دیا۔

احمد بن عیسیٰ بن زید اور ناجم صاحب زنج کا تذکرہ:

احمد بن عیسیٰ بن زید شخص عالم وفقیہہ بزرگ وزاہد اور فقہ کی ایک کتاب کا مولف تھا اس کی والدہ عاتکہ بنت فضل بن عبدالرحمن بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمیہ تھی، اس کی ولادت ۱۵۸ھ میں اور وفات ۲۴۰ھ میں ہوئی، آخر عمر میں احمد نابینا ہو گیا تھا جیسا کہ اس کے باپ عیسیٰ کی وفات کے ذیل میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے جب سے اسے مہدی کے سپرد کیا گیا وہ دارالخلافہ میں رہا، رشید کے زمانہ تک تو صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ وہ رشید کے پاس رہا یہاں تک کہ جوان ہو گیا، پس اس نے خروج کیا اور اسے گرفتار کر کے قید کر دیا گیا، پس قید سے چھوٹ کر روپوش ہو گیا اور وہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ بصرہ میں وفات پائی اور اس وقت اس کی عمر اسی سال سے اوپر تھی اور اسی لئے اسے مختفی کہتے تھے۔(انتھی) اس کی زوجہ خدیجہ بنت علی بن عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام تھی اور وہ محمد کی ماں تھی کہ جو شخص وجیہ اور فضل تھا اور اس نے بغداد میں حالت قید میں وفات پائی، مولف کہتا ہے کہ جن افراد نے اپنے آپ کو احمد مختفی سے منسوب کیا ہے ان میں سے ایک صاحب زنج ہے جو دعوی کرتا تھا کہ میں علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہ السلام ہوں اور کچھ لوگ اسے دعیٔ (زبردستی کسی کی طرف منسوب ہونا) آل ابوطالبؑ کہتے تھے اور امام حسن عسکریؑ کی توقیع میں ہے کہ صاحب زنج اہل بیتؑ میں سے نہیں ہے اور اس کی اصل ری کی ایک بستی سے ہے اور وہ مذہب ازارقہ اور خوارج کی طرف میلان رکھتا تھا اور تمام گناہوں کو شرک سمجھتا تھا اور اس کے انصار واصحاب زنجی (حبشی) تھے اس نے مہتدی باللہ کی خلافت کے زمانہ میں جب کہ ماہ رمضان کے تین دن باقی تھے،

۲۵۵ھ میں بصرہ کے علاقے میں خروج کیا پھر وہ بصرہ کی طرف آیا اور اس پر قابض و مالک ہو گیا اور اس نے گروہ زنج کو فتنہ و فساد پر ابھارا اور یہ لوگ اس وقت بصرہ اہواز اور اطراف اہواز میں بہت تعداد میں تھے یہاں کے لوگ ان زنجیوں کو خریدتے اور اپنی املاک جاگیروں اور باغوں میں خدمت پر مامور کرتے اور ان علاقوں کے کچھ دیہاتی بھی اس کے ساتھ ہو گئے اور اس سے کئی ایک ایسے کام سرزد ہوئے کہ ویسے کام اس سے پہلے کسی شخص نے نہیں کئے تھے (المعتمد علی اللہ ابوالعباس احمد بن متوکل کے زمانہ میں اس کا بھائی طلحہ بن متوکل جو موفق اور قائم بامر الخلافہ کے لقب پہ ملقب تھا) اس سے جنگ کے لئے نکلا اور پے در پے حیلہ وتدبیر اور جنگ سے گریز کرتا رہا یہاں تک کہ اسے قتل کیا اور لوگوں کو اس کے شر سے آسودہ خاطر کیا، اور صاحب زنج کے تسلط وغلبہ کی مدت چودہ سال اور چار مہینہ تھی، اور وہ شخص قسی القلب اور بدکردار تھا، مسلمانوں کے خون بہانے ان کی عورتوں کو قید کرنے عورتوں کے قتل کرنے اور انہیں لوٹنے مارنے کی پرواہ نہیں کرتا تھا، منقول ہے کہ ایک دفعہ اس نے بصرہ میں تین لاکھ افراد کو قتل کیا اور اس کا فتنہ لوگوں کے لئے بہت بڑی مصیبت تھا اور حضرت امیرالمومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں کئی دفعہ صاحب زنج اور اہل بصرہ کے مصائب میں گرفتار ہونے کی طرف اشارہ کیا ایک جگہ فرماتے ہیں ''یا احنف کانی بہ وقد سار بالجیش الذی لا یکون لہ غبار ولا لجب ولا قعقعۃ لجم ولا حمحمۃ خیل ولا لجب یشیعرون الارض باقدامھم کانھا اقدام النعام احنف'' گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک ایسے لشکر کے ساتھ چل رہا ہے جن میں نہ غبار ہے نہ لجاموں کی جھنکار ہے نہ گھوڑوں کا ہنہنانا ہے اور نہ ہتھیاروں کی آواز ہے وہ اپنے قدموں سے خاک اڑاتے ہیں گویا کہ وہ شترمرغ کے پاؤں ہیں۔

سید رضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیرالمومنینؑ کا اس خطبہ میں صاحب زنج کے ظہور کے ابتدائی زمانہ کے متعلق جب کہ زنگیوں نے اس کی پناہ لی اور اس کی طرف اشارہ کیا ہے مورخین لکھتے ہیں کہ جب وہ بصرہ کی طرف روانہ ہوا اس کی پوری فوج میں صرف تین تلواریں تھیں تو ایک بستی میں پہنچا جو کرخ کے نام سے مشہور تھی اس بستی کے بڑے لوگ اس کو دیکھنے کے لئے آئے اور پذیرائی کے لوازمات پورے کئے، وہ رات صاحب زنج سے ان میں بسر کی جب صبح ہوئی تو کمیت رنگ کا گھوڑا بطور ہدیہ اس بستی سے اس کے لئے لے آئے اور اس گھوڑے کی زین اور لجام نہیں تھی اور نہ کہیں سے مل سکی، پس رسیوں کی زین اس پر درست کی گئی اور لیف خرما کی رسی سے اس کا منہ باندھا گیا اور اس پر سوار ہوا ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ واقعہ حضرت امیرالمومنینؑ کے قول کی تصدیق کرتا ہے کہ جہاں آپ فرماتے ہیں کہ ''کانی بہ قد سارنی جئش الذی لیس لہ غبار ولا لجب (الخ)'' اس کے بعد حضرت نے احنف سے فرمایا اے احنف وائے اور ہلاکت ہے تمہارے آباد گلی کوچوں اور آراستہ و مزین گھروں کے لئے کہ جن کے پر گدھوں کے پروں کی طرح بنے ہوئے ہیں۔ سونڈیں ہاتھی کی سونڈوں کی طرح ہیں اس گروہ سے کہ جن کے مقتول پر کوئی رونے والا نہیں اور نہ ان میں سے کسی گمشدہ کو کوئی تلاش کرتا ہے کیونکہ زنگی غلام اور مسافر تھے اور ان کا کوئی نہیں تھا جو ان پر ندبہ کرے یا ان کے غائب ہونے کی صورت میں اسے ان کی جگہ خالی نظر آئے شاید آپ کی پروں سے

مرادروشن دان یالکڑیاں اور بوریئے ہوں جومکانات کے باہرچھت سے آویزاں کردیتے ہیں تاکہ وہ درودیوارکو بارش اورسورج کی تمازت سے بچائیں اورسونڈ سے مراد پرنالے ہیں جو دیوار سے زمین تک متصل ہوتے ہیں کہ جن پر تارکول مل دیتے ہیں اور وہ بہت زیادہ سونڈ کی شباہت اختیار کرلیتے ہیں،حضرت امیرؑ اسی فرمائش سے اشارہ فرماتے ہیں کہ یہ عمارتیں خراب ہوجائیں گی اورصاحب زنج کے فتنہ میں جل جائیں گی،مورخین نقل کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن سترہ شوال ۲۵۷ ہجری کوصاحب زنج بصرہ میں داخل ہوااور بصرہ کے لوگوں کوقتل کرنے لگا،مسجد جامع اورلوگوں کے گھروں کوجلا دیا،جمع کے دن ہفتہ کی رات اور ہفتہ کے دن لگا تارلوگوں کوقتل کرتا اوران کے گھروں کوجلا تا رہا،یہاں تک کہ نالے ندیاں خون سے بہنے لگے اورکوچہ و بازارخون سے رنگین ہوگئے اورمحل وقصوروگلستان قبرستان بن گئے اورمکانات اور جہاں کہیں انسان یا جانوروں کی گزرگاہ تھی اورجس قسم کے اسباب وسامان وہاں تھے سب جلا دیئے''واتع الحریق من الجبل الی الجبل وعظم الخطب و عمها القتل والنهب والاحراق''اس کے بعدانہوں نے لوگوں کوقتل عام سے پناہ اورامان دے دی اور کہنے لگے جوشخص حاضر ہوجائے وہ امان میں ہے جب لوگ جمع ہوگئے توعذرودھوکہ کی بنیادرکھی اوران پرتلوار چلادی،لوگوں کی آوازشہادت جاری اوران کا خون زمین پر بہہ رہا تھا جس کسی کوانہوں نے دیکھا اسے قتل کر دیا،بصرہ میں جوشخص مالدارتھا پہلے اس کا مال لیتے یعنی شکنجہ دیتے تاکہ اپنا مال ظاہرکرے اور پھراچانک اسے قتل کر دیتے اور جوفقیر تھے انہیں توفرصت دیئے بغیرقتل کر دیتے،یہاں تک کہ منقول ہے کہ اہل بصرہ میں سے جولوگ کسی حیلہ بہانہ سے جان بچا گئے تو وہ ان کنوؤں میں جاچھپے جوگھروں میں کھودے ہوئے تھے،جب شب کی تاریکی پھیل جاتی تو وہ کنوئیں کی تاریکی سے باہرنکلتے اور چونکہ کھانے کی کوئی چیزموجود نہ ہوتی مجبوراًکتے چوہےاوربلیوں کے گوشت سے کھانے کا سامان کرتے اور جب آفتاب طلوع ہوتا تو پھرکنوئیں میں چلے جاتے اس طرح وہ لوگ گزارہ کرتے رہے،یہاں تک کہ ان جانوروں میں سے بھی کوئی چیز باقی نہ رہی اوردوسری کوئی چیزبھی انہیں میسر نہ آتی تو اس وقت دیکھتے کہ ان کے ہم جنسوں میں سے جوبھوک سے مرجاتے اس کے گوشت سے گزارہ کرتے اورجس میں طاقت ہوتی وہ اپنے ساتھی کوقتل کر کے کھالیتا اورمعاملہ لوگوں پراتنا سخت ہوا کہ ایک عورت کولوگوں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ایک سر ہےاوروہ رورہی ہے انہوں نے اس کا سبب پوچھا تو وہ کہنے لگی کہ لوگ میری بہن کے گردجمع ہوئے تاکہ وہ مرےاوروہ اس کا گوشت تقسیم کریں ابھی میری بہن نہیں مری تھی کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا اوراس کا گوشت تقسیم کیا اوراس کے گوشت میں سے سوائے سر کے مجھ کچھ نہیں دیا،اوراس تقسیم میں انہوں نے مجھ پرظلم کیا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ کی فرمائش اس خطبہ شریفہ میں معلوم ہوئی کہ جس میں فرمایا وائے ہوتجھ پراے بصرہ اس لشکر سے جوکہ خدا کا عذاب اورشکنجہ ہےجس میں شوروغباراورحسن وحرکت نہیں کیونکہ ان حبشیوں میں دوسرے لشکروں کی طرح شوروغل اورہتھیاراورزیادہ گھوڑے نہیں تھے اورعنقریب اے بصرہ تیرے رہنے والے سرخ موت اورغبارآلودکرنے والی بھوک میں مبتلا ہوں گے،یعنی قتل وقحط میں مبتلا ہوں گے اور یہ کلمات حضرت امیرالمومنینؑ کا ایک بہت بڑا معجزہ ہیں۔

محمد بن زید بن امام زین العابدین علیہ السلام اور اس کی اولاد کا تذکرہ:

محمد زید شہید کا سب سے چھوٹا بیٹا ہے اور اس کی اولاد عراق میں بہت زیادہ تھی اس کی کنیت ابو جعفر تھی، فضل اور شرافت میں بہت باکمال تھا اس کی جوانمردی کا واقعہ مشہور ہے کہ جسے داعی کبیر نے سادات وعلویین کے لئے نقل کیا تھا کہ اسے وہ اپنا دستور العمل بنائیں اور اسی طریقہ پر قائم رہیں اور ہم وہ واقعہ منتھی الآمال میں اولاد امام حسنؑ کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں وہاں رجوع کیا جائے اور اس کا بیٹا محمد بن محمد بن زید وہی ہے کہ ابوالسرایا کے زمانہ میں ۱۹۹ ہجری میں محمد بن ابراہیم طباطبا کی وفات کے بعد لوگوں نے جس کی بیعت کی تھی اور بالآخر اس کو گرفتار کر کے مامون کے پاس مقام مرو میں بھیجا گیا اس وقت اس کی عمر بیس سال تھی، مامون نے اس کی صغرسنی پر تعجب کیا اور اس سے کہا ''کیف رایت صنع اللہ بابن عمك'' یعنی خدانے جو تیرے چچازاد کے ساتھ کیا اسے تو نے کیسا دیکھا، محمد نے کہا ''رائت امین اللہ فع العفو ولحلم وکان یسیرا عندہ اعظم الجرم'' میں نے اللہ کا امین پایا عفو وحلم میں اور سب سے بڑا جرم اس کے نزدیک کم ہوتا تھا کہتے ہیں کہ وہ چالیس دن مرو میں رہا اس وقت مامون نے اسے زہر دے دیا، اور اس کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر طشت میں گرنے لگا اور وہ ان ٹکڑوں کو دیکھتا اور اس کے ہاتھ میں ایک خلال تھا کہ جس سے وہ انہیں الٹا تا پلٹا تا اور اس کی ماں فاطمہ بنت علی بن جعفر بن اسحاق بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؑ تھی اور اس کا دوسرا بیٹا جعفر بن محمد بن زید تھا، وہ شخص عالم وفقیہ ادیب وشاعر معروف کا حکم دینے والا منکر سے روکنے والا تھا، اور وہ نیشاپور کے علاقہ کلاجرو میں دفن ہوا، بعض مشجرات میں ایسا ہے اور ظاہرا یہ احمد سکین کا باپ ہے کہ جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

جاننا چاہیے کہ محمد بن زید کی نسل میں سے سید اجل وحید عصر فرید دھر صدر الدین علی بن نظام الدین احمد بن میر محمد معصوم مدنی مشہور بسید علی خاں شیرازی جامع جمیع کمالات وعلوم صاحب مولفات نفیسہ مثلاً شرح صمدیہ وشرح صحیفہ وسلافہ وانوار الربیع و سلوۃ الغریب وغیرہ ہے اس کی وفات ۱۱۱۹ھ میں شیراز میں ہوئی اور اس کی قبر شاہ چراغ میں سید اجل سید ماجد کی قبر کے پاس ہے اور سید علی خان کے آباؤ اجداد تمام علماء وفضلا اور محدثین تھے، کتاب سلافتہ العصر من محاسن اعیان العصر میں اپنے والد عظام الدین احمد کے حالات میں فرماتے ہیں ھمام بن ھمام وھلم جرا الی ان اجاوز المجرۃ مجزا لا اقف علیٰ حد حتی انتھی الیٰ اشرف جد و کفی شاھدا علی ھذا المرام قول احد اجدادہ الکرام لیس فی نسبنا الا ذوفضل وحلم حتیٰ نقف علیٰ باب مدینتہ العلم اور اس کے اجداد میں سے ہے، استاد البشر والعقل الحاوی عشر غیاث الدین منصور دشتکی کہ قاضی نوراللہ نے مجالس میں اس کے حالات میں فرمایا ہے، خاتم الحکماء وغوث العلماء الامیر غیاث الدین منصور شیرازی وہ کہ اگر ارسطو وافلاطون بلکہ حکماء زمانہ وقرون اس قبلہ اہل ایمان کے زمان میں ہوتے تو فخر ومباہات کرتے کہ وہ اس سے استفادہ کرنے والوں کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں اور اس کی مجلس عالی درس کے ملازمین میں

سے ہیں، انتھی ۔ کہتے ہیں کہ بیس سال کی عمر میں علامہ دوانی سے مناظرہ کرنے کی استعداد اپنے میں محسوس کی ۹۳۶ھ جب کہ عنان سلطنت کف باکفایت شاہ طہماسب صفوی میں تھی آنجناب صدارت عظمیٰ پر فائز ہوئے اور صدر صدور ممالک کے لقب سے ملقب ہوئے اور ۹۳۸ھ میں جناب خاتم المتہدین محقق کرکی عراق سے تبریز تشریف لائے اور بادشاہ کی طرف سے انتہائی احترام دیکھا امیر غیاث الدین مذکور سے طریقہ محبت والفت پر چلے کہتے ہیں کہ ان دونوں بزرگواروں نے ایک دوسرے سے قرارداد کی کہ ایک ہفتہ جناب محقق کتاب شرح تجریہ میر کے پاس پڑھیں اور دوسرے ہفتہ جناب میر کتاب قواعد کا جناب محقق سے استفادہ کریں ایک مدت اسی طرح سے گذری یہاں تک کہ مفسدین نے سخن چینی کی اور دونوں بزرگواروں میں اختلاف ڈال دیا، پس جناب میر نے منصب صدارت سے استعفاء دے دیا اور شیراز کی طرف واپس چلے گئے اور ۹۴۰ھ میں رحمت الٰہی سے جا ملے اور اپنے پدر بزرگوار کے مزار کے قریب دفن ہوئے اور ان جناب کی تصنیفات کافی زیادہ ہیں کہ جن کا ذکر یہاں مناسب نہیں ان کے والد ماجد سید الحکماء والمدققین ابولمعالی صدرالدین محمد بن ابراہیم ہیں، جو صدرالدین کبیر کے نام سے مشہور ہیں کہ قاضی نوراللہ نے ان کے حالات میں کہا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد امجاد حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام تک سب کے سب حافظ احادیث اور حامل شرعیہ تھے انتھی ان کے آثار میں سے مدرسہ شیراز میں منصور یہ ہے اور ۹۰۳ھ میں ان کی رحلت ہوئی۔

ان کے اجداد میں سے نصیرالدین ابوجعفر احمد سکین ہیں جو کہ مقرب خدمت امام رضا علیہ السلام تھے اور حضرت نے فقیہ الرضاء اپنے خط مبارک سے ان کے لئے لکھی تھی، اور وہ کتاب شریف سید علی خان کی کتابوں میں بلاد مکہ معظمہ میں شامل تھی جیسا کہ صاحب ریاض فرماتے ہیں اور سید صدرالدین محمد مذکور فرماتے ہیں پھر میرے جد امجد احمد سکین امام رضا علیہ السلام کے ساتھ برابر دس سال رہے مدینہ سے لے کر یہاں تک کہ انہیں خراسان کی طرف لے جایا گیا، پس اس نے آپ سے علم حاصل کیا اور اس کا اجازہ حدیث میرے پاس ہے، پس احمد امام رضا علیہ السلام سے ان کے آباء علیہم السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتا ہے اور یہ اسناد بھی وہ ہیں کہ جس میں میں منفرد ہوں کہ اس میں میرا کوئی شریک نہیں اور اس سے خداوند عالم نے مجھے مخصوص قرار دیا ہے۔ والحمد للہ

حسین بن امام زین العابدین علیہ السلام اور اس کے بعض اعقاب واولاد کا تذکرہ:

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ حسین بن علی بن الحسین علیہ السلام سید فاضل اور صاحب ورع وتقویٰ تھا اس نے بہت سی احادیث اپنے والد گرامی سے اور اپنے پھوپھی جناب فاطمہ بنت الحسینؑ سے اور اپنے بھائی امام محمد باقر سے روایت کی ہیں، احمد بن عیسیٰ نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حسین بن علیؑ کو دیکھا کہ وہ دعا کر رہا تھا میں نے دل میں کہا

کہ وہ اپنے ہاتھ دعا سے نیچے نہیں لائے گا جب تک اس کی دعا تمام مخلوق کے متعلق قبول نہ ہو اور سعید حسن بن صالح کے ساتھ سے روایت ہے کہ میں نے حسن بن صالح سے زیادہ خوف خدا رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا تھا یہاں تک کہ میں مدینہ طیبہ میں گیا اور میں نے حسین بن علی بن الحسین علیہ السلام کو دیکھا اور اس سے زیادہ خوف خدا رکھنے والا اور اس درجہ کا خدا سے ڈرنے والا نہ دیکھا، وہ اس طرح خدا سے ڈرتا تھا کہ گویا اسے آتش جہنم میں لے گئے ہیں اور اسے دوبارہ وہاں سے نکالا گیا ہے، یحییٰ بن سلیمان بن حسین نے اپنے چچا ابراہیم بن الحسین سے اس نے اپنے باپ حسین بن علی بن الحسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حسین نے کہا ابراہیم بن ہشام مخزومی مدینہ کا گورنر تھا اور وہ ہر جمعہ کو ہمیں مسجد رسول خداؐ میں منبر کے قریب جمع کرتا اور منبر پر جا کر امیر المومنین علیہ السلام کو برا بھلا کہتا، حسین کہتا ہے کہ ایک دن میں وہاں حاضر تھا جب کہ وہ جگہ لوگوں سے پر تھی اور میں نے اپنے آپ کو منبر کے ساتھ لگایا تو مجھے نیند آ گئی، اس حالت میں میں نے دیکھا کہ پیغمبر اکرمؐ کی قبر شریف شگافتہ ہوئی اور ایک شخص سفید لباس میں وہاں سے ظاہر ہوا اور مجھ سے کہنے لگا اے ابا عبداللہ کیا تجھے یہ چیز محزون و مغموم نہیں کرتی جو کچھ یہ کہتا ہے میں نے کہا ہاں خدا کی قسم تو اس نے کہا اپنی آنکھیں کھول کر دیکھو کہ خدا اس سے کیا کرتا ہے پس میں نے ابراہیم بن ہشام کو دیکھا کہ جب کہ وہ علی علیہ السلام کو برا بھلا کہہ رہا تھا اچانک وہ منبر سے گرا اور مر گیا۔ لعنۃ اللہ علیہ

مولف کہتا ہے کہ اس سے پہلے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ امام زین العابدینؑ کے دو بیٹوں کا نام حسین ہے اور ان میں سے جو چھوٹا تھا اسے حسین اصغر کہتے تھے اور شیخ مفید کی فرمائش معلوم نہیں کس حسین کی توصیف میں ہے، البتہ ہمارے شیخ واستاد نے مستدرک میں اور بعض دوسرے علماء نے ان کی فرمائش کو حسین اصغر کے متعلق قرار دیا ہے، بہر حال وہ حسین جو صاحب اولاد و اعقاب ہے وہ حسین اصغر ہے کہ جس کی کنیت ابوعبداللہ تھی وہ شخص پاکدامن محدث اور ایک جماعت نے اس سے روایت حدیث کی ہے ان میں سے عبداللہ بن مبارک اور محمد بن مبارک اور محمد بن عمر واقدی شیعی ہے ۱۵۲ھ میں چونسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوا ہے اور اس کے چند ایک بیٹے تھے ایک عبداللہ قاسم کا باپ ہے جو کہ رئیس و جلیل تھا اور دوسرا حسن بن حسین ہے جو کہ شخص محدث اور مکہ میں رہتا تھا اور اس نے روم کے علاقہ میں وفات پائی اور ایک بیٹا ابوالحسن علی ابن الحسینؑ ہے کہ جسے بنی ہاشم کے جوانمردوں میں سے شمار کرتے تھے جو صاحب فضل ولسان وبیان وسخاوت تھا اور اس کے اخلاق میں نقل ہوا ہے کہ جب اس کے لئے کھانا حاضر کرتے اور وہ سائل کی آواز سن کے وہ کھانا سائل کو دیتا اور دوبارہ کھانا اس کے لئے لایا جاتا پھر وہ سائل کی آواز سن کے وہ کھانا سائل کو دے دیتا، مجبوراً اس کی بیوی اپنی کنیز کو بھیجتی کہ وہ دروازے پر کھڑی ہو جائے جب کوئی سائل آئے تو وہ اسے کوئی چیز دیدے، تاکہ سائل آواز نہ دے اور علی کھانا کھالے اور ایک عبیداللہ اعرج ہے کہ جس کا ذکر آئے گا اور اولا حضرت صادقؑ کے بیان میں آئے گا کہ فاطمہ حسینؑ کی بیٹی حضرت کی بیوی اور اسماعیل وعبداللہ حضرت کے بیٹوں کی والدہ ہے، خلاصہ یہ کہ حسین اصغر کی اولاد اور ان کے پیچھے رہ جانے والے حجاز وعراق بلاد عجم ومغرب میں بہت ہیں انہیں میں سے ان کا پوتا ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن حسین مذکور مدنی ہے جو کوفہ میں رہتا تھا کہ جس کا علماء رجال نے ذکر کیا ہے اس کی وفات ۱۸۱ھ میں

واقع ہوئی اور اس کا بھائی قاسم بن عبداللہ بن حسین شخص رئیس و فاضل تھا، ابوالفرج نے مقاتل الطالبین میں اس کا ذکر کیا ہے اور ان میں سے عبداللہ بن حسن بن حسین اصغر ہے جو شوشتر میں دفن ہے قاضی نور اللہ نے مجالس میں اس کے متعلق کہا ہے کہ وہ ذریت سید المرسلین کے اکابرین میں سے ہے وہ فضل و پاکیزگی میں اپنے جد امام زین العابدینؑ سے مشابہت رکھتا تھا لہٰذا وہ دشمنان دین کے ہاتھ سے شہید ہوا اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس کا نام شریف عبداللہ اور لقب حنیف زین العابدین ہے اس کی قبر کی اصل عمارت کا بانی مستنصر خلیفہ عباسی ہے کہ جس نے پہلی دفعہ امام موسیٰ کاظمؑ اور امام جوادؑ کے مشہد کی بناء رکھی، اس کے بعد سادات حسینی مرعشی شوشتر کے متاخرین نے اس میں اور اضافہ اور مساعی جمیلہ ترویج مزار فائض البرکات میں (جو کہ اشرف والطف بقاع شوشتر ہے) شکر اللہ سعیہم (انتہی)، تحفۃ العالم میں بھی اسی کے قریب قریب منقول ہے اور اس کتاب میں ہے کہ جمعرات اور جمعہ کے دن عموماً اکیس ماہ مبارک رمضان کو خصوصاً جو کہ حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کا دن ہے لوگ اس جناب کی زیارت کے لئے کثرت سے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شوشتر میں ان کا سر دفن ہے، نیز انہیں میں سے احمد بن علی بن محمد بن جعفر بن عبداللہ بن الحسین الاصغر ہے جو کہ عقیقی کے لقب سے مشہور اور مکہ معظّمہ میں مقیم تھا اور ہمارے اصحاب کوفیین سے بہت روایات سنی ہیں اور کتابیں تصنیف کی ہیں اور اس کا بیٹا علی بن احمد معروف بعقیقی صاحب کتب کثیرہ اور صاحب کتاب رجال ہے جو کہ شیخ صدوق کا ہمعصر ہے اور شیخ ابوعلی منتہی المقال میں اس سے بہت کچھ نقل کرتا ہے اور اس کی علامت عق قرار دی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ اجلہ علماء امامیہ اور اعاظم فقہاء اثناعشریہ میں سے صاحب مصنفات بمشہور رہے اور آیۃ اللہ علامہ کتاب خلاصہ میں اس کی کتاب رجال سے بہت نقل کرتے ہیں اور شیخ صدوق نے کتاب اکمال الدین میں ایک حدیث نقل کی ہے جو کہ اس کی جلالت اور علو مرتبہ و منزلت میں واضح ہے اس کا چچا حسن بن محمد بن جعفر بن عبداللہ بن حسین اصغر داعی کبیر کی طرف سے شہر ساری کا حاکم تھا داعی کی عدم موجودگی میں اس نے سیاہ لباس پہنا جو عباسیوں کا شعار ہے اور سلاطین خراسان کے نام کا خطبہ پڑھا جب داعی نے قوت پکڑی اور واپس لوٹا تو اسے قتل کر دیا اور انہیں میں سے سید شریف نسابہ امام زادہ قاضی جابر ہے جو کہ دنک میں جو طہران کی ایک بستی ہے مدفون ہے اور اس کا نسب شریف جیسا کہ کتاب روح و ریحان میں درج ہے اس طرح ہے کہ ابوالقاسم علی بن محمد بن نصر بن مہدی بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عیسیٰ بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام اور نہایۃ الاعقاب میں نقل کیا ہے کہ اس امام زادہ کی ولادت اسی بستی میں ہوئی اور علم نسب میں بہت امتیاز رکھتا تھا اور گذشتہ زمانہ میں ہر شہر کا ایک نسابہ (علم جاننے والا) ہوتا اور یہ شہر ری کا نسابہ تھا اور نسابین اس کی خدمت میں آتے اور اس سے استفادہ کرتے تھے اور مجدالدین سے جو کہ نسابین ری میں سے تھا، نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اسے شہر ری میں دیکھا اور اس کی مجلس میں حاضر ہوا ہوں اور وہ میرے پاس آتا تھا اور ہمارے درمیان ۵۲۶ھ کے مہینوں میں علم الانساب کے بارے میں مذاکرہ ہوتا رہا اور انہیں میں سے محمد سلیق اور علی مرعش جو کہ عبیداللہ (عبداللہ) بن محمد بن حسن بن حسین اصغر کے بیٹے ہیں، اور یہ کلمہ سلیق خدا کے اسی قول سے ماخوذ ہے ''سلقو کم بالسنتہ حداد'' وہ تم سے تیز زبانوں کے ساتھ بدکلامی کرتے ہیں اور باقی رہا علی مرعش تو قاضی نور اللہ

شوشتری کہتے ہیں کہ اونچی پرواز والے کبوتر کو مرعش کہتے ہیں چونکہ علی مذکور علوشان و رفعت منزلت و مکان سے متصف تھا تو مرعش کے لفظ سے اس کی توصیف استعارہ اس کے علو منزلت کی طرف تھی اور فرمایا ہے کہ سادات مرعش اس کی طرف منسوب ہیں اور وہ چار گروہ ہیں۔

پہلا گروہ: سادات علی درجات مازندران ہیں جو تشیع میں مشہور ہیں اور انہیں میں سے ہے میر قوام الدین کہ جس کی طرف سلاطین قوامیہ مرعشیہ مازندران منسوب ہیں اور وہ میر بزرگ کے نام سے مشہور ہے اور اس کا نسب اس طرح ہے سید قوام الدین صادق بن عبداللہ بن محمد بن ابی ہاشم بن علی بن حسن بن علی المرعش اور وہ ایک مدت تک خراسان میں سلوک میں مشغول رہا اس کے بعد مازندان اپنے اصل وطن کی طرف لوٹ گیا اور ۷۷۰ھ میں مازندان کا فرمانروا ہو گیا اور ۷۸۱ھ میں وفات پائی اور مقام آمل میں دفن ہوا اور اس کا مزار ساطع الانوار ہے، صفویہ کے زمانہ میں اس کی بارگاہ پورے اہتمام سے بنائی گئی اور اس کے اوپر بڑا گنبد تعمیر اور اس کے چند بیٹے والا گہر تھے ان میں سے سید رضی الدین والی آمل اور سید فخر الدین رستمدار کا سردار اور کمال الدین شہر ساری کا فرمانروا تھا۔

دوسرا گروہ سادات شوشتر ہیں: جو مازندران سے شوشتر آئے تھے اور انہوں نے مذہب آئمہ اطہار علیہم السلام کی ترویج کی اور ان کے اکابر متاخرین میں سے صدر عالی قدر امیر شمس الدین اسد اللہ جو شاہ میر کے لقب سے مشہور تھا اور نشرح الصدر میر سید شریف کا باپ ہے۔

تیسرا گروہ مرعشیہ اصفہان ہیں یہ بھی مازندران سے اصفہان آئے۔ چوتھا گروہ مرعشیہ قزوین ہیں جو قدیم الایام سے وہاں وقت گذار رہے ہیں اور ان میں سے بعض آستانہ حضرت شہزادہ حسین کے، واضح ہو کہ علی مرعش کی اولاد میں سے سید فاضل فقیہ عارف زاہد ورع ادیب ابو محمد حسن بن حمزہ بن علی مرعش ہے جو کہ اجلہ فقہاء شیعہ اور چوتھی صدی کے علماء امامیہ میں سے ہے اور وہ طبرستان میں تھا، شیخ نجاشی، طوسی، علامہ اور باقی ارباب علم رجال رضوان اللہ علیہم نے انہیں ذکر کیا اور ان کی بہت تعریف کی ہے اور ان کی تصنیفات کے نام لئے ہیں اور ان سے تلعکبری روایت کرتا ہے، شیخ نجاشی فرماتے ہیں کہ وہ مرعشی مشہور ہیں اور وہ اس گروہ کے بزرگوں اور فقہا میں سے ہیں جو بغداد میں آئے اور ہمارے شیوخ اور استاتذہ نے ۳۵۶ہجری میں ان سے ملاقات کی ہے، اور ۳۵۸ہجری میں ان کی وفات ہوئی اور سید بحر العلوم نے ان کی توثیق کی ہے اور فرمایا ہے قد صح بما قلناہ ان حدیث الحسن صحیح جو بات ہم نے کہی ہے وہ درست ہے کہ حسن کی حدیث صحیح ہے اور ابن شہر آشوب نے کتاب معالم العلماء میں ذکر کیا ہے کہ ان تصنیفات میں سے کتاب غیبت ہے۔

مولف کہتا ہے کہ ان کی غیبت سے یہ حکایت منقول ہے فرمایا ہے کہ ہم سے ایک مرد صالح نے حدیث بیان کی جو ہمارے اصحاب امامیہ میں سے تھا وہ کہتا ہے کہ ایک سال میں حج کے ارادہ سے گھر سے چلا، اس سال گرمی بہت تھی اور باد سموم زیادہ زور پر تھی پس میں قافلہ سے الگ ہو گیا اور راستہ بھول گیا اور انتہائی پیاس کی وجہ سے بے حال ہو کر زمین پر گر گیا اور مرنے

کے قریب ہوگیا، پس گھوڑے کی آواز میرے کان میں پہنچی میں نے آنکھ کھول کر ایک جوان خوشرو وخوشبو کو ایک عمدہ گھوڑے پر سوار دیکھا، اس جوان نے مجھے پانی پلایا جو برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا اور مجھے ہلاک ہونے سے نجات دی، میں نے عرض کیا اے میرے سیدوسردار آپ کون ہیں کہ آپ نے یہ مرحمت مجھ پر کی ہے، فرمایا میں ہوں حجت خدا بندگان خدا پر اور بقیۃ اللہ زمین، میں وہ شخص ہوں جو پر کرے گا زمین کو عدل وانصاف سے جس طرح کہ وہ ظلم وجور سے پر ہوگی، میں ہوں فرزند حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام، اس کے بعد فرمایا آنکھیں بند کرو میں نے آنکھیں بند کرلیں، اب کھول دو میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو قافلہ کے درمیان تھا، پس حضرت کو اپنی نگاہ سے غائب پایا۔صلوات اللہ علیہ

مولف کہتا ہے حضرت امام جعفر صدقؑ کے حالات میں ایک روایت آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ جو اس حکایت سے مناسبت رکھتی ہے، نیز واضح ہو کہ علی مرعش تک پہنچتا ہے، نسب شریف سید شہید عالم فاضل جلیل قاضی نور اللہ بن شریف الدین حسینی مرعشی صاحب مجالس المومنین واحقاق الحق والصوارم المہر قہ وغیرہ کا جو کہ ہمارے شیخ بہائی کے ہمعصر تھے اور اکبر آباد ہندوستان میں قاضی القضاۃ تھے باوجودیکہ وہ اہل سنت کے درمیان رہتے اور تقیہ کرتے تھے جو کچھ فیصلہ کرتے وہ مذہب امامیہ کے مطابق ہوتا لیکن اس کو آئمہ اہل سنت میں سے کسی ایک کا فتویٰ کے مطابق کرتے بسبب کثرت اطلاع ومہارت کے جو انہیں فقہ شیعہ وسنی میں تھی اور ان کی کتب پر احاطہ رکھتے تھے، اہل سنت نے انہیں کتاب احقاق الحق ک تالیف کی وجہ سے شہید کردیا اور ان کا مرقد شریف اکبر آباد میں زیارت گاہ مشہور ومعروف ہے اور تقریباً نوے جلد کتاب مختلف علوم میں لکھی ہیں کہ جن میں سے مصائب النواصب مرزا مخدوم شریفی کی رد میں ہے جو کہ سترہ دن میں لکھی ہے اور ان کے والد بھی اہل علم و حدیث میں سے تھے، نیز سادات مرعشیہ میں سے ہیں، سید محقق علامہ حنفیہ سلطان حسین بن محمد بن محمود حسینی آملی اصفہانی ملقب بسلطان العلماء صاحب تصنیفات وحواشی دقیقہ مختصرہ مفیدہ شاہ عباس اول کے زمانہ میں پہلے منصب وزارت و صدارت انہیں تفویض ہوا اتنی قدرت ومنزلت پیدا کی بادشاہ کے نزدیک کہ بادشاہ کے داماد قرار پائے اور صاحب تاریخ عالم آراء نے ان کی وزارت کی تاریخ پر یہ مصرع کہا ہے، وزیر شاہ شد داماد سلطان ۱۰۶۴ھ میں اشرف مازندران میں وفات پائی، ان کا جنازہ شریف اشرف سے نجف اشرف کی طرف لے گئے اور وہاں دفن کیا، نیز سادات مرعشیہ میں سے ہیں سید سندورکن معتمد عالم فاضل جلیل فقیہ ومحقق بے بدل محدث ماہر سحاب ماطر (برسنے والا بادل) وبحر زاخر (ٹھاٹھیں مارتا سمندر) جناب آقا میرزا محمد حسین شہرستانی حائری صاحب مولفات فائقہ وتصنیفات رائقہ ان کی ولادت حضرت حجۃ صلوات اللہ و سلامہ علیہ کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار سال ودوماہ بعد ہوئی، کریمہ قدوۃ العلماء العظام آقا احمد بن آقا محمد علی کرمانشاہی ابن استاد اکبر محقق بہبہانی رضی اللہ عنہم کے صلب سے اور ان کی عمدہ تعلیم وتحصیل علامہ ثانی جو کہ ان کے ہمنام تھے مرحوم آقا فاضل اردکانی سے تھی اور خود وہ جناب کتاب موائد میں آقائے محمد ابراہیم بن آقا احمد کے حالات میں لکھتے ہیں وہ حقیر کے

ماموں اور میری والدہ کے سگے بھائی ہیں اور وہ صاحب فصول کی ہمشیرہ ہیں جب حقیر کرمانشان میں پیدا ہوا تو والد سفر میں تھے ماموں مذکور نے انہیں خط لکھا کہ خداوند عالم نے آپ کو ایک بیٹا عنایت کیا ہے جو آپ سے فخر ومباہات کرتا ہے کہتا ہے کہ میں حسین ہوں میرا باپ علی ہے اور میری والدہ فاطمہ ہے اور میرا نانا احمد ہے اور میرا ماموں ابراہیم ہے، حقیر کہتا ہے ہاں اور میرا بھائی حسن ہے اور میرے بیٹے علی وزین العابدین ہیں اور میری بیٹیاں سکینہ وفاطمہ ہیں۔انتھی

عبیداللہ اعرج بن حسین اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام اور اس کی بعض اولاد واعقاب کا تذکرہ

عبیداللہ اصغر کی کنیت ابوعلی ہے اس کی ماں ام خالد یا خالدہ بنت حمزہ بن مصعب بن زبیر بن عوام ہے، چونکہ ان کے ایک پاؤں میں نقص تھا لہذا اسے اعرج (لنگڑا) کہتے تھے، ایک دفعہ وہ ابوالعباس سفاح کے پاس گیا تو سفاح نے مدائن کی جاگیروں میں سے ایک جاگیر اسے دی جس کی ہر سال کی آمدنی اسی (۸۰،۰۰۰) ہزار دینار تھی، عبیداللہ نے محمد بن عبداللہ کی بیعت سے تخلف کیا جو کہ نفس زکیہ کے نام سے مشہور تھا اس لئے محمد نے قسم کھائی تھی کہ اگر اس کو دیکھ لیا تو قتل کر دوں گا، جب اسے محمد کے پاس لے کر گئے تو محمد نے اپنی دونوں آنکھیں بند کر لیں تا کہ اپنی قسم کی مخالفت نہ کرے کیونکہ اگر اس کی نگاہ اس پر پڑی تو قسم کے مطابق اسے قتل کرنا چاہیے، عبیداللہ خراسان میں ابوسلم کے پاس گیا تو ابومسلم نے اس کا بہت احترام کیا اور اس کے لئے رزق واسع اور روزی فراوان مقرر کی اور خراسان کے لوگ اسے بزرگ ومحترم سمجھتے تھے، اور عبیداللہ نے اس جا گیر میں جوذی امران یا ذی امان میں تھی وفات پائی اور اس کی نسل چار افراد سے چلی علی الصالح جعفر الحجۃ محمد الجوانی اور حمزۃ المختلس علی صالح بن عبیداللہ اعرج کی کنیت ابوالحسن تھی وہ شخص کریم صاحب ورع وفاضل و پرہیزگار اور آل ابوطالبؑ میں سے سب سے زیادہ زاہد تھا اسے اور اس کی بیوی ام سلمہ کو جو عبداللہ بن حسین اصغر کی بیٹی اور اس کی چچازاد تھی، الزوج الصالح (نیک جوڑا) کہتے تھے، قاضی نوراللہ نے مجالس المومنین میں کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوالحسن علی بن عبیداللہ اعرج بہت بزرگ اور عظیم القدر تھا، عراق کی ریاست اس سے متعلق تھی، مستجاب الدعا اور اپنے زمانہ میں اولاد ابوطالبؑ میں سب سے زیادہ عابد تھا اور امام موسی کاظم وعلی رضا علیہ السلام کی مخصوص اصحاب میں سے تھا، اور امام علی رضاؑ نے اسے الزوج الصالح کا لقب دیا اور آخر میں وہ حضرت کی خدمت میں ہی خراسان گیا اور جب محمد بن ابراہیم طباطبا نے چاہا کہ اسے ابوالسرایا کی ولایت پر بیعت لے تو اس نے انکار کر دیا اور رجال کشی میں سلیمان بن جعفر سے مروی ہے کہ علی بن عبیداللہ نے ابتداء امر میں مجھ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ امام رضاؑ کی بارگاہ میں فائز ہوں میں نے کہا کہ پھر کون سی چیز مانع اور اس سے روکتی ہے کہنے لگا حضرت کی عظمت و ہیبت چند دنوں کے بعد امام رنجور و بیمار ہوئے اور لوگ آپ کی عیادت کے لئے سبقت کرنے لگے، میں نے اس سے کہا یہ وقت

ہے کہ ان کی خدمت میں حاضری دو، اور آپ کے حضور سے مشرف ہو جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے اس کی تعظیم وتکریم کی علی بن عبید اللہ بہت خوش ہوا اس کے بعد وہ خود بیمار ہوا تو حضرت امام رضاؑ اس کی عیادت کے لئے آئے میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھا، حضرت اس گھر میں اتنا بیٹھے کہ جتنے لوگ وہاں آئے تھے، سب چلے گئے جب باہر نکلے تو میں بھی حضرت کے ساتھ باہر آیا، میری کنیز علی بن عبید اللہ کے گھر موجود تھی اس نے مجھ سے کہا کہ ام سلمہ علی کی بیوی پردہ کے پیچھے سے حضرت امام رضاؑ کو دیکھ رہی تھی اور جب حضرت گھر سے باہر نکلے تو وہ پردہ سے باہر آئی اور اس نے اپنا منہ اس جگہ پر رکھ دیا جہاں حضرت بیٹھے تھے اور اس کے بوسے لیتی رہی اور وہاں ہاتھ پھیر کر اپنے چہرہ پر ملا جب یہ داستان میں نے اس امام انس وجان کے سامنے بیان کی تو فرمایا اے سلیمان تمہیں معلوم رہے کہ علی بن عبید اللہ اس کی بیوی اور اس کی اولاد اہل بہشت میں سے ہیں، اے سلیمان جان لو کہ اولادِ علیؑ وفاطمہ کو جب خداوند عالم یہ امر (یعنی معرفت امامت ائمہ اہل بیتؑ) عطا فرمائے تو وہ دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہوتے اور علی صالح کی اولاد دو اعقاب تھے اور اس کی اولاد میں عراق کی ریاست تھی اور اس کی نسل میں سے ہے شیخ شرف النسابہ ابوالحسن محمد بن محمد بن علی بن الحسین بن ابراہیم بن علی صالح جو کہ سید ین رضی ومرتضی کا استاد وشیخ تھا، حکایت ہے کہ اس کی عمر ننانوے سال ہوگئی تھی باوجود اس کے اعضاء وجوارح صحیح وسالم تھے۔

جعفر الحجۃ بن عبید اللہ الاعرج سید شریف عفیف عظیم الشان جلیل القدر عالی ہمت رفیع مرتبت اور فصیح اللسان تھا کہتے ہیں کہ وہ فصاحت میں زید بن علی علیہ السلام سے مشابہ تھا اور زید یہ اسے حجۃ اللہ کہتے تھے اور کچھ لوگ اس کی امامت کے قائل تھے، ابوالبختری وہب بن وہب نے (جو ہارون کی طرف سے مدینہ کا والی تھا) اسے قید کر دیا اور اٹھارہ مہینہ وہ قید رہا، یہاں تک کہ اس کی وفات ہوگئی اور ہمیشہ قائم اللیل اور صائم النہار تھا اور وہ سوائے عیدین کے افطار نہیں کرتا تھا اور مسلسل امارت و ریاست اس کی اولاد میں ۸۸۰ھ ہجری بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت تک رہی، اس کے چند ایک بیٹے تھے ایک ابوعبداللہ الحسین ہے اور اس نے بلخ کا سفر کیا اور وہاں اس کی اولاد ہوئی اور اس کی اولاد میں سے ہے ابوالقاسم علی بودلتہ بن محمد الزاہد جو کہ سید جلیل القدر عظیم الشان عالم فاضل کامل صالح عابد اور رفیع المنزلہ تھا کہ سید ضامن نے تحفہ میں اس کے اور اس کی اولاد کے حالات لکھے ہیں اور دوسرا ابو محمد حسن ہے اور اس کی اولاد میں سے ہے نجم الملتہ والحق والدین سید مھنا قاضی مدینہ۔

مہنا بن سنان کا ذکر اور اس کے جد امجد طاہر کا نسب نامہ:

مہنا بن سنان بن عبد الوہاب بن نمیلۃ بن محمد بن ابراہیم بن عبد الوہاب اور یہ سب لوگ اپنے اپنے زمانہ میں مدینہ مشرفہ کے قاضی تھے ابن ابی عمارۃ مہنا اکبر بن ابی ہاشم داؤد بن امیر شمس الدین ابی احمد قاسم بن امیر علی عبید اللہ جو کہ امارت و ریاست رکھتا تھا عقیق مدینہ میں ابن ابوالحسن طاہر کہ جس کے حق میں کہا گیا ہے عالم فاضل کامل جامع ورع زاہد صالح عابد نقی نقی میمون جلیل القدر عظیم الشان رفیع المنزلہ اور عالی ہمت اس قدر تھا کہ اس کے بھائی کے بیٹوں کو طاہر کے بھائی بیٹے کہتے تھے اور

انہیں میں سے ہے شریف ابو محمد حسن بن محمد یحییٰ نسابہ کہ جس سے شیخ تلعکبری روایت کرتا ہے جس کی وفات ۳۵۸ھ میں ہوئی ،اور اپنے مکان میں بغداد کے محلہ سوق العطش میں دفن ہوا اور شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء جوانی میں اسے دیکھا اور اس سے استفادہ بھی کیا اور امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی اولاد کے تذکرہ میں احمد بن موسیٰ علیہ السلام کے حالات میں شیخ مفید، شریف مذکور اور سید ضامن بن شدقم سے روایت نقل ہوگی کہ سید ابوالحسن طاہر اور ایک اہل خراسان کے شخص کے درمیان محبت ومودت تھی وہ خراسانی ہر سال حج پر مشرف ہوتا جب مدینہ میں حاضر ہوتا تو رسول خداؐ اور ائمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے بعد اس سید کی زیارت سے مشرف ہوتا اور دوسو دیناران کی خدمت میں پیش کرتا اور یہ وظیفہ مقرر ہو چکا تھا، اس سید معظم کے لئے یہاں تک کہ بعض معاندین نے اس خراسانی سے کہا کہ تو اپنے مال کو ضائع اور غیر محمل میں صرف کرتا ہے کیونکہ یہ سید غیر طاعت خدا ور رسولؐ میں اسے خرچ کرتا ہے اس خراسانی نے تین سال برابر اس وظیفہ کو منقطع کر دیا سید بزرگوار دل شکستہ ہوا تو اپنے جد بزرگوار کو خواب میں دیکھا کہ اسے فرمار ہے ہیں، غمگین نہ ہو میں نے اس مرد خراسانی کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر سال تجھے وہ رقم دے اور جتنے سال کا وظیفہ فوت ہوا ہے وہ بھی دے اور اس خراسانی نے بھی رسول خداؐ کو عالم خواب میں دیکھا کہ آپ نے اس سے فرمایا اے شخص تو نے دشمنوں کی بات میرے بیٹے طاہر کے حق میں قبول کر لی ہے اس کے صلہ کو قطع نہ کر اور اس کا عوض بھی اسے دے جو گذشتہ سالوں میں فوت ہوا ہے وہ شخص بیدار ہوا اور بڑی خوشی ومسرت میں وہ مکہ آیا اور مدینہ میں سید کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے ہاتھ کے بوسے لئے اور چھ ہزار دینار اور کچھ ہدایا اس سید کی خدمت میں پیش کئے، سید نے فرمایا کہ تو نے میرے جد امجد رسول خدا کو خواب میں دیکھا ہے اور آپ نے تجھے اس کا حکم دیا ہے اس نے کہا کہ جی ہاں، پھر سید نے اپنا خواب نقل کیا اس خراسانی نے دوبارہ اس کے ہاتھ پاؤں کے بوسے لئے اور اس سے معذرت چاہی اور وہ سید عالم فاضل عارف ورع زاہد ابوالحسن یحییٰ نسابہ کے فرزند ہیں جو کہ پہلا شخص ہے جس نے نسب آل ابو طالب میں کتاب تالیف کی اور خدا اس پر رحم کرے وہ اصول عرب اور اس کے فروع کو جانتا ان کے انساب اور حرمین شریفین کے واقعات اور اخبار کا حافظ تھا ۲۱۴ھ میں عقیق مدینہ میں پیدا ہوا اور ۲۷۷ ہجری میں مکہ میں وفات پائی اور خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر کے پاس دفن ہوا، ابن ابو محمد حسن بن ابوالحسن جعفر الحجۃ بن عبیداللہ بن حسین اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام خلاصہ یہ کہ سید منہائے مذکور علامہ فقیہ نبیہ محقق مدقق جامع فضائل وکمالات انتہائی جلالت قدر وعظمت شان کے مالک اور صاحب مسائل مدنیات ہے اور وہ مسائل آیۃ اللہ علامہ حلی رحمہ اللہ سے پوچھے تھے، علامہ نے جواب دیئے اور ان کی بڑی تجلیل کی ان میں سے بعض مسائل کے جواب میں فرمایا ''السید الکبیر النقیب الحسیب النسیب المرتضیٰ مفخر السادۃ وزین السیادۃ معدن المجد والفخار والحکم والا ثار الجامع للقسط الا وفی من فضائل الا خلاق والسھم المعلیٰ من طیب الاعراق مزین دیوان القضآء باظھار الحق علی المحجۃ البیضآء عند ترافع الخصمآء نجم الملتہ والحق والدین مھنا بن سنان الحسینی القاطن بمدینہ جدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ الساکن

مھبط وحی اللہ سید القضاۃ والحکام بین الخاص والعام شرف اصغر خدمہ واقل خدامہ رسائل فی ضمنھا مسائل الیٰ غیر ذلك۔ روایت کرتا ہے سید منہائے مذکور علامہ اور فخر المحققین سے اور شیخ شہید رحمہ اللہ نے انہیں اجازہ دیا اور سید علی سمہودی نے جواہر العقدین میں ان کی جلالت کی حکایت نقل کی ہے، مثل ان کے جدامجد سید ابوالحسن طاہر کی حکایت کے کہ جسے ہمارے شیخ نے متدرک کے خاتمہ میں نقل کیا ہے اور سید ضامن شدقم مدنی نے تحفہ میں سید مہنا بن سنان کے ذکر میں کہا ہے کہ میرے والد علی بن الحسین نے شجرہ انساب میں نسب سادات بدلاء کو (جو کہ کاشان کے قریب بلاد عجم میں ہیں) سنان قاضی کے ساتھ متصل کیا ہے اور وہاں وہ سادات وحامدہ کے لقب سے مشہور ہیں، اور حموی نے معجم میں کہا ہے عقیق مدینہ کی طرف منسوب ہے، محمد بن جعفر بن عبداللہ بن حسین اصغر معروف بعقیقی اور اس کی نسل ہوئی ہے اور اس کی اولاد میں ریاست تھی، اور اس کی اولاد میں سے احمد بن حسین بن احمد بن علی بن محمد عقیقی ابوالقاسم ہے جو کہ وجوہ اشراف میں سے تھا اور دمشق میں اس کی وفات الجامیں ۴ جمادی الاولیٰ ۳۷۸ھ کو ہوئی اور باب صغیر میں دفن ہوا۔

نیز اولاد ابومحمد حسن بن جعفر الحجہ میں سے سید مجد الدین ابوالفوارس محمد بن ابوالحسن فخر الدین علی عالم فاضل ادیب شاعر نسابہ ابن محمد بن احمد بن علی اعرج بن سالم بن برکات بن ابوالغر محمد بن ابومنصور حسن نقیب الحائر بن ابوالحسن علی بن محمد المعمر بن احمد الزائر بن علی بن یحییٰ نسابہ بن حسن بن جعفر الحجتہ ہے بالجملہ سید مجد الدین ابوالفوارس عالم جلیل القدر تھا اور صاحب تحفۃ الازہار نے بہت زیادہ اس کی تعریف کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس کا نام حائر امام حسین علیہ السلام اور مساجد حلہ میں مرقوم ہے اور اس کی اولاد کو بنوالفوارس کہتے ہیں، اور وہ باپ ہے سید عالم محقق مدقق عمید الدین عبدالمطلب بن محمد کا جو کہ بہت جلیل القدر اور رفیع المنزلہ ہے اور وہ شیخ شہید کے مشائخ میں سے ہے اور اس کی والدہ شیخ سدید الدین والد علامہ کی بیٹی ہے، شیخ شہید نے ابن بجدہ کے اجازہ میں اس کے حق میں فرمایا ہے عن عدۃ من اصحابنا منھم المولیٰ السید الامام المرتضیٰ علم الھدیٰ شیخ اہل بیت علیہم السلام فی زمانہ عمید الحق والدین ابوعبداللہ عبدالمطلب بن الاعرج الحسینی طاب اللہ ثراہ وجعل الجنتہ مثواہ آنجناب کی تصنیفات مشہور ہیں اور ان میں سے اکثر تعلیقات وشروح ہیں ان کے ماموں جناب علامہ کی کچھ کتب پر مثلاً منبۃ اللبیب شرح تہذیب الاحکام اور کنز الفوائد فی حل مشکلات القواعد اور تبصرۃ الطالبین فی شرح نہج المسترشدین اور مبادی الاصول وغیرہ ان کی ولادت نیمہ شعبان ۶۸۱ھ ہجری شہر حلہ میں ہوئی اور ان کی وفات ۱۰ شعبان ۷۵۶ھ ہجری میں ہوئی اور مجموعہ شیخ شہید سے منقول ہے کہ شہید نے فرمایا ان کی وفات بغداد میں ہوئی اور ان کا جنازہ مشہد مقدس امیر المومنینؑ میں لایا گیا، جب کہ ان کی نماز جنازہ حلہ میں منگل کے دن مقام امیر المومنینؑ میں پڑھی گئی اور وہ اپنے باپ و دادا اور دو ماموں علامہ اور رضی الدین علی بن یوسف علامہ کے بھائی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کا بیٹا سید جمال الدین محمد بن عبدالمطلب عالم جلیل عالی ہمت رفیع القدر والمنزلہ مشہد غروی (نجف اشرف) میں ظلم وستم سے شہید ہوا اور تحفۃ الازہار میں ہے کہ آنجناب کو نجف اشرف میں ظلم وعدوان سے آگ میں جلایا گیا اور ان کے بھائی عمید الدین فاضل علامہ نظام الدین عبدالحمید اور فاضل علامہ ضیاء الدین

عبداللہ تھے اور ان کی اولاد بھی فقہا وعلماء میں سے تھی اور عمدۃ الطالب میں ان کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

محمد الجوانی بن عبید اللہ الاعرج جوانیہ بستی کی طرف منسوب ہے جو مدینہ کے قریب ہے کہ جس کی طرف علویین بنی جوانی منسوب ہیں کہ جن میں سے ابوالحسن علی بن ابراہیم بن محمد بن حسن بن محمد جوانی بن عبید اللہ الاعرج ہے کہ جسے علماء رجال نے ذکر کیا اور اس کی توثیق کی ہے اور کہا ہے کہ وہ ثقہ اور صحیح الحدیث تھا اور امام رضاؑ کے ساتھ خراسان گیا تھا لیکن احقر کو اس کے امام رضاء کے ساتھ خراسان جانے میں تامل ہے کیونکہ وہ امام رضاؑ کے بعد سو سال سے زیادہ زندہ رہا اس کی دلیل یہ ہے کہ ابوالفرج اصفہانی کہ جس کی تاریخ وفات ۳۵۶ ہجری ہے نے اس سے حدیث سنی ہے اور اس کی کتابیں خود اس سے نقل کی ہیں اور شیخ تلعکبری نے (جس کی وفات ۳۵۸ ہجری میں ہوئی ہے) اس کے بیٹے ابوالعباس احمد بن علی بن ابراہیم بن جوانی سے اجازہ لیا ہے اور اس سے روایت کرتا ہے اور دعائے حریق اس سے سنی ہے لہذا بہت بعید ہے کہ علی بن ابراہیم مذکور ۲۰۰ ھ میں امام رضاؑ کے ساتھ خراسان کی طرف گیا ہو اور جو کچھ احقیر کی نظر میں ہے وہ یہ کہ محمد جوانی جو کہ علی کا پردادا ہے وہ حضرت امام رضاؑ کے ساتھ خراسان گیا تھا کیونکہ روایت میں جوانی کا نام نہیں لیا گیا، بلکہ روایت اس طرح ہے 'عن ابی جعفر محمد بن عیسیٰ قال کان الجوانی خرج مع ابی الحسن علیہ السلام الیٰ خراسان و کان من قرابته' اور جوانی سے مراد محمد بن عبید اللہ اعرج ہے اور یہ کہ اس سے مراد علی بن ابراہیم ہو، ظاہرا اشتباہ ہے کیونکہ علی مذکور کی ولادت مدینہ میں ہوئی ہے اور اس کی نشو ونما کوفہ میں ہوئی اور کوفہ میں ہی وفات ہوئی اور اگر جوانی بھی اسے کہیں تو اس کے دادا کے اتباع میں ہے واللہ العالم اور احتمال ہے کہ اس کا بیٹا علی نام ہو اور وہ حضرت کے ساتھ گیا ہو، جیسا کہ فاضل نسابہ جناب سید ضامن بن شدقم نے تحفۃ الازہار میں ابوالحسن علی بن محمد جوانی بن عبداللہ اعرج کے حالات میں کہا ہے کہ وہ سید جلیل القدر وعظیم الشان رفیع المنزلہ حسن الشمائل عالم عامل فاضل تقی نقی مبارک امام رضاؑ کے ہمراہ خراسان کے راستہ میں ساتھ تھا اور حضرت سے روایت حدیث کی ہے اور بہت عبادت گزار تھا دن کو روزہ رکھتا اور رات کو کھڑے ہو کر عبادت کرتا تھا اور روزانہ ہزار دفعہ قل ھو اللہ کی تلاوت کرتا تھا اس کی موت کے بعد اس کی اولاد میں سے کسی نے اسے عالم خواب میں دیکھا اور اس کے حالات پوچھے تو بتایا کہ میری جگہ جنت میں ہے سورۃ اخلاص کی تلاوت کی وجہ سے اور اس کی کئی ایک تصنیفات جلیلہ بہت سے علوم میں ہیں، انتھی۔ نیز محمد جوانی کی اولاد میں سے ابوعبید اللہ محمد بن حسن بن عبداللہ بن حسن بن محمد بن حسن بن محمد جوانی بن عبداللہ اعرج ہے نجاشی نے کہا ہے وہ طبرستان میں ساکن اور فقیہ تھا اور سماع حدیث کیا اور اس کی ایک تصنیف کتاب ثواب الاعمال ہے۔

باقی رہا حمزہ مختلس بن عبید اللہ اعرج، اس کی نسل کم ہے اور اس کی اولاد میں سے حسین بن محمد بن حمزہ مختلس ہے جو خرون کے لقب سے مشہور تھا، کہ جس نے یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید بن امام زین العابدینؑ (کہ جس کا ذکر ہو چکا ہے) کے زمانہ کے بعد ۲۵۱ ہجری میں کوفہ خروج کیا، مستعین نے مزاحم بن خاقان کو لشکر عظیم کے ساتھ اس سے جنگ کے لئے بھیجا، جب عباسی کوفہ کے قریب پہنچے تو حسین دوسرے راستہ سے کوفہ سے نکل گیا، اور سامرہ میں جا کر معتز باللہ کی بیعت کر لی یہ

اس زمانہ کا واقعہ ہے جب مستعین باللہ بغداد میں تھا اور سامرہ کے لوگوں نے معتز باللہ کی بیعت کر لی تھی، ایک زمانہ حسین پر یونہی گذرا دوبارہ اس نے خروج کا ارادہ کیا اسے گرفتار کر کے قید کر دیا گیا، اور وہ ۲۶۸ھ تک قید میں رہا، معتمد نے اسے رہا کر دیا، پھر اس نے کوفہ میں خروج کیا ۲۶۹ھ میں اسے گرفتار کر کے موفق کے پاس لے آئے اس نے حکم دیا کہ اسے واسط میں قید کر دیں، کچھ مدت وہ قید میں رہا یہاں تک کہ اس کی وفات ہوئی۔

علی اصغر بن امام زین العابدینؑ اس کے بیٹے حسن افطس اور اس کی اولاد و اعقاب کا تذکرہ:

علی بن علی بن الحسین علیہ السلام حضرت سجادؑ کے سب سے چھوٹے بیٹے فرزند اور صاحب شرف وقدر منزلت تھے، کہا گیا ہے کہ فضائل ومناقب میں ان کے آثار موجود تھے اور حضرت امام زین العابدینؑ نے اپنے بھائی کے نام پر ان کا نام علی رکھا اور ان کی کافی اولاد ہوئی، صاحب عمدۃ الطالب کہتے ہیں علی اصغر کی کنیت ابوالحسین تھی اور ان کے بیٹے حسن افطس سے ان کی نسل چلی ابونصر بخاری کہتا ہے کہ افطس نے محمد بن عبداللہ بن حسن نفس زکیہ کے ساتھ خروج کیا اور اس کے ساتھ میں سفید علم تھا اور وہ آزمودہ کار تھا اور کسی شخص نے اس کی شجاعت وصبر کے ساتھ نفس زکیہ کی معیت میں خروج نہیں کیا، افطس کو طویل القامہ ہونے کی بناء پر رمح (نیزہ) آل ابوطالب کہتے ہیں، ابوالحسن عمری کہتا ہے کہ افطس زرد رنگ کا علم ہاتھ میں لئے نفس زکیہ کے ساتھ تھا، جب نفس زکیہ کی شہادت ہوگئی تو حسن افطس روپوش ہو گیا، جب امام جعفر صادقؑ عراق تشریف لائے اور ابوجعفر منصور نے کہا جی ہاں اے اباعبداللہ فرمایا اپنے چچا زاد حسن بن علی بن علی یعنی افطس سے درگذر کرو تو منصور نے اسے معاف کر دیا۔

سالمہ کنیز حضرت جعفر صادقؑ سے روایت ہے وہ کہتی ہے کہ حضرت صادق بیمار ہوئے اور انہیں اپنے اوپر خوف محسوس ہوا تو اپنے بیٹے موسیٰ کو بلایا اور فرمایا اے موسیٰ افطس کو ستر اشرفیاں اور فلاں فلاں چیز بھی دو، سالمہ کہتی ہے کہ میں حضرت کے قریب ہوئی اور عرض کیا آیا آپ افطس کو دے رہے ہیں حالانکہ وہ آپ کی کمین گاہ میں بیٹھا اور آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا، فرمایا اے سالمہ تو چاہتی ہے کہ میں ان اشخاص میں سے ہو جاؤں کہ جن کے متعلق خداوند عالم فرماتا ہے" ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل"، یعنی قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کے وصل کا خدا حکم دیتا ہے، یعنی رحم اور حسن افطس کی بہت سی اولاد ہے اور اس کی نسل پانچ افراد سے چلی ہے، علی الحوری، عمر، حسین، حسن، مکفوف اور عبیداللہ مقتول برامکہ علی الحوری بن افطس بن علی اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام اس کی والدہ ایک کنیز ہے جس کا نام عبادہ تھا، علی شاعر فصیح اور وہی شخص ہے کہ جس نے عمر عثمانیہ کی بیٹی سے نکاح کیا بعد اس کے کہ وہ مہدی عباسی کے نکاح میں تھی، موسیٰ ہادی پر یہ چیز گراں گزری اور حکم دیا کہ اسے طلاق دے دو، علی نے انکار کر دیا اور کہا کہ مہدی کوئی رسول خدا نہیں تھا کہ اس کی بیویاں اس کے بعد دوسرے لوگوں پر حرام ہوں اور وہ مجھ سے

اشرف نہیں تھا،موسیٰ ہادی اس بات سے آگ بگولہ ہوگیا اور حکم دیا تو علی کو اتنا مارا گیا کہ وہ بے ہوش ہوگیا اور اس علی کو ہارون الرشید نے قتل کیا۔(حوری حورہ بستی کی طرف منسوب ہے)

سید رضی الدین محمد آدی کا تذکرہ جو کہ علی حوری کی اولاد میں سے ہے علی حوری کی اولاد میں سے سید جلیل عابد نبیل رضی الدین محمد آدی نقیب بن فخر الدین محمد بن رضی الدین محمد بن زید بن داعی بن زید بن علی بن الحسین بن حسن بن ابوالحسن علی بن ابو محمد حسن نقیب رئیس بن علی بن محمد علی حوری بن حسن بن علی اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام یہ سید جلیل صاحب مقامات عالیہ و کرامات ظاہرہ ہے، سید رضی الدین بن طاؤس کا عدیل وصدیق ہے بسا اوقات سید ابن طاؤس اسے برادر صالح سے تعبیر کرتا ہے جیسا کہ رسالہ مواسعہ ومضایقہ میں فرماتے ہیں کہ میں متوجہ ہوا اپنے برادر صالح محمد بن محمد بن قاضی آدی ضاعف اللہ سعادتہ وشرف خاتمتہ کے ساتھ حلہ سے اسے اپنے مولا امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کے مشہد کی طرف پھر بیان کرتے ہیں کہ اس سفر میں مکاشفات جمیلہ اور بشارات جلیلہ میرے لئے رونما ہوئیں، مولف کہتا ہے کہ اس سید بزرگوار کے لئے ایک واقعہ دعائے عبرات سے متعلق ہے کہ جس کی طرف سید ابن طاؤس نے مہج الدعوات اور علامہ نے منہاج الصلاح میں اشارہ کیا ہے اور وہ واقعہ اس طرح ہے کہ فخر المحققین نے اپنے والد علامہ سے اپنے جد بزرگوار سدید الدین سے سید مذکور سے روایت کی ہے کہ وہ جناب سلطاب جرماغون کے ایک امیر کے پاس طویل مدت تک انتہائی سختی وتنگی میں قید تھے، پس عالم خواب میں خلف صالح منتظر صلوات اللہ علیہ کو دیکھا تو رو کر عرض کیا اے مولا میری شفاعت کیجئے اس ظالم گروہ سے میرے چھٹکارا پانے کے لئے حضرت نے فرمایا کہ دعا عبرات پڑھو، سید نے عرض کیا دعا عبرات کون سی ہے فرمایا وہ دعا تمہاری کتاب مصباح میں موجود ہے، سید نے عرض کیا اے میرے آقا ومولیٰ یہ دعا میری مصباح میں نہیں ہے، فرمایا مصباح میں دیکھو تو وہ تمہیں مل جائے گی، پس سید خواب سے بیدار ہوا، نماز صبح پڑھنے کے بعد مصباح کھولی تو اس کے اوراق کے درمیان ایک کاغذ دیکھا کہ جس میں یہ دعا لکھی ہوئی تھی، پس سید نے چالیس مرتبہ یہ دعا پڑھی، اور اس امیر کی دو بیویاں تھیں ان میں سے ایک عقلمند اور باتدبیر تھی اور وہ امیر اس پر اعتماد رکھتا تھا جب وہ امیر اس کے پاس اس کی نوبت کے وقت پر آیا تو وہ امیر سے کہنے لگی تو نے امیر المومنینؑ کی اولاد میں سے ایک شخص کو گرفتار کر رکھا ہے وہ کہنے لگا تو نے کیوں یہ سوال کیا ہے اس نے کہا میں نے عالم خواب میں ایک شخص کو دیکھا ہے گویا نور آفتاب اس کے رخسار سے چمک رہا ہے پس اس نے میرا حلق اپنی دو انگلیوں کے درمیان لے کر فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تیرے شوہر نے میرے ایک بیٹے کو قید کیا ہوا ہے اور کھانے پینے میں اس پر تنگی کرتا ہے، میں نے ان سے پوچھا آپ کون ہیں فرمایا میں علی بن ابی طالبؑ ہوں اس سے کہہ دو اگر اس نے اسے رہا نہ کیا تو میں اس کا گھر تباہ کردوں گا، پس یہ خواب منتشر ہوا اور بادشاہ تک جا پہنچا، بادشاہ کہنے لگا مجھے اس چیز کا علم نہیں اور اپنے دربان سے اس نے جستجو کی اور کہا کہ تمہارے ہاں کوئی قیدی ہے اس نے کہا ہاں ایک بوڑھا علوی ہے جس کے قید کرنے کا تو نے حکم دیا تھا کہنے لگا اسے چھوڑ دو، اور اسے ایک گھوڑا دو کہ جس پر وہ سوار ہو اور اسے راستہ بتاؤ تا کہ وہ اپنے گھر کی طرف چلا جائے، انتہی۔ یہ سید جلیل وہی ہے کہ جس تک استخارہ تسبیح کی ایک قسم کی

سند پہنچتی ہے اور وہ حضرت صاحب الامر صلوات اللہ علیہ سے اسے روایت کرتا ہے جیسا کہ شیخ شہید نے کتاب ذکریٰ میں ذکر کیا ہے اور ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سید نے یہ استخارہ حضرت سے براہ راست بغیر کسی واسطہ کے حاصل کیا ہے اور غیبت کبریٰ میں یہ منقبت عظیمہ ہے کہ جس کے گرد کوئی فضیلت گردش نہیں کرسکتی، اور میں نے اس استخارہ کی کیفیت کتاب باقیات صالحات میں مفاتیح کے حاشیہ پر نقل کر دی ہے وہاں رجوع کیا جائے اور یہ سید بزرگوار اپنے برادر روحانی سید ابن طاؤس سے اور اپنے باپ سے اس کا باپ اپنے باپ سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے باپ داعی بن زید سے جو کہ اس کا چوتھے درجہ پر باپ ہے، سید مرتضیٰ سے اور شیخ طوسی اور سلار وغیرہ سے روایت کرتا ہے اور اس کی وفات چار صفر ۶۵۴ھ چھ سو چون ہجری میں واقع ہوئی اور آدمی نسبت ہے آدہ بروزن سادہ کی طرف جو کہ اطراف قم میں ہے اور اس کی بہت زیادہ فضیلت منقول ہے کہ جن میں سے بعض کو قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں تحریر کیا ہے، اور جان لو کہ سید رضی مذکور کے چچا زاد بھائیوں میں سے ہے، سید جلیل شہید تاج الدین ابوالفضل محمد بن مجدالدین حسین بن علی بن زید بن داعی اور مناسب ہے کہ ہم اختصار کے ساتھ اس کی شہادت کی طرف اشارہ کریں۔

شہادت ابوالفضل تاج الدین محمد الحسینی صاحب عمدہ الطالب کہتے ہیں کہ سید جلیل ابتداء امر میں واعظ تھے، اور اپنا وقت مواعظ و نصائح میں بسر کرتے تھے، سلطان اولجا تیو محمد نے انہیں بلایا اور اپنے خواص دربار میں داخل کر لیا، اور نقابت نقباء ممالک عراق و ملک ری بلاد خراسان و فارس و باقی ممالک تمام ان کے عہدہ کفایت کے حوالہ کر دی لیکن رشید الدین طبیب جو کہ دربار سلطان میں وزیر تھا اسے تاج الدین سے عداوت و کینہ تھا اور اس کا سبب یہ تھا کہ مشہد ذی الکفل نبی علیہ السلام (جو کہ حلہ و کوفہ کے درمیان کی ایک بستی ہے) کی زیارت کو کچھ یہودیوں کو اس بستی میں آنے سے روک دیا گیا، اور جس رات سے روکا تھا اس کی صبح کے وقت وہاں منبر نصب کیا گیا، نماز جمعہ و جماعت وہاں ہونے لگی، رشید الدین چونکہ سید والا مرتبت کے علو مقام و منزلت سے جو کہ اسے دربار سلطان میں حاصل تھی، کینہ ولی اور خاطر اندوہ گین رکھتا تھا، اس واقعہ سے اس کا حسد و عداوت اور بڑھا، پس اس نے سید کے قتل کے اسباب اس طرح مہیا کئے کہ جن کے ذکر کا یہ مقام نہیں، پس اس سید جلیل کو ان کے دو بیٹوں شمس الدین حسین اور شرف الدین علی کے ساتھ رشید خبیث کے میل قلبی کے مطابق دریائے دجلہ کے کنارے لے آئے، پہلے ان کے دو بیٹوں کو اور پھر اس سید جلیل کو قتل کر دیا، اور یہ واقعہ ۷۱۱ھ کو ہوا اور ان کی شہادت کے بعد عوام بغداد اور حنابلہ کی ایک جماعت شقاوت نہاد نے اپنی خباثت فطری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سید جلیل کا بدن پارہ پارہ کر کے کھایا اور ان کے بال اکھاڑے اور ان کے مبارک بالوں کا ایک ایک دستہ ایک ایک دینار پر بیچا، جب بادشاہ نے یہ واقعہ سنا تو بہت خشمناک ہوا، سید اور ان کے دونوں بیٹوں کی شہادت کا اسے بہت افسوس ہوا اور حکم دیا کہ حنابلہ کے قاضی کو پھانسی پر لٹکایا جائے، کچھ لوگوں نے اس کی شفاعت کی تو فرمان جاری کیا کہ اسے الٹا کر کے اندھے گدھے پر بٹھا کر بغداد کے بازار میں پھرایا جائے اور یہ بھی حکم دیا کہ اس کے بعد حنابلہ میں سے کسی شخص کو قاضی مقرر نہ کیا جائے۔

عمر بن حسن افطس بن علی اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام کے بعض اعقاب واولاد کا ذکر کہ جن میں سے ایک سید عبداللہ شبتر ہے، جان لو کہ اس کے اعقاب میں سے سید جلیل الشان سید عبداللہ مشہور بنام شبر ہے، ابن سید جلیل عالی ہمت رفیع مرتبت سید محمد رضا ابن محمد بن حسن بن احمد بن علی بن احمد بن ناصر الدین بن شمس الدین محمد بن نجم الدین بن حسن شبر بن محمد بن حمزہ بن احمد بن علی بن طلحہ بن حسن بن علی بن عمر بن حسن افطس بن علی بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام فاضل محدث جلیل دفقیہ خبیر متتبع نبیل عالم ربانی اپنے زمانہ کا مجلسی فقہاء اعلام کی ایک جماعت سے تلمذ کیا، مثلاً شیخ جعفر کبیر و صاحب ریاض وآقا میرزا محمد مہدی شہرستانی ومحقق قمی وشیخ احسائی وغیرہ اور اس نے بہت سی کتابیں تفسیر وفقہ واصول وعبادات و غیرہ میں تصنیف کیں اور علامہ مجلسی کی کئی ایک کتب فارسی کا عربی میں ترجمہ کیا، اور ہمارے شیخ مرحوم ثقۃ الاسلام نوری نے دارالسلام میں اس کی تصنیفات کے نام کا ان کے ابیات (سطور) کی تعداد کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور شیخ اجل محقق شیخ اسداللہ صاحب مقابس الانوار سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ شیخ سید مذکور کے پاس گئے اور سید کی تصنیفات کی کثرت اور اپنی تصنیفات کی قلت پر تعجب کیا باوجود اس فہم واستقامت واطلاع ووقت کے جو خداوند عالم نے انہیں مرحمت فرمائی تھی اور اس کا راز سید سے پوچھا تو سید نے جواب دیا کہ میری تصانیف کی کثرت کی وجہ توجہ امام ہمام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہے، کیونکہ میں نے آنجناب کو عالم خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے قلم دیا اور فرمایا لکھو میں اس وقت سے تالیف پر موفق ہوا ہوں پس جو کچھ میرے قلم سے نکلا ہے وہ اسی قلم شریف کی برکات میں سے ہے سید کی وفات ماہ رجب ۱۲۴۲ھ چون سال کی عمر میں ہوئی، اور ان کی قبر شریف حضرت موسیٰ بن جعفر کے جوار میں ان کے والد مرحوم کے ساتھ رواق شریف کے اس حجرہ میں ہے جو باب القبلہ کے قریب ہے، اس شخص کی دائیں جانب جو حرم مطہر میں داخل ہو، نیز عمر بن حسن افطس کی نسل میں سے ہے امیر عماد الدین محمد بن نقیب النقباء امیر حسین بن جلال الدین مرتضیٰ بن حسن بن حسین بن شرف الدین بن مجد الدین محمد بن تاج الدین حسن بن شرف الدین حسین بن امیر کبیر عماد الشرف بن عباد بن محمد بن حسین بن محمد بن امیر حسین قمی بن امیر علی بن عمر اکبر بن حسن افطس بن علی اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام اور امیر عماد الدین مذکور پہلا شخص ہے جو اصفہان میں وارد ہوا اور کوہ جورت اصفہان میں بستی خاتون آباد کے پہلو میں دفن ہوا اور اس کے دو بیٹے مشہور ومعروف تھے، میر سید علی جو اس کے ساتھ دفن ہے اور دوسرا میر اسماعیل وہ بھی بقعہ جورت میں دفن ہے اور شاہ مراد کے نام سے مشہور ہے، محل نذر اور صاحب کرامات جلیلہ اور اس کی اولاد احفاد علماء مدرس اور رئیس تھے اور مناسب ہے کہ میں ان کے ذکر کو زندہ رکھنے کے لئے ان میں سے مشہور لوگوں کی طرف اشارہ کروں جیسا کہ بعض مشجرات سے میں نے استفادہ کیا ہے۔

اولاد واعقاب میر اسماعیل بن میر عماد الدین محمد معروف بخاتون آبادی کا تذکرہ:

میر اسماعیل بن میر عماد کے دو بیٹے مشہور تھے، میر محمد باقر اور میر محمد صالح، میر محمد باقر شخص عالم متورع زاہد صاحب

مقامات علیہ اور کرامات جلیہ تھا، اس نے تقی مجلسی سے علم حدیث اخذ کیا ہے اور حافظ قرآن تھا اور سات مرتبہ حج پر مشرف ہوا کہ جن میں سے زیادہ تر پیادہ تھے اس کی ولادت خاتون آباد میں ہوئی اس کا جورت میں مشہور مزار ہے اور اس کا بیٹا میر عبدالحسین فاضل کامل عالم متورع محدث فقیہ ثقہ مجمع اخلاق فاضلہ عبادت وزہد وتقویٰ میں بہت کوشان اور محقق سبزداری اور تقی مجلسی کا شاگرد ہے، ماہ شعبان ۱۰۳۷ھ ہجری خاتون آباد میں پیدا ہوا اور اصفہان میں وفات پائی اور تخت فولاد مقبرہ بابا رکن الدین میں دفن ہوا اور اس کا بیٹا میر معصوم ہے کہ جس کی وفات ۱۱۵۶ھ میں ہوئی اور تخت فولاد میں محقق خوانساری کے تکیہ کے قریب مرحوم خلد مقام آقا محمد بیدآبادی کی قبر کے سامنے دفن ہوا کرامات اور لوگوں کے نذر کے محل ومقام کے ساتھ مشہور ہے ، کہتے ہیں کہ آقا محمد نے وصیت کی تھی کہ اسے ان کے قریب دفن کیا جائے اور میر محمد باقر کا ایک بیٹا میر محمد اسماعیل ہے جو کہ عالم فاضل کامل زاہد وتارک دنیا تھا، علم فقیہ وحدیث وتفسیر وکلام وحکمت وغیرہ میں ماہر تھا اور جامع عباسی جدید اصفہان میں مدرس تھا، پچاس سال تدریس کی ہے اور اس نے مولا محمد تقی مجلسی میرزا رفیع الدی نا ئینی اور سید مرزا جزائری سے تعلیم حاصل کی ہے اور پچاس سال زندگی گذاری ہے پیر کے دن اٹھارہ ربیع الثانی ۱۰۳۱ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۱۱۸ھ کو وفات ہوئی، رسالہ اجازات سید نورالدین بن سید نعمت اللہ جزاروی علیہ الرحمۃ سے نقل ہوا ہے کہ اس سید جلیل نے ستر سال کی عمر میں لوگوں سے گوشہ نشینی اختیار کر لی، اور مدرسہ تخت فولاد میں جو کہ انہیں کا اپنا تعمیر شدہ تھا رہنے لگے اور اس مدرسہ کے ایک کمرے میں اپنی قبر کھودرکھی تھی اور راتوں کو مغرب وعشاء کی نماز کے بعد اسی قبر میں چلے جاتے اور نماز تہجد اسی میں پڑھتے اور اس کے بعد قبر سے باہر آتے اور اصول کافی کی شرح اور تفسیر قرآن لکھتے اور کچھ ذی استعداد طالب علم کہ جن میں میرے والد سید نعمت اللہ جزائری بھی تھے دن کے وقت ان کی خدمت میں رہتے، بالآخر وہیں ان کی وفات ہوئی اور اس قبر میں دفن ہوئے اور ان کی وفات کے بعد شاہ سلطان حسین نے اس کمرہ کو وسعت دی اور اس پر ایک گنبد تعمیر کیا جو اب تک تخت فولاد میں موجود ہے، اور میر محمد اسماعیل مذکور کے چند فرزند تھے جن میں سے ایک میر محمد باقر ملا باشی ہے جو کہ فاضل کامل کئی فنون علم میں متبحر اور صاحب تالیفات ہے جن میں سے ایک مکارم الاخلاق کا ترجمہ ہے اپنے والد ماجد اور محقق خوانساری سے تعلیم حاصل کی، مدرسہ چہار باغ اصفہان میں تدریس کرتا تھا اور ۱۱۲۷ھ میں اسے زہر سے شہید کیا گیا اس کی تاریخ وفات میں کہا گیا، آمد جگر از ۲۳۳ شہید ثالث بیرون ۱۳۵۰ تخت فولاد میں اپنے والد کے جوار میں ایک حجرہ میں دفن ہوا، اور اس کے قریب ہی اس کے فرزند جلیل سید محمد اسماعیل بن سید محمد باقر ملا باشی کی قبر ہے جو کہ عالم عابد متورع تقی محدث زاہد اور فنون علم میں ماہر تھا، خصوصا فقہ وحدیث وتفسیر میں اپنے والد ماجد اور فاضل خوانساری سے تعلیم حاصل کی اور جامع عباسی میں پیش نمازی اور مدرسہ جدیدہ سلطانیہ میں تدریس کرتا تھا اور چونکہ افغانیوں کے زمانہ سلطنت میں تھا لہذا مجہول القدر رہا اور اس کا فرزند جلیل استاد الکل فی الکل میرزا ابوالقاسم مدرس عالم فاضل کامل تقی نقی زیادہ تر علوم کا جامع تھا، مثلا فقہ وحدیث تفسیر واخلاق وکلام، اپنے زمانہ کے فضلاء کا استاد اور اپنے والد ماجد سید محمد اسماعیل کی طرح جامع عباسی میں پیش نماز اور تیس سال کے قریب مدرسہ

سلطانیہ میں تدریس کرتا رہا، علم فلسفہ وکلام میں عالم جلیل مولا اسماعیل خواجوئی کی شاگردی کی اور فقہ واصول وحدیث کا علم علامہ طباطبائی بحر العلوم سے حاصل کیا اور جناب بحر العلوم فلسفہ وکلام چار سال تک ان سے پڑھتے رہے اور ۱۲۰۲ھ میں ۵۷ ستاون سال کی عمر میں اصفہان میں وفات پائی اس کا جنازہ نجف اشرف کی طرف بھیجا گیا، اور مرقد شریف کے پاس سرداب میں اسے دفن کیا گیا اور اس کا فرزند جلیل میر محمد رضا عالم فاضل تقی نقی فقہ وحدیث میں ماہر تھا، لذات دنیا کا تارک اور لوگوں سے الگ تھلگ رہتا تھا، باپ کے بعد تیس سال مدرسہ سلطانیہ میں تدریس اور جامع عباسی میں پیش نمازی کرتا رہا، ۱۲۳۸ھ میں اصفہان میں وفات پائی اور جنازہ نجف اشرف میں لایا گیا، اس کا فرزند جلیل میر محمد صادق عالم فاضل کامل متورع تقی نقی جامع معقول ومنقول اغلب علوم میں مدرس تھا اکثر شہروں کے علماء اس کے شاگرد تھے تیس سال جامع عباسی میں پیش نمازی کی اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ زاہد تھا چالیس سال برابر روزے رکھے اور تھوڑی سی غذا پر اکتفاء کیا اور اپنی پوری زندگی میں کبھی حکام وسلاطین کے دربار میں نہیں گیا، سوائے ایک رات کے جس میں میرزا علی محمد باب سے مناظرہ کیا علم فقہ محقق قمی اور شیخ محمد تقی (صاحب حاشیہ برمعالم) سے اور علم فلسفہ وکلام مولیٰ علی نوری ملا محراب اور ملا اسماعیل خواجائی سے حاصل کیا، ۱۲۰۷ھ میں ولادت ہوئی اور چودہ رجب ۱۲۷۲ھ تحویل سے چھ گھنٹے بعد وفات پائی اور عجیب بات یہ ہے کہ ان والد ماجد میر محمد رضا اور جدامجد میرزا ابوالقاسم نے بھی تحویل شمس سے چھ گھنٹے بعد وفات پائی تھی، رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کا پوتا عالم فاضل کامل الحاج میر محمد صادق بن الحاج محمد حسین بن میر محمد صادق مذکور ہے ان کا مقام علم اپنے آباؤ اجداد کی طرح بلند ہے، اصفہان میں تدریس ونشر علوم میں مشغول رہے اور پچھلے سال جو کہ ۱۳۴۸ھ ہے رحمت خداندی سے جا ملحق ہوئے۔

میر محمد صالح میر اسماعیل بن میر عماد الدین محمد کے دوسرے فرزند اور ان کی اولاد واعقاب کا تذکرہ:

میر محمد صالح کے اپنی بیوی سیدۃ النساء بنت سید حسین حسینی (جو کہ منسوب ہے گلستانہ کے ساتھ) سے دو بیٹے تھے سید عبدالواسع اور سید محمد رفیع، سید محمد رفیع عبادت میں مشغول رہے اور اٹھاسی سال عبادت کی، اصفہان میں وفات پائی اور بابا رکن الدین کے مقبرہ میں دفن ہوئے اور ان کے والد سید میر محمد صالح کی وفات ابتدائے جوانی میں ہوگئی تھی اور خاتون آباد میں اپنی بیوی کے والد سید حسین کے ساتھ اس بقعہ کے قریب جو ابن محمد صنفیہ کے نام سے منسوب ہے دفن ہوئے۔

باقی رہے الواسع بن میر محمد صالح تو ان کے نواسے میر محمد حسین نے ان کے حالات میں لکھا ہے کہ میرے جد بزرگوار سید عبدالواسع عالم عامل متورع وعبادت گذار فنون علم انحاء نحو اور باقی علوم وفنون عربیت میں ماہر تھے اور انہوں نے فاضل علامہ ابوالقاسم جرفادقانی سے تعلیم حاصل کی اور علم حدیث اپنے زمانہ کے افاضل سے خصوصا میرے جد علامہ ملا محمد تقی

مجلسی رحمتہ اللہ علیہ سے اخذ کیا ان کی ولادت خاتون آباد میں ہوئی، لیکن وہ اصفہان کی طرف منتقل ہوکر وہیں سکونت پذیر ہوئے اور ننانوے سال کی عمر میں ماہ مبارک رمضان ۱۱۰۹ھ میں وفات پائی اور مقبرہ بابا رکن الدین میں دفن ہوئے اور چند سالوں کے بعد ان کی میت نجف اشرف لے گئے اور قبر مطہر جناب امیرؑ کے قریب دفن ہوئے میں نے ان کی زیارت کی ہے قرآں مجید اور کچھ صرف ونحو منطق ان سے پڑھی ہے اور انہوں نے اپنی گود میں مجھے پالا اور ان کے میرے ذمہ کافی حقوق ہیں، جزاہ اللہ عنی احسن الجزا وحشر مع موالیہ ان کا فرزند جلیل میر محمد صالح بن میر عبدالواسع عالم جلیل القدر علامہ مجلسی رحمہ اللہ کا داماد تھا اور اصفہان میں شیخ الاسلام تھا اور اس کی کئی تصنیفات ہیں کہ جن میں سے حدائق المقربین، ذریعہ، شرح فقیہ اور استبصار ہے، علامہ مجلسی رحمہ اللہ سے روایت کرتا ہے۔

اس کا فرزند جلیل میر محمد حسین خاتون آبادی علامہ مجلسی کا نواسہ امام جمعہ و جماعت اصفہان عالم کامل فاضل فقہ و حدیث وتفسیر اور خطاطی کا ماہر تھا، اپنے والد سے اور میر محمد اسماعیل سے اور ان کے فرزند میر محمد باقر مدرس سے تعلیم حاصل کی اور اس کی ایک کتاب سال کے اعمال میں ہے اور کچھ فقہ کے رسائل ہیں اور وہ بزرگوار افغانیوں کے زمانہ میں تھے، لہذا ان کے خوف سے بھاگ کر جورت میں جا چھپے اور پیر کی رات تیئیسویں شوال ۱۱۵۱ھ میں وفات پائی۔

میر محمد حسین کے دو بیٹے مشہور ہیں میر محمد مہدی جو کہ باپ کے بعد امام جمعہ اصفہان تھے اور وہ میر سید مرتضیٰ کے باپ ہیں اور وہ میر محمد صالح کے باپ ہیں جو مدرسہ کاسہ گراں کے مدرس تھے اور میر محمد مہدی کے باپ بھی ہیں، جو طہران میں امام جمعہ تھے اور یہ دونوں بھائی بے اولاد تھے اور ان کا تیسرا بھائی میر محسن ہے جو کہ میر سید مرتضیٰ صدر العلماء طہرانی اور میرزا ابوالقاسم امام جمعہ طہران کا والد ہے اور میرزا ابوالقاسم عالم عامل تقی نقی ماہر فقہ وحدیث وغیرہ صاحب اخلاق حسنہ اور دارائے جود وسخا اس حد تک تھے کہ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے اور مسلمین کی حاجت روائی میں بڑی جدوجہد کرتے اور وہ جناب شیخ اکبر مرحوم شیخ جعفر اور صاحب جواہر کے شاگرد تھے ۱۲۷۱ھ میں وفات پائی اور تہران میں دفن ہوئے اور ان کی قبر تہران میں مشہور ہے اس پر بہت بڑا گنبد ہے اور وہ بزرگوار مرحوم آقا میرزین العابدین امام جمع کے والد اور موجودہ امام جمعہ کے دادا تھے۔

دوسرا بیٹا میر محمد حسین خاتون آبادی کا میر عبدالباقی ہے جو کہ اپنے بھائی میر محمد مہدی کی وفات کے بعد اصفہان کے امام جمعہ قرار پائے اور آنجناب کا علم وعمل اور زہد وتقویٰ میں مقام معلوم ہے اور وہ علامہ طباطبائی بحر العلوم کے استاد ہیں اپنے باپ سے دادا سے اور علامہ مجلسی سے روایت کرتے ہیں ان کی وفات ۱۲۱۱ھ میں ہوئی ان کے فرزند جلیل الحاج میر محمد حسین سلطان العلماء اور امام جمعہ اصفہان تھے ان کی وفات ۱۲۳۳ھ میں ہوئی، ان کے فرزند جلیل الحاج میر احسن امام جمعہ ہیں اور سلطان العلماء کے تین بیٹے تھے، میر محمد مہدی امام جمعہ اصفہان جن کی وفات ۱۲۵۴ھ میں ہوئی، (۲) میر سید محمد امام جمعہ وفات ۱۲۹۱ھ (۳) میر محمد حسین امام جمعہ بہت سے علم وفنون میں فاضل اور بالخصوص کلام وتفسیر میں ماہر تھے، ۱۲۹۷ میں وفات ہوئی ان کے بعد میرزا محمد علی بن میرزا جعفر بن میر سید محمد بن میر عبدالباقی بن میر محمد حسین خاتون آبادی امام جمعہ اصفہان ہوئے اور یہ

سید جلیل عالم عامل فقیہ محدث میر محمد رضا اور الحاج ملاحسین علی تویسر کانی کے شاگرد ہیں اور کئی تصنیفات کے مصنف ہیں ان میں سے ہے رسالہ منجزات مریض رسالہ تقلید میت وغیرہ، ۱۳۰۰ھ میں وفات ہوئی ان کی قبر محبسین (دونوں مجلسی) کی قبروں کے پہلو میں ہے اور میر سید محمد بن الحاج میرزا حسن، الحاج میرزا ہاشم امام جمعہ اصفہان کے والد ہیں انکی وفات ۱۳۲۱ھ میں ہوئی رحمۃ اللہ رضوانہ علیہم اجمعین۔

عبداللہ بن حسن بن علی اصغر بن امام زین العابدینؑ اور ان کے بعض اولاد و اعقاب کا تذکرہ کہ جن میں سے ایک ابیض ہے جوری میں دفن ہے، صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ عبداللہ شہید بن افطس واقعہ فخ میں موجود تھا، اور اس نے دو تلواریں حمائل کی ہوئی تھیں اور بڑی بے جگری سے جنگ کی اور بعض کہتے ہیں کہ حسین صاحب فخ نے اسے اپنا وصی قرار دیا اور یہ کہا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ امر (حکومت) میرے بعد تیرے سپرد ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ میں اولاد امام حسنؑ کے حالات میں واقعہ فخ نقل کر چکا ہوں کہ صاحب فخ نے خروج کی ابتداء میں جن کہ علویین میں اجتماع کیا اور جب نماز صبح کے وقت موذن منارہ پر گیا تا کہ اذان کہے تو عبداللہ افطس تلوار سونتے منارہ پر گیا اور موذن سے کہا کہ اذان میں حی علیٰ خیر العمل کہو، تو موذن نے اذان میں حیّ علیٰ خیر العمل کہا، عبدالعزیز عمری نے (جو نائب الا یالہ مدینہ معظّمہ تھا) یہ جملہ سن کر احساس فتنہ کیا اور دہشت زدہ ہو کر فریاد کرنے لگا، میرا خچر گھر میں لے آؤ، اور مجھے دو دانے کھلاؤ یہ کہہ کر بھاگا اور خوف کے مارے گوز (پادتا) لگا تا جارہا تھا، یہاں تک کہ علویین کے خوف سے نجات پائی بہر حال عبداللہ وہی ہے جسے ہارون رشید نے گرفتار کیا اور یحییٰ بن عفر کے پاس قید رکھا، عبداللہ نے قید خانے کی سختی سے تنگ آ کر ہارون کو ایک رقعہ لکھا اور اس میں ہارون کو برا بھلا کہا، ہارون نے رقعہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ اسے وسعت کشائش دی جائے اور ایک دن جعفر کی موجودگی میں کہا کہ خدایا اس کے معاملہ کی میرے اور اپنے کسی دوست کے ہاتھوں کفایت کر، جعفر نے یہ بات سننے کے بعد نوروز کی رات حکم دیا تو عبداللہ کو قتل کر کے اس کا سرتن سے جدا کر دیا گیا، پس وہ نوروز کے ہدایا میں اس نے رشید کے پاس بھیجا جب سر سے سرپوش ہٹایا گیا اور رشید کی نگاہ عبداللہ کے سر پر پڑی اور جعفر کی یہ شقاوت دیکھی تو یہ بات اس پر عظیم اور گراں گذری، جعفر کہنے لگا میں نے جتنی فکر کی تو کوئی چیز مجھے آپ کی بارگاہ میں جشن نوروز دلفروز کے ہدیہ کے لئے اس سے بہتر نظر نہ آئی کہ آپ کے اور آپ کے آباؤ اجداد کے دشمن کا سر آپ کے حضور پیش کروں یہی وجہ تھی کہ جب ہارون رشید نے جعفر کے قتل کا ارادہ کیا تو جعفر نے مسرور کبیر سے کہا کہ امیر المومنین کون سے جرم کی پاداش میں میرا خون روا سمجھتے ہیں، مسرور نے کہا ان کے چچازاد عبداللہ بن حسن بن علی علیہ السلام کو ان کی اجازت کے بغیر قتل کرنے کی بناء پر، عمری نسابہ کہتا ہے کہ عبداللہ کی قبر بغداد کے سوق الطعام میں با مشہد ہے اور اس کی نسل و اعقاب مدائن میں بہت ہے اور اس کی اولاد دو بیٹوں سے چلی ہے (۱) عباس اور (۲) محمد امیر جلیل شہید کہ جسے معتصم خلیفہ نے زہر دے کر قتل کیا، باقی رہا عباس بن عبداللہ شہید تو اس کی نسل تھوڑی ہے اور تاریخ قم میں ہے کہ اس کا بیٹا عبداللہ بن عباس علی بن محمد علوی صاحب زنج کے ساتھ بصرہ میں تھا اور جب علی بن محمد کو قتل کر

دیا گیا تو عبداللہ اور اس کا بھائی حسن بن عباس بھاگ کھڑے ہوئے اور قم میں پہنچے اور قم ہی میں متوطن ہو گئے اور عبداللہ بن عباس کے ہاں قم میں ابوالفضل العباس اور ابوعبداللہ الحسین ملقب بہ ابیض اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں، اور عباس سے ابوعلی احمد پیدا ہوا، ابوعبداللہ ابیض ری کو چلا گیا اور اس کی اولاد ری میں ہے، انتہی عباس ابیض نے ۱۹۰ھ ری میں وفات پائی اور اس کی قبر حضرت عبدالعظیم علیہ السلام کے مزار کے قریب واضح اور زیارت گاہ ہے اور اس کی نسل ختم ہوگئی اور محمد بن عبداللہ کی نسل باقی رہ گئی۔مولف کہتا ہے کہ محمد بن عبداللہ کی نسل میں سے ہے ابومحمد یحییٰ بن محمد بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی بن حسینؑ بن علی بن ابی طالب علیہم السلام جو کہ خدا کے صالح بندوں فقہا وعلماء ومتکلمین میں سے تھے نیشاپور میں سکونت اختیار کی، اور کئی ایک کتابیں امامت وفرائض وغیرہ میں تصنیف کیں، شیخ نجاشی، علامہ اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں ان کا ذکر کیا ہے۔

ساتواں باب

حضرت ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین باقر علومؑ الاولین والآخرین کی تاریخ وسوانح

اور اس میں چند فصول ہیں

پہلی فصل

آپ کی ولادت اسم مبارک کنیت اور لقب کا بیان:

آپ کی ولادت باسعادت پیر کے دن تین صفر یا ابتدائے رجب ۵۷ھ مدینہ منورہ میں ہوئی آپ واقعہ کربلا میں موجود تھے اور اس وقت آپ کی عمر مبارک چار سال تھی آپ کی والدہ ماجدہ جناب فاطمہ بن امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تھیں کہ جنہیں ام عبداللہ کہتے تھے، اور آپ ابن الخیرتین وعلوی بین علویین ہیں یعنی وہ بہترین ماں باپ کے بیٹے اور علوی جو دو علویوں سے پیدا ہوئے، دعوات راوندی سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا ایک دن میری والدہ ایک دیوار کے نیچے بیٹھی تھیں، کہ اچانک دیوار سے آواز پیدا ہوئی اور دیوار اپنی جگہ سے کندہ ہوئی اور قریب تھا کہ زمین پر گر پڑے

میری والدہ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور دیوار سے فرمایا کہ حق مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم گرنا نہیں، خدا نے تجھے گرنے کی اجازت نہیں دی ہے پس وہ دیوار زمین وفضا کے درمیان معلق رہی، یہاں تک کہ میری والدہ وہاں سے چلی گئیں پس میرے والد امام زین العابدینؑ نے سو اشرفیاں ان کے لئے صدقہ دیں، نیز راوی حضرت صادقؑ سے روایت کرتا ہے کہ ایک دن آپ نے اپنی جد ماجدہ امام محمد باقرؑ کی والدہ کو یاد کیا اور فرمایا کہ میری دادی صدیقہ تھیں اور اولاد امام حسنؑ میں ان کے درجہ اور مرتبہ کو کوئی نہیں پہنچا، اور اسانید معتبرہ کے ساتھ حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جب آئمہ طاہرین میں سے کسی کی والدہ کسی امام سے حاملہ ہوتی ہیں تو وہ تمام دن اس میں سستی اور غشی محسوس کرتی ہیں، پس وہ عالم خواب میں ایک شخص کو دیکھتی ہیں جو اسے عقلمند و دانا اور بردبار فرزند کی بشارت دیتا ہے جب وہ خواب سے بیدار ہوتی ہیں تو اپنی دائیں جانب مکان کے گوشہ سے آواز سنتی ہیں کہ جس کے کہنے والے کو وہ نہیں دیکھ سکتیں جو کہتا ہے کہ آپ حاملہ ہوئی ہیں، بہترین اہل زمین کے ساتھ آپ کی بازگشت خیر وسعادت کی طرف ہے اور تجھے بشارت ہو دانا اور بردبار بیٹے کی، اس کے بعد وہ اپنے میں بوجھ اور گرانی محسوس نہیں کرتی یہاں تک کہ آپ کے حمل کے نو مہینے گذر جاتے ہیں، پس وہ بہت سے ملائکہ کی آواز اپنے گھر سے سنتی ہیں اور جب ولادت کی رات ہوتی ہے تو وہ اپنے گھر میں ایسا نور دیکھتی ہیں کہ جسے امام کے آباؤاجداد کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا، پس امام مربع شکل میں بیٹھے ہوئے شکم مادر سے باہر آتا ہے اور اس کا سر (عام بچوں کی طرح) نیچے کی طرف نہیں آتا، جب امام زمین پر آتا ہے تو وہ اپنا رخ قبلہ کی طرف پھیر کر تین مرتبہ چھینکتا ہے اور چھینکنے کے بعد الحمدللہ کہتا ہے اور امام ختنہ شدہ ناف بریدہ پیدا ہوتا ہے اور خون وکثافت سے آلودہ نہیں ہوتا، اور اس کے اگلے دانت اگے ہوئے ہوتے ہیں اور تمام رات دن اس کے چہرہ اور ہاتھوں سے سونے کی طرح زرد نور ساطع ہوتا رہتا ہے۔

حضرت کا نام نامی محمد کنیت ابوجعفر اور القاب شریفہ باقر شاکر اور ہادی ہیں، اور آپ کا زیادہ مشہور لقب باقر ہے اور یہ وہ لقب ہے کہ جس کے ساتھ آپ کہ سرکار رسالتؐ نے ملقب کیا تھا، جیسا کہ روایت سفینہ جابر بن عبداللہ سے منقول ہے کہ حضرت رسول کرامؐ نے مجھ سے فرمایا اے جابر امید ہے کہ تو دنیا میں زندہ رہے، یہاں تک کہ تو اولاد حسینؑ میں سے میرے ایک فرزند سے ملاقات کرے گا کہ جس کا نام محمد ہوگا، ''یبقر علم الدین بقرا'' جو علم دین کو شگافتہ کریگا، شگافتہ کرنا یعنی کھول کھول کر اور واضح کر کے بیان کرے گا، پس جب اس سے ملاقات کرنا تو میرا سلام اس کو پہنچانا، شیخ صدوق نے عمر بن شمر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے جابر بن یزید جعفی سے سوال کیا کہ امام محمد باقرؑ کو باقر کیوں کہتے ہیں، کہنے لگا اس کی وجہ یہ ہے کہ بقر العالم بقرا ای شقہ واظہرہ ظہر اعلم کو شگاف کیا، شگاف کرنا، آشکار وظاہر کیا، ظاہر کرنا، بتحقیق مجھ سے حدیث بیان کی جابر بن عبداللہ انصاری نے کہ اس نے جناب رسالت مآب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے جابر تو زندہ رہے گا، یہاں تک کہ ملاقات کرے گا، میرے بیٹے محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے جو کہ تورات میں باقر کے نام سے مشہور ہے پس جب تیری اس سے ملاقات ہو تو میری طرف سے اسے سلام پہنچانا، تو جابر بن عبداللہ نے حضرت کو مدینہ کے ایک کوچہ میں دیکھا

کہنے لگا اے صاحبزادے آپ کون ہیں فرمایا میں محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ ہوں، جابر نے کہا اے صاحبزادے میری طرف رخ کیجئے، شہزادے نے ان کی طرف رخ پھیرا کہا کہ کہ ذرا پشت پھیریئے، آپ نے ایسا ہی کیا تو عرض کیا رب کعبہ کی قسم یہی شمائل وخصائل ہیں رسول خداؐ کے اے صاحبزادے رسول خداؐ نے آپ کو سلام کہا ہے فرمایا جب تک آسمان و زمین باقی ہیں رسول خداؐ پر سلام ہوتا رہے اور تجھ پر بھی سلام ہو اے جابر کہ تو نے حضرت کا سلام پہنچایا ہے اس وقت جابر نے حضرت سے عرض کیا یا باقر ''انت الباقر حتا انت الذی تبقر و العلم بقرا '' اے باقر حق یہ ہے کہ آپ باقر ہیں اور وہی ہیں جو علم کو واضح کریں گے، واضح وظاہر کرنا علماء کہتے ہیں کہ حضرت کو باقر اس لئے کہتے ہیں چونکہ آپ علوم اولین وآخرین کو شگافتہ کریں گے اور آپ کا دل وسیع سمندر اور جاری چشمہ ہے، علم ودانش کا اور سبط ابن جوزی کے تذکرہ میں مسطور ہے کہ حضرت کو کثرت سجود کی وجہ سے باقر کہتے ہیں ''بقر السجود جبهه ای فتحها و شقها '' یعنی سجدہ نے آپ کی جبین مبارک کو شق اور کشادہ کر دیا اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کو غزوات وکثرت علم کی وجہ سے باقر کہتے ہیں، اور ابن حجر ہیتمی نے باوجود زیادہ عناد کے صواعق محرقہ میں کہا ہے کہ ابوجعفر محمد الباقر علیہ السلام کو باقر جو کہتے ہیں یہ زمین کو شگاف کرنے اور اس میں پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرنے سے ہے، اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے معارف کے خزانے احکام کے حقائق ولطائف جو چھپے ہوئے تھے ظاہر کیا جو مخفی نہیں مگر بجھی ہوئی بصیرت اور خراب وفاسد باطن والے پر اور اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ باقر علم جامع علم اور اپنے علم کو واضح وبلند کرنے والے ہیں اور آپ کے نگینہ کا نقش ''العزة لله یالعزة لله جمیعا '' تھا اور دوسری روایت ہے کہ آپ اپنے جد امجد امام حسینؑ کی انگوٹھی ہاتھ میں رکھتے تھے کہ جس کا نقش ''ان الله بالغ امره '' تھا اور اس کے علاوہ بھی روایت ہے لیکن ان روایات کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ آپ کے پاس کئی انگوٹھیاں ہوں کہ جن میں سے ہر ایک پر ایک نقش معین ہو۔

دوسری فصل

امام محمد باقرؑ کے مکارم اخلاق اور مختصر فضائل ومناقب

کسی غور وفکر کرنے والے باانصاف پر مخفی اور پوشیدہ نہیں کہ جو اخبار وآثار علوم دین تفسیر قرآن فنون آداب و احکام حضرت سے روایت ہوئے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ کسی کی عقل وفکر میں سما سکیں، باقی ماندہ صحابہ وجوہ واعیان تابعین اور روساء وفقہاء مسلمین ہمیشہ حضرت کے علم سے روشنی حاصل کرتے اور آنحضرت کے علم وفضل کی کثرت کو بطور ضرب المثل بیان کرتے تھے ''یا باقر العلم لاهل التقیٰ و حیر من لبی علی الاجبل '' اے باقر علم اہل تقویٰ کے

لئے اور اے بہترین ان لوگوں میں سے کہ جنہوں نے مکہ کے راستہ کے پہاڑوں پر لبیک کہا، شیخ مفید سند کے ساتھ عبداللہ بن عطا مکی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا تھا کہ میں نے علماء کو کسی کے سامنے اتنا حقیر اور چھوٹا نہیں دیکھا جتنا کہ امام محمد باقرؑ کے سامنے دیکھا ہے میں نے حکم بن عتیبہ کو دیکھا کہ باوجود اس کی کثرت علم وجلالت شان کے جو اسے لوگوں میں حاصل تھی جب وہ آنجناب کے پاس آتا تو اس طرح معلوم ہوتا جیسے طفل مکتب اپنے استاد کے سامنے ہوتا ہے جابر بن یزید جعفی جب آپ سے روایت کرتا تو کہتا کہ مجھ سے حدیث بیان کی وصی اوصیاء وارث علوم انبیاء محمد بن علی بن الحسین صلوات اللہ علیہم اجمعین نے شیخ کسی نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جو امر مشکل میرا رخ کرتا تو میں امام محمد باقرؑ سے سوال کرتا یہاں تک کہ میں نے تیس ہزار حدیثیں آپ سے پوچھیں اور حضرت صادقؑ سے اٹھارہ ہزار حدیثیں اخذ کیں، حبابہ والبیہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے عصر کے وقت مکہ میں ملتزم یا باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کے گرد جمع تھے اور مشکل ترین مسائل کے متعلق اس سے سوال کرتے اور مشکلات کو حل کراتے تھے اور حضرت اس تھوڑے سے زمانہ میں اپنی جگہ سے نہیں اٹھے، جب تک آپ ایک ہزار مسئلہ کا جواب نہیں دے چکے اس وقت آپ اٹھ کر اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے تو ایک منادی نے بلند آواز سے ندا دی ”الا ان ھذا لنور الابلج المسرج والنسیم الارج والحق المرج“ خبردار یاد رکھو کہ یہ ہے نور روشن جو بندگان خدا کو حق کی طرف رہبری کرتا ہے اور یہ ہے نسیم خوشبو جو جان جہانیاں کو معرفت ودانش سے معطر کرتی ہے اور یہ ہے وہ حق کہ جس کی قدر ومنزلت لوگوں کے درمیان ضائع ہوگئی ہے یا جو دشمنوں کے خوف سے مضطرب ہے میں نے ایک گروہ کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ کون ہے تو ان کے جواب میں کچھ لوگوں نے کہا کہ محمدؐ بن علی باقرؑ غوامض وعمیق علوم کو ظاہر وشگافتہ کرنے والے اور فہم وذکا سے بولنے والے محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام۔

ابن شہر آشوب کہتے ہیں کہ علماء کا کہنا ہے اولاد امام حسنؑ وامام حسینؑ میں سے کسی شخص سے تفسیر وکلام فتاویٰ اور احکام حلال وحرام میں اتنا علم ظاہر نہیں ہوا جتنا حضرت سے ظاہر ہوا ہے اور جابر کی حدیث تو آپ کی متعلق مشہور ومعروف ہے، فقہاء مدینہ وعراق سب نے اسے ذکر کیا ہے اور مجھے خبر دی ہے میرے دادا شہر آشوب اور منتہی بن کیا بکی حسینی نے بہت سے طرق کے ساتھ سعید بن مسیب سلیمان بن اعمش ابان بن تغلب محمد بن مسلم زرارہ بن اعین اور ابو خالد کابلی سے کہ جابر بن عبداللہ انصاری مسجد رسول خداؐ میں بیٹھ جاتا اور مسلسل یہ کہتا رہتا یاباقر یاباقر العلم اے باقر علم مدینہ کے لوگ کہتے کہ جابر بے تکی اور فضول بات کہتا ہے تو جابر کہتے خدا کی قسم میں فضول اور بے ہودہ بات نہیں کہتا بلکہ میں نے تو رسول خداؐ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اے جابر تو میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص کو پائے گا کہ جس کا نام میرا نام اور جس کے شمائل (عادات واخلاق) مجھ جیسے ہوں گے جو علم کو شگافتہ اور واضح کرے گا جو اس کا حق ہے، پس آپ کی یہ فرمائش مجھے آمادہ کرتی ہے اس چیز پر جو میں کہتا ہوں اور یہ بھی کہا ہے کہ ابوالسعادات نے کتاب فضائل الصحابہ میں لکھا ہے کہ جابر رونے لگے اور عرض کیا اے میرے آقا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا

کیونکہ تم اپنے پروردگار کی طرف جانے والے ہو، جابر رونے لگے اور عرض کیا اے میرے آقا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کیونکہ یہ تو مجھ سے رسول خدا کا معاہدہ ہے فرمایا ''اللہ یا جابر لقد اعطانی اللہ علم ما کان وما ھو کائن الی یوم القیمۃ' خدا کی قسم اے جابر بیشک خداوند عالم نے مجھے علم عطا کیا ہے ان چیزوں کا جو گذر چکی ہیں اور ان کا جو قیامت تک ہونے والی ہیں، پس جابر نے اپنی وصیت کی اور ان کی وفات ہوگئی۔

اور رسول خداؐ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب حسین علیہ السلام دنیا سے گئے تو قائم بامر (امامت) ان کا بیٹا علی ہے اور وہ حجت اور امام اور خداوند عالم علیؑ کے صلب سے ایک فرزند روئے زمین پر لائے جو میرا ہمنام اور مجھ سے زیادہ مشابہت رکھنے والا ہوگا، اس کا علم میرا علم ہے اور اس کا حکم میرا حکم ہے اور وہ ہے امام اور حجت اپنے باپ کے بعد۔

صاحب کشف الغمہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ایک غلام سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت کے ساتھ مکہ گیا تو جب حضرت مسجد میں داخل ہوئے اور آپ کی نگاہ خانہ کعبہ پر پڑی تو آپ رونے لگے اور آپ کے رونے کی آواز اتنی بلند ہوئی کہ مسجد میں پھیل گئی، میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں، چونکہ لوگ آپ کو اس حالت میں دیکھ رہے ہیں بہتر ہے کہ آپ اپنی گریہ کی آواز کو آہستہ کریں آپ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر میں کیوں نہ گریہ کروں، حلانکہ مجھے امید ہے کہ خداوند عالم میرے رونے کی وجہ سے مجھ پر نظر رحمت کرے اور اس کی وجہ سے میں کل اس کے پاس فلاح ونجات حاصل کرلوں پھر آپ نے خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا، اس کے بعد آپ مقام ابراہیم کے پاس نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور رکوع وسجود کیا اور جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو سجدہ کی جگہ آپ کے آنسوؤں سے تر تھی اور آپ کی کیفیت یہ تھی کہ جب آپ ہنستے تو کہتے خدایا مجھے دشمن نہ بنانا اور روایت ہے کہ آپ رات کی تاریکی میں اپنے پروردگار سے تضرع زاری میں کہتے تو نے مجھے حکم دیا میں نے وہ حکم ادا نہیں کیا تو نے مجھے روکا، میں نہیں رکا، پس یہ لے میں تیرا بندہ تیرے سامنے ہوں اور میں کوئی عذر پیش نہیں کرتا اور روایت ہے کہ آپ ہر جمعہ کو ایک دینار صدقہ دیتے اور فرماتے کہ جمعہ کے دن کا صدقہ کئی گنا ہوجاتا ہے۔

شیخ کلینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے آپ فرماتے تھے کہ جب میرے باپ کو کوئی چیز محزون ومغموم کر دیتی تو آپ عورتوں اور بچوں کو جمع کر کے دعا مانگتے اور وہ آمین کہتے اور یہ بھی حضرت سے روایت ہے کہ میرے والد بہت ذکر خدا کرتے یہاں تک کہ بعض اوقات ہم ان کے ساتھ چل رہے ہوتے تو دیکھتے کہ وہ ذکر خدا کر رہے ہیں، اور ہم ان کے ساتھ کھانا کھاتے تو وہ ذکر خدا کرتے اور لوگوں سے باتیں کرتے ہوئے ذکر کرتے اور ہمیشہ ہم دیکھتے کہ ان کی زبان تالو سے لگی ہوئی ہے اور کہہ رہے ہیں ''لا الہ الا اللہ'' اور ہمیں اپنے پاس جمع کر کے فرماتے کہ سورج نکلنے تک ذکر کرو اور ہمیشہ اہل خانہ میں سے ان لوگوں سے کہتے کہ جو قرآن پڑھ سکتے تھے کہ قرآن پڑھیں اور جو قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے تو انہیں ذکر کرنے کا حکم دیتے اور روایت ہے کہ حضرت خاصہ وعامہ کے نزدیک ظاہر والجود اور فضل وکرم واحسان کے ساتھ مشہور تھے حالانکہ آپ کثیر

العیال تھے اور آپ کے اہل خانہ کی نسبت سے آپ کے پاس مال کم تھا اور آپ کی کنیز سلمٰی کہتی ہے کہ آپ کے بھائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ آپ کے ہاں سے کھانا کھائے بغیر واپس نہ جاتے اور آپ بہت سے درہم بھی انہیں دیتے۔ حکایت ہے کہ ایک دن کمیت شاعر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ حضرت یہ شعر پڑھ رہے ہیں:

ذهب الذين يعاش في اكنافهم
لم يبق الا شامت اوحاسد

چلے گئے وہ لوگ جن کے پہلو میں زندگی بسر کی جاسکتی تھی اب تو مصیبت پر خوش ہونے والے اور آسائش میں حسد کرنے والے ہی رہ گئے ہیں۔

پس کمیت نے فی البدیہہ یہ شعر کہا:

وبقىٰ علىٰ ظهر البسيطة واحد
فهوا المراد وانت ذاك الواحد

پشت زمین پر ایک شخص ایسا ہے جو مراد و مقصود ہے اور وہ آپ ہی ہیں اور روایت ہے کہ آپ کا جائزہ اور عطیہ پانچ سو درہم سے لے کر چھ لاکھ درہم تک تھا، اور آپ اپنے بھائیوں سے صلہ رحمی کرنے اور ان لوگوں سے احسان کرنے سے ملول و رنجیدہ خاطر نہیں ہوتے تھے، جو کہ رجاء و امید سے آپ کی بارگاہ کا قصد کرتے تھے اور منقول ہے کہ کبھی بھی آپ کے گھر سے یہ آواز نہیں سنی گئی کہ سائل کے مقابلہ میں ایسائل کہا گیا ہو، یعنی خفت وحقارت کے طور پر سائل کا نام نہیں لیتے تھے اور حضرت نے فرما رکھا تھا کہ سوال کرنے والوں کو ان کے بہترین ناموں کے ساتھ پکارو اور جنات الخلو د میں آپ کے اخلاق حمیدہ کے ذکر میں کہا ہے کہ آپ اکثر اوقات خوف خدا سے گریہ کرتے اور آواز گریہ آپ کی بلند ہوتی اور آپ مخلوق خدا میں سب سے زیادہ تواضع کرنے والے تھے اور آپ کے کھیت املاک چوپائے چرواہے اور غلام زیادہ تھے اور آپ خود اپنی زمین پر جا کر کام کرتے اور گرمی کے دنوں میں آپ کے غلام آپ کے زیر بغل ہاتھ رکھ کر آپ کو لے جاتے اور جو کچھ آپ حاصل کرتے اسے راہ خدا میں صرف کرتے اور آپ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے، اور جو شخص بھی آپ کے پاس آتا اس کا علم آپ کے علم کے مقابلہ میں مثل قطرہ کے ہوتا، دریا کے سامنے اور ان کے جدامجد امیر المومنینؑ کی طرح ان کے پہلوؤں سے علم کے سیلاب بہتے تھے اور آپ کی عظمت و جلالت کے سامنے ہر جلیل فقیر وصغیر تھا اور ابن حجر سنی متعصب صواعق میں کہتا ہے ''هوباقر العلم وجامعه وشاهر علمه ورافعه صفا قلبه و زكىٰ علمه وعمله و طهرت نفسه و شرف خلقه وعمرت اوقاته طباعة الله وله من الرسوخ في مقامات العارفين ما يكل عند السنة الواصفين وله كلمات كثيرة في السلوك والمعارف ولا تحتملها هذه العجالة۔ آپ باقر علم جامع علم اس کو پھیلانے اور بلند کرنے والے دل صاف، پاک نفس طاہر اخلاق باشرف تھے، آپ کے اوقات اطاعت خدا سے معمور تھے کہ جس کے بیان کرنے سے زبانیں

عاجز ہیں، سلوک و معارف میں آپ کے بہت سے ارشادات ہیں یہ جلدی میں لکھی جانے والی کتاب اس کی متحمل نہیں، مولف کہتا ہے کہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مقام پر امام محمد باقر علیہ السلام کے چند اخبار مناقب و مفاخر سے اپنی کتاب کو مزین کروں۔

پہلی خبر آپ کا تحصیل معاش میں زحمت و تکلیف برداشت کرنا

شیخ مفید اور دوسرے علماء نے حضرت ابوعبداللہ الصادقؑ سے روایت کی ہے محمد بن منکدر کہتا ہے کہ میں یہ گمان نہیں رکھتا تھا، علی بن الحسینؑ جیسا بزرگوار کوئی اپنا جانشین اپنے جیسا چھوڑے گا، یہاں تک کہ میں نے محمدؑ بن علیؑ سے ملاقات کی میں نے چاہا کہ انہیں وعظ و نصیحت کروں تو انہوں نے مجھے وعظ و نصیحت کیا اس کے ساتھ کہنے لگے کہ انہوں نے تجھے کیا وعظ کیا تھا، کہنے لگا انتہائی گرمی کے وقت میں مدینہ کی ایک طرف کو گیا اور میری ملاقات محمدؑ بن علیؑ سے ہوئی جو بھاری جسم کے تھے اس نے اپنے دو سیاہ غلاموں کے کندھوں پر ہاتھ رکھا ہوا تھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ قریش کا ایک سردار اس وقت اس حالت میں طلب دنیا کے لئے باہر نکلا ہوا ہے گواہ رہو کہ میں اسے وعظ و نصیحت کروں گا، پس میں نے اسے سلام کیا آپ نے پھولے ہوئے سانس اور پسینہ سے شرابور ہونے کی حالت میں جواب سلام دیا میں نے کہا **اصلحک اللہ** کیا یہ اچھا ہے کہ قریش کا ایک بزرگ اس حالت میں طلب دنیا کے لئے گھر سے نکلے اور اگر اس حالت میں آپ کو موت آ جائے تو آپ کی کیا حالت ہوگی، آپ نے غلاموں کے کندھوں سے ہاتھ ہٹا کر کسی چیز کا سہارا لیا اور فرمایا خدا کی قسم اگر اس حالت میں مجھے موت آ جائے تو ایسی حالت میں آئے گی کہ میں خدا کی ایک اطاعت میں مشغول ہوں گا کیونکہ میں نے اپنے آپ کو تجھ اور دوسرے لوگوں کی احتیاج سے روکا ہے میں تو اس وقت موت کے آنے سے ڈرتا ہوں جب وہ اس حالت میں آئے جب میں کسی گناہ میں مبتلا ہوں، محمد بن منکدر کہتا ہے میں نے کہا **یرحمك اللہ** میں نے چاہا کہ آپ کو نصیحت کروں آپ نے مجھے نصیحت کی ہے۔

مولف کہتا ہے کہ جو کچھ مجھ پر ظاہر ہوا ہے وہ یہ کہ محمد بن منکدر عامہ میں سے ایک صوفی ہے مثل طاؤس ابن ادہم وغیرہ کے کہ جو عبادات ظاہر یہ میں اپنے اوقات صرف کرتا اور کسب معاش سے دستبردار تھا اور اس نے اپنا بوجھ لوگوں پر ڈال رکھا تھا صاحب مستطرف نے نقل کیا ہے کہ محمد بن منکدر نے اپنی راتیں اپنی ماں اور بہن پر تقسیم کر رکھی تھیں کہ ان میں سے ہر ایک تیسرا حصہ رات کا عبادت میں گزارتا تھا جب اس کی ماں بھی فوت ہوگئی تو پھر وہ خود ساری رات عبادت میں بسر کرتا۔

فقیر کہتا ہے کہ ظاہراً محمد بن منکدر نے یہ طریقہ آل داؤد سے لیا تھا کیونکہ روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے رات و دن کے اوقات اپنے اہل خانہ پر تقسیم کر دیئے تھے، پس کوئی گھڑی نہیں گذرتی تھی کہ جس میں آپ کی اولاد میں سے کوئی نہ کوئی نماز میں مصروف نہ ہوتا **قال اللہ تعالیٰ اعملوا آل داود شکرا** فرمایا اے آل داؤد شکر کو کام میں لاؤ بہر حال امام باقرؑ کا یہ ارشاد کہ اگر اس وقت موت آ جائے تو میں خدا کی ایک اطاعت میں ہوں گا، الخ۔ یہ اس پر تعریض وطنز

ہے اور اس کی تائید کرتی ہے وہ چیز جو صاحب کشف الغمہ نے شقیق بلخی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ۱۴۹ھ میں حج کے لئے چلا جب میں نادسیہ میں پہنچا تو میں نے لوگوں سے ان کی زینت اور کثرت و زیادتی کو دیکھا میری نگاہ ایک خوش صورت گندم گون نحیف بدن پر پڑی جس نے اپنے لباس کے اوپر پشمینہ کے کپڑے پہن رکھے تھے اور اپنے اوپر ایک چادر لے رکھی تھی اور اس کے پاؤں میں نعلین تھے اور لوگوں سے الگ تھلگ اکیلا بیٹھا ہوا تھا میں نے دل میں کہا یہ شخص صوفی ہے اور چاہتا ہے کہ راستہ میں اپنا بوجھ دوسرے لوگوں پر ڈالے، میں اس کے پاس جا کر اسے سرزنش کرتا ہوں (باقی روایت انشاء اللہ امام موسیٰ بن جعفرؑ کے حالات میں آئے گی) اس روایت سے مقصد صرف اتنا تھا کہ معلوم ہو جائے اس زمانہ کے صوفی لوگوں پر بوجھ بنے ہوئے تھے اسی لئے صادقین علیہم السلام سے کثرت سے روایات وارد ہوئی ہیں کہ جن میں کسب معاش کا حکم اور لوگوں پر بوجھ بننے سے منع فرمایا ہے اور یہ کہ جو شخص عبادت میں مشغول رہے اور دوسرے اس کا خرچہ برداشت کرے تو خرچہ دینے والے کی عبادت اس سے زیادہ محکم ہے بلکہ حضرت صادقؑ نے حضرت رسولؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا **الملعون الملعون من القی کله علی الناس** ملعون ہے وہ شخص جو لوگوں پر اپنا بوجھ ڈالے۔

دوسری خبر حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے فرمایا کہ میرے والد کا خچر گم ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر خداوند عالم میرا خچر واپس پلٹا دے تو میں خدا کی ایسی حمد کروں گا کہ جس سے وہ خوش ہوگا، تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ آپ کا خچر زین و لجام کے ساتھ واپس لے آئے جب آپ سوار ہوئے اور درست ہو کر بیٹھے اور اپنے کپڑے ٹھیک کر لئے تو اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا الحمدللہ حمد و تعریف مخصوص ہے خدا کے ساتھ اور اس سے زیادہ آپ نے کچھ نہ فرمایا اس وقت کہنے لگے کہ میں نے کوئی چیز اسم حمد اور مراتب تعریف میں سے باقی نہیں چھوڑی اور تمام محامد و تعریفوں کو خدا کے ساتھ مخصوص کیا ہے کوئی حمد و سپاس ایسی نہیں جو اس حمد میں داخل نہ ہو، جو میں بجا لایا ہوں ایسا ہی ہے جیسا حضرت نے فرمایا کیونکہ الحمدللہ میں الف لام استغراق کا ہے، یعنی تمام جنس کے لئے ہوئے ہے اور صرف خداوند عالم کو حمد و سپاس کے ساتھ منفرد قرار دے رہا ہے۔

تیسری خبر جاحظ کی کتاب بیان وتبیان سے نقل ہے وہ کہتا ہے کہ سب دنیا کو محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام نے دو کلمات میں جمع کر دیا ہے "**صلاح جمیع المعائش والتعاشر ملاء مکیال ثلثان فطنته و ثلث تفافل**" تمام معاش و معاشرت کی اصلاح ایک مکیال کے برابر ہے جس کی دو تہائی زیرکی اور ایک حصہ تغافل وچشم پوشی ہے کہتا ہے کہ ایک دفعہ ایک نصرانی نے جسارت کرتے ہوئے آپ سے کہا کہ انت بقر (تو گائے ہے) فرمایا ایسا نہیں بلکہ میں تو باقر ہوں، عرض کیا آپ طباخہ کے بیٹے ہیں فرمایا یہ تو اس کی حرفت تھی، عرض کیا آپ سیاہ گندی بدزبان کنیز کے بیٹے ہیں فرمایا اگر تو سچ کہتا ہے تو خداوند عالم اس کو بخشے اور اگر جھوٹ کہتا ہے تو تجھے بخشے، بہر حال راوی کہتا ہے کہ جب اس نصرانی شخص نے آپ کا یہ حلم و بردباری بزرگی و بزرگواری دیکھی جو طاقت بشری سے خارج ہے تو وہ مسلمان ہو گیا، مولف کہتا ہے کہ حضرت کی اقتداء کی ہے اس خلق شریف میں **سلطان العلماء و المحقیقین افضل الحکماء والمتکلمین ذوالفیض القدسی** جناب

نصیرالدین طوسی قدس سرہ سے منقول ہے کہ ایک دن ایک خط آپ کے ہاتھ میں ایک شخص کی طرف سے پہنچا کہ جس میں آپ کی نسبت کلمات زشت و بیہودہ اور گالیاں لکھی تھیں ان کلمات میں یہ کلمہ قبیحہ بھی تھا یا کلب بن کلب محقق مذکور نے جب یہ خط پڑھا تو اس کا جواب متانت اور اچھی عبارات سے لکھا بجائے اس کے کہ کوئی برے لفظ لکھتے ان میں یہ تحریر فرمایا تیرا مجھے یہ خطاب کرنا کہ اے کتے یہ صحیح نہیں کیونکہ کتا تو چار پاؤں پر چلتا ہے اس کے ناخن لمبے ہوتے ہیں حالانکہ میں منصب القامہ بادی البشرہ یعنی سیدھا قد اور کھال پر بال نہیں رکھتا، کتے کہ طرح میرے جسم پر پشم نہیں ہے میرے ناخن عریض ہیں اور میں ناطق وضا حک ہوں، پس یہ فصول وخواص کتے کے فصول وخواص کے برخلاف ہیں اور اس طرح اس کے مکمل خط کا جواب دیا اور اسے ذلت وخواری کے کنوئیں میں پھینک دیا۔

چوتھی خبر زرارہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ امام محمد باقرؑ کسی قریشی کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا اور ان لوگوں میں عطا قاضی مکہ بھی موجود تھا، اس اثنا میں ایک عورت کی فریاد و نالہ زاری بلند ہوئی، عطا کہنے لگا خاموش ہو جاؤ ورنہ ہم واپس چلے جائیں گے، وہ عورت خاموش نہ ہوئی تو عطا واپس چلا گیا، میں نے حضرت ابوجعفرؑ سے عرض کیا عطا واپس چلا گیا ہے، فرمایا کس لئے میں نے عرض کیا یہ عورت جو چیخ و پکار کر رہی ہے، عطا نے اس سے کہا ہے کہ تم یا تو نالہ وزاری وفریاد و بیقراری نہ کر یا ہم واپس چلے جاتے ہیں، چونکہ اس عورت نے کی چیخ و پکار ترک نہیں کی لہذا عطا واپس چلا گیا، آپ نے فرمایا ہمارے ساتھ رہو ہم جنازہ کے ساتھ جائیں گے، پس اگر ہم کسی وقت کوئی باطل چیز حق کے ساتھ دیکھیں اور حق کو اس باطل کی وجہ سے چھوڑ دیں تو ہم نے مسلمان شخص کا حق ادا نہیں کیا، یعنی تشیع جنازہ اس مرد مسلمان کا حق ہے وہ اس چیخ و پکار کرنے والی کی چیخ و پکار سے چھوڑا نہیں جا سکتا، زرارہ کہتا ہے کہ جب اس میت کی نماز جنازہ سے ہم فارغ ہوئے تو اس کے ولی نے ابوجعفر سے عرض کیا ماجوراً، واپس تشریف لے جایئے خداوند عالم آپ پر رحمت نازل فرمائے کیونکہ آپ پیدل نہیں چل سکتے، حضرت نے اس کی یہ خواہش قبول نہ فرمائی، میں نے عرض کیا اس شخص نے اجازت دے دی ہے لہذا واپس چلئے اور ہماری کچھ ضروریات ہیں جن کے متعلق ہم آپ سے سوال کرنا چاہتے ہیں فرمایا اپنی نیت کے ساتھ چلو ہم نہ اس شخص کے اذن کے ساتھ آئے ہیں، اور نہ اس کی اجازت کے ساتھ جائیں گے، بلکہ یہ کام تو اس فضل و اجر کے لئے ہے کہ جس کو ہم طلب کرتے ہیں کیونکہ جتنی مقدار انسان تشیع جنازہ کرتا ہے اتنا ہی اسے اجر ملتا ہے، مولف کہتا ہے اس حدیث سے تشیع جنازہ کی بہت فضیلت معلوم ہوتی ہے اور روایت ہے کہ سب سے پہلا تحفہ جو مومن کو دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس شخص کو جس کی تشیع جنازہ کی ہے اسے بخش دیا جاتا ہے۔

امیرالمومنینؑ سے منقول ہے کہ جو شخص تشیع جنازہ کرے اس کے لئے اجر کے چار قیراط لکھے جاتے ہیں ایک قیراط تشیع کا ایک نماز جنازہ کا ایک اس کے سفن کے انتظار کا اور ایک تعزیت کہنے کا اور ایک روایت میں ہے کہ قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے اور امام رضاؑ کے مکارم اخلاق کی فصل میں آئمہ علیہم السلام کے دوستوں کی تشییع جنازہ کی فضیلت کے سلسلہ میں

روایت آئے گی۔ [1]

پانچویں خبر شیخ کلینی نے روایت کی ہے کہ ایک گروہ امام ابوجعفر باقرؑ کی خدمت میں مشرف ہوا، اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب آپ کا ایک بچہ بیمار تھا پس اس گروہ نے آپ کے چہرہ مبارک سے غم کے آثار مشاہدہ کئے اتنے کہ جس سے راحت وآرام نہیں تھا، یہ حالت دیکھ کر وہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ خدا کی قسم اگر اس بچہ کو کچھ ہوگیا تو ہمیں ڈر ہے کہ ہم آپ میں وہ کچھ دیکھیں جو ہمیں پسند نہ ہو، راوی کہتا ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں وہ بچہ فوت ہوگیا اور گریہ ونالہ کی آواز بلند ہوئی اور حضرت کشادہ روئی کے ساتھ برخلاف اس حالت کے جو ہم نے پہلے آپ میں دیکھی تھی باہر تشریف لائے وہ لوگ کہنے لگے ہم آپ پر قربان جائیں ہمیں تو اس حالت سے جو آپ میں دیکھی تھی یہ خوف تھا کہ اگر کوئی واقعہ رونما ہوا تو آپ میں وہ کچھ دیکھیں گے کہ جس سے ہم اندوہ ناک ہوں گے، فرمایا کہ بےشک ہم دوست رکھتے ہیں کہ خدا ہمیں عافیت عطا فرمائے اس چیز میں کہ جس سے ہم محبت کرتے اور دوست رکھتے ہیں لیکن جب حکم خدا آجاتا ہے تو ہم سر تسلیم خم کر لیتے ہیں اس میں کہ جسے وہ پسند کرتا اور دوست رکھتا ہے۔

چھٹی خبر حضرت صادقؑ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول خداؐ کی کتاب میں ہے کہ جب اپنے غلاموں کو کسی کام پر مامور کرو جو ان کے لئے دشوار ہو تو تم خود بھی ان کے ساتھ کام کرو، امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد اپنے غلاموں کو کسی کام کا حکم دیتے تو خود تشریف لا کر اس کام کو دیکھتے اگر وہ کام سخت اور دشوار ہوتا تو بسم اللہ کہہ کر خود بھی اس میں مشغول ہوجاتے اور اگر وہ آسان ہوتا تو ان سے الگ ہوجاتے۔

ساتویں خبر آپ کی عطاؤ بخشش کے متعلق ہے شیخ مفید نے حسن بن کثیر سے روایت کی ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے اپنی حاجت اور بھائیوں کی جفا کی شکایت کی تو فرمایا "بئس الاخ اخ یرعاک غنیا ویقطعک فقیرا" یعنی تیرا بڑا بھائی وہ ہے جو تیری تونگری اور غنی کے زمانہ میں تجھ سے دوستی ومعاشرت کرے اور تیری رعایت کرے اور حالت فقر وفاقہ میں رشتہ محبت وآشنائی کو توڑ دے، اس وقت آپ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ تھیلی لے آؤ کہ جس میں سات سو درہم تھے پس فرمایا اس کو خرچ کرو، اور جب ختم ہو جائے تو مجھے بتانا اور ایک روایت ہے کہ اس سے اپنے اخراجات میں مدد لو اور جب اس سے فارغ ہوجاؤ تو مجھے بتا دینا۔

آٹھویں خبر آپ کے حلم اور حسن خلق میں: شیخ طوسی نے محمد بن سلیمان سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک شخص شام کا رہنے والا امام محمد باقرؑ کی خدمت میں آیا جایا کرتا تھا، اور اس کا مرکز مدینہ تھا اور وہ آپ کی محفل میں بہت آتا تھا، اور وہ کہتا کہ آپ کی محبت ودوستی مجھے آپ کے ہاں نہیں لے آئی، اور میں نہیں کہتا کہ روئے زمین میں کوئی شخص آپ اہل بیتؑ سے میرے نزدیک زیادہ مبغوض وزیادہ دشمن ہے اور میں جانتا ہوں کہ اطاعت خدا اور اطاعت رسول خداؐ اور اطاعت امیرالمومنینؑ آپ سے دشمنی رکھنا ہے، لیکن چونکہ میں آپ کو شخص فصیح اللسان صاحب فنون وفضائل وآداب وبہترین گفتگو کرنے

---

[1] مولف نے علامہ طباطبائی بحرالعلوم کے کچھ اشعار لکھے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم

والا دیکھتا ہوں لہذا آپ کے ہاں آبیٹھتا ہوں اور امام ابوجعفر محمد باقرؑ اس سے اچھائی اور خیر کی باتیں کرتے اور فرماتے کہ خدا پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے، بہرحال چند ہی دن گذرے کہ وہ شامی بیمار ہو گیا اور اس کی تکلیف شدت پکڑ گئی جب اس کی طبیعت زیادہ بوجھل ہو گئی تو اس نے اپنے ولی کو بلایا اور کہنے لگا، جب میں مرجاؤں اور مجھ پر کپڑا ڈال دو تو فوراً محمد بن علی علیہ السلام کی خدمت میں جانا اور حضرت سے خواہش کرنا کہ وہ میری نماز جنازہ پڑھائیں، اور آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا کہ یہ بات میں نے خود تجھ سے کہی ہے، خلاصہ یہ کہ جب آدھی رات ہوئی تو لوگوں نے گمان کیا کہ وہ شخص مرگیا ہے پس اسے کپڑے سے ڈھانپ دیا، صبح کے وقت اس کا ولی مسجد میں آیا اور وہ انتظار میں بیٹھا یہاں تک کہ حضرت نماز سے فارغ ہوئے اور متورکاً یعنی دائیں پاؤں کی پشت بائیں پاؤں کے باطن پر رکھ کر بیٹھے تعقیبات میں مشغول ہوئے اس شخص نے عرض کیا فلاں شامی مرگیا ہے، اور آپ سے خواہش کی ہے کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں، فرمایا ایسا نہیں ہے جو تم نے گمان کیا ہے کہ وہ مرگیا ہے بلکہ شام کا علاقہ ٹھنڈا ہے اور حجاز کا ملک گرم اس کی گرمی کی تمازت سخت ہے واپس جاؤ اور اپنے ساتھی کے معاملہ میں جلدی نہ کرو، جب تک میں وہاں نہ آؤں، پس حضرت کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور دوبارہ دو رکعت نماز پڑھی اور اپنے دست ہائے مبارک جب تک خدا نے چاہا اپنے چہرہ کے سامنے دعا کے لئے بلند رکھے پھر سجدہ میں رہے یہاں تک کہ سورج نے منہ نکالا پس آپ اٹھ کر اس شامی کے مکان کی طرف روانہ ہوئے جب اس مکان میں داخل ہوئے تو اس شامی کو آواز دی، اس نے کہا لبیک اے فرزند رسولؐ حضرت نے اسے بٹھایا اور اس کے پیچھے تکیہ دیا اور ستوؤں کا شربت منگوا کر اسے پلایا اور اس کے گھر والوں سے فرمایا کہ اس کے شکم اور سینہ کو ٹھنڈے کھانے سے ٹھنڈا کرو اور آپ واپس چلے گئے، تھوڑی دیر میں شامی صحت مند و شفایاب ہو گیا اور حضرت ابوجعفرؑ کی خدمت میں دوڑ کر گیا اور عرض کیا کہ مجھ سے علیحدگی میں بات کیجئے آپ نے ایسا ہی کیا شامی نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی مخلوق خدا اور خدا کی حجت ہیں اور آپ وہ دروازہ ہیں کہ جس میں سے آنا چاہیے اور جو شخص اس بارگاہ سے ہٹ کر کسی اور راستہ پر چلے اور کسی دوسرے شخص کو (امام) کہے وہ غائب و خاسر (ناامید و خسارہ میں) ہے اور طویل گمراہی سے دوچار ہے، امام نے فرمایا ما بدالک تجھے کیا پیش آیا اور کیا نمودار ہوا کہنے لگا کہ مجھے کوئی شک و شبہ نہیں کہ میری روح کو قبض کر لیا گیا تھا، اور میں نے موت کو آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اچانک منادی کی آواز آئی کہ جسے میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ وہ پکار رہا ہے کہ اس کی روح اس کے بدن میں واپس پلٹا دو، کیونکہ محمدؑ بن علی علیہ السلام نے ہم سے سوال کیا ہے حضرت ابوجعفرؑ نے اس سے فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں کہ خدا کسی بندے سے محبت کرتا ہے لیکن اس کے عمل سے اسے بغض ہے اور کبھی بندے سے بغض رکھتا ہے اور اس کے عمل کو پسند کرتا ہے یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے جیسا کہ تو بارگاہ خداوندی میں مبغوض تھا لیکن میری محبت و دوستی دربار الٰہی میں مطلوب تھی، خلاصہ یہ کہ راوی کہتا ہے اس کے بعد شامی ابوجعفرؑ کے اصحاب میں شامل ہو گیا۔

تیسری فصل امام محمد باقر علیہ السلام کے معجزات

اس سلسلہ میں چند معجزات پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

پہلا معجزہ:

اس معجزہ کا بیان جیسے ابوبصیر نے نقل کیا ہے قطب راوندی نے ابوبصیر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ امام محمد باقرؑ کے ساتھ ہم مسجد میں داخل ہوئے اور لوگ مسجد میں آ جا رہے تھے حضرت نے مجھ سے فرمایا ذرا لوگوں سے پوچھو کہ وہ مجھے دیکھ رہے ہیں پس جس شخص کو میں دیکھتا تو اس سے پوچھتا کہ آیا تو نے ابوجعفرؑ کو دیکھا ہے تو وہ کہتا کہ نہیں حالانکہ حضرت وہیں کھڑے ہوئے تھے یہاں تک کہ ابوہارون مکفوف (نابینا) داخل مسجد ہوا، حضرت نے فرمایا اس سے پوچھو میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے ابو جعفرؑ کو دیکھا ہے تو اس نے کہا کیا یہ حضرت نہیں کھڑے ہوئے، میں نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوا تو اس نے کہا کیسے معلوم نہ ہو حالانکہ آپ تو نور درخشندہ ہیں۔

اور ابوبصیر کہتا ہے کہ میں نے حضرت باقرؑ سے سنا آپ اہل افریقہ میں سے ایک شخص سے کہہ رہے تھے کہ راشد کیسا ہے اس نے عرض کیا کہ جب میں اپنے وطن سے نکلا تو وہ زندہ سلامت تھا اور اس نے آپ کی خدمت میں سلام کہا ہے حضرت نے فرمایا خداوند عالم اس پر رحمت نازل کرے اس نے عرض کیا تو کیا راشد مر گیا ہے، فرمایا ہاں اس نے عرض کیا کس وقت فرمایا تیرے وہاں سے نکلنے کے دو دن بعد اس نے عرض کیا خدا کی قسم اسے کسی قسم کا مرض و تکلیف نہیں تھا، فرمایا تو جو کوئی مرتا ہے کسی بیماری و تکلیف کی وجہ سے مرتا ہے، راوی کہتا ہے میں نے پوچھا کہ راشد کون ہے فرمایا ہمارے موالیوں اور محبوں میں سے ایک شخص ہے پھر فرمایا جب تم یہ سمجھو کہ ہماری آنکھیں ایسی نہیں جو تمہیں دیکھ سکیں اور ہمارے کان ایسے نہیں جو تمہاری آوازوں کو سن سکیں تو تم نے برا خیال کیا ہے خدا کی قسم تمہارے اعمال میں سے کوئی چیز ہم سے پوشیدہ نہیں پس ہم سب کو حاضر سمجھو اور اپنے آپ کو اچھی چیزوں کا عادی بناؤ، اور اہل خیر میں سے ہو جاؤ، تاکہ اس سے تمہاری شہرت ہو، بے شک میں اپنی اولاد اور اپنے شیعوں کو اسی چیز کا حکم دیتا ہوں۔

دوسرا معجزہ: مردہ کا آپ کے معجزہ سے حاضر ہونا۔

قطب راوندی نے ابوعیینہ سے روایت کی ہے کہ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں تھا کہ ایک شخص آپ کے دربار میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں اہل شام میں سے ہوں آپ کو دوست رکھتا ہوں اور آپ کے دشمنوں سے بیزاری چاہتا ہوں اور میرا باپ بنی امیہ کو دوست رکھتا تھا اور صاحب قدرت و دولت و مال تھا اور میرے علاوہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی اور وہ رملہ میں رہتا تھا اور اس کا

ایک باغ تھا کہ جس میں وہ تنہا رہتا تھا جب وہ مر گیا تو جتنا میں نے اس مال کے تلاش کرنے میں کوشش کی ہے وہ مجھے نہیں مل سکا اور مجھے شک وشبہ نہیں کہ صرف عداوت کی بناء پر جو اسے مجھ سے تھی اس نے وہ مال چھپا دیا ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تو پسند کرتا ہے کہ اپنے باپ کو دیکھے اور خود اس سے سوال کرے کہ وہ مال کس جگہ ہے، کہنے لگا جی ہاں خدا کی قسم کیونکہ میرے پاس کچھ نہیں اور میں فقیر ومحتاج ہوں، پس آپ نے ایک خط لکھا اور اسے اپنی مہر شریف سے مزین کیا پھر اس شامی سے فرمایا کہ یہ خط لے کر جنت البقیع میں جاؤ جب اس کے وسط میں پہنچو تو پھر آواز دو اے درجان تو تمہارے پاس ایک شخص آئے گا جس کے سر پر عمامہ ہوگا یہ خط اسے دے دینا اور کہنا کہ میں محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام کا قاصد ہوں، اور جو کچھ چاہو اس سے پوچھ لو وہ شامی خط لے کر چلا گیا ابوعینیہ کہتا ہے کہ جب دوسرا دن ہوا تو میں حضرت ابوجعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ اس شخص کی حالت دیکھوں اچانک میں نے اس شخص کو حضرت کے دروازہ پر اذن کے انتظار میں دیکھا پس اس شخص کو اجازت ملی اور ہم اکٹھے ہی اندر داخل ہوئے تو اس شامی نے کہا کہ خدا بہتر جانتا ہے کہ اپنا علم کہا قرار دے میں گذشتہ رات جنت البقیع میں گیا اور آپ نے جو حکم دیا تھا میں نے اس پر عمل کیا ہے فوراً وہ شخص اس نام ونشان والا آیا اور کہنے لگا اس جگہ سے کہیں نہ جانا یہاں تک کہ میں تیرے باپ کو لے آؤں، پس وہ گیا اور ایک سیاہ رنگ شخص کو لے کر آیا اور کہنے لگا یہ تیرا باپ ہے جو چاہو اس سے پوچھ لو میں نے کہا یہ تو میرا باپ نہیں اس نے کہا کہ یہی تیرا باپ ہے، البتہ شرارہ آتش وجہنم کے دھوئیں اور دردناک عذاب نے اسے دگرگوں کر دیا ہے میں نے اس سے کہا میرا باپ تو ہے اس نے کہا کہ ہاں، میں نے کہا یہ کیسی حالت ہے تو وہ کہنے لگا اے بیٹا میں بنی امیہ کو دوست رکھتا تھا اور انہیں اہل بیت پیغمبرؐ پر جو کہ پیغمبرؐ کے بعد ہیں برتر سمجھتا تھا اسی لئے خداوند عالم نے مجھے اس ہیبت اس عذاب وعقوبت میں مبتلا کیا ہے اور چونکہ تو اہل بیتؑ کا دوست تھا لہذا میں تیرا دشمن تھا اور اسی وجہ سے میں نے تجھے مال سے محروم کیا اور اسے تجھ سے مخفی رکھا اب میں اس اعتقاد پر سخت نادم و پریشان ہوں، اے بیٹا اس باغ میں جاؤ اور زیتون کے فلاں درخت کے نیچے کھودو اور وہ مال لے لو کہ جس کی مقدار ایک لاکھ درہم ہے اس میں سے پچاس ہزار درہم حضرت محمد بن علی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرو اور باقی خود لے لو اب میں وہ مال حاصل کرنے کے لئے جا رہا ہوں اور جو آپ کا حق ہے وہ آپ کے پاس لے آتا ہوں پس وہ اپنے وطن کی طرف چلا گیا، ابوعینیہ کہتا ہے کہ دوسرے سال میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا کہ اس شامی صاحب مال کا کیا بنا، فرمایا وہ شخص میرے پچاس ہزار درہم لے کر آیا تھا اور میں نے اس سے وہ قرض ادا کیا جو میرے ذمہ تھا اور خیبر کے نزدیک اس سے زمین خرید کی اور اس میں سے کچھ مال میں نے اپنے اہل بیتؑ میں سے صاحبان حاجت کی صلہ رحمی میں خرچ کیا ہے، مولف کہتا ہے کہ ابن شہر آشوب نے بھی اس روایت کو تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس کی روایت کے مطابق اس شامی نے اپنے باپ کو دیکھا کہ اس کا رنگ سیاہ ہے اور اس کی گردن میں سیاہ رسی ہے اور اس نے اپنی زبان کتے کی طرح پیاس سے باہر نکال رکھی ہے اور سیاہ لباس پہن رکھا ہے اور روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت نے فرمایا عنقریب اس شخص کو وہ ندامت و پشیمانی نفع پہنچائے گی اس کوتاہی کے سلسلہ میں جو اس نے ہماری محبت میں کی اور ہمارے حق کو ضائع کیا بسبب اس رفق وسرور کے جو اس نے ہم پروارد کیا۔

تیسرا معجزہ:

جابر بن یزید سے متعلق آپ کے دلائل بحار میں کافی نقل کیا ہے کہ نعمان بشیر سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں جابر بن یزید جعفی کا ہم محمل تھا، پس جس وقت ہم مدینہ میں تھے تو جابر امام محمد باقرؑ کی خدمت میں مشرف ہوا اور آپ سے رخصت ہو کر آپ کے دربار سے باہر نکلا درانحالیکہ وہ مسرور وشاد ماں تھا، پس ہم نے مدینہ سے حرکت کی یہاں تک کہ جمعہ کے دن مقام خرجہ میں پہنچے اور یہ پہلی منزل ہے فید کی مدینہ سے اور فید کوفہ و مکہ کے نصف راستہ میں ایک منزل ہے اور ہم نے نماز ظہر پڑھی جب ہمارا اونٹ اپنی جگہ سے حرکت کرنے لگا تو اچانک ایک شخص بلند قامت گندم گوں کو میں نے دیکھا اور اس کے پاس ایک خط تھا جو اس نے جابر کو دیا، جابر نے وہ خط اس سے لے کر اسے بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا اور جب ہم نے اسے دیکھا تو لکھا ہوا تھا کہ یہ خط ہے محمدؑ بن علیؑ کا جابر بن یزید کی طرف اور سیاہ تر و تازہ مٹی اس خط پر لگی تھی جابر نے اس شخص سے پوچھا کہ تو کب میرے آقا و مولا کی خدمت سے فارغ ہوا ہے وہ کہنے لگا کہ ابھی ابھی اس نے پوچھا کہ نماز سے پہلے یا نماز کے بعد اس نے کہا کہ نماز کے بعد، پس جابر نے خط کی مہر توڑی اور اسے پڑھنے لگا اور اس کا رنگ اڑ رہا تھا یہاں تک کہ اس نے خط کو تمام پڑھ کر اپنے پاس رکھ لیا اس کے بعد میں نے اسے مسرور وخنداں نہیں دیکھا، یہاں تک کہ ہم کوفہ میں پہنچے جب رات کے وقت ہم کوفہ میں وارد ہوئے تو وہ رات ہم نے بسر کی صبح کو صرف جابر کی عزت و تکریم کا خیال کرتے ہوئے ان کی طرف جا رہا تھا کہ میں نے اسے اس حالت میں آتے ہوئے دیکھا کہ اس نے ہڈیوں کے چند مہرے اپنے گلے میں ڈال رکھے ہیں اور نے کے گھوڑے پر سوار ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ "اجد منصود بن جمهور امیرا غیر مامور" میں نے منصور بن جمہور کو امیر غیر مامور پاتا ہوں اور اس قسم کے الفاظ اور کئی ایک اشعار وہ کہہ رہا تھا اس وقت اس نے میرے چہرہ کی طرف دیکھا اور میں نے بھی اسے دیکھا لیکن اس نے مجھ سے کچھ کہا اور نہ میں نے اسے کچھ کہا بلکہ اس کی حالت میں رونے لگا، کہ جس میں میں اسے دیکھ رہا تھا اور بچے ہر طرف سے اس کے اور میرے گرد جمع ہو گئے اور لوگ اکٹھے ہوئے اور جابر اسی طرح آیا یہاں تک کہ رحبہ کوفہ میں داخل ہوا اور بچوں کے ساتھ ہر طرف چکر لگاتا تھا اور لوگ یہی کہتے تھے کہ جابر دیوانہ ہو گیا ہے خدا کی قسم چند ہی دن گذرے کہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے والی کوفہ کو فرمان پہنچا کہ جس شخص کو جابر بن یزید جعفی کہتے ہیں اسے اپنے قبضے میں لے کر اس کا سرتن سے جدا کر کے میرے پاس بھیج دو، والی نے اپنے دربار میں موجود لوگوں سے پوچھا کہ جابر بن یزید جعفی کون ہے وہ کہنے لگا **اصلحک اللہ** (خدا آپ کی اصلاح کرے) وہ شخص عالم و فاضل و محدث ہے اور حج کر کے آیا ہے اور آج کل وہ مرض جنون میں مبتلا ہے اور نے کے گھوڑے پر سوار ہو کر رحبہ (کھلی جگہ) کوفہ میں بچوں کے ساتھ کھیل کود میں گزارتا ہے، والی نے جب یہ باتیں سنیں تو خود اس کی طرف گیا اور اسے اس صورت و سیرت میں دیکھا کہنے لگا کہ حمد خدا کی جس نے مجھے اس کے خون میں مبتلا نہیں کیا، راوی کہتا ہے کہ چند ہی دن گذرے تھے کہ منصور بن جمہور کوفہ میں آیا اور جو کچھ جابر نے کہا تھا اس نے وہ کچھ کیا معلوم رہے کہ منصور بن جمہور

یزید بن ولید اموی کی طرف سے ۱۲۶ھ میں یوسف بن عمر کے معزول ہونے کے بعد اور حضرت باقرؑ کی وفات کے دو سال بعد کوفہ کا گورنر ہوا اور ممکن ہے کہ جابر رحمۃ اللہ علیہ نے آنے والے واقعات کے متعلق جو اس نے امام سے سنے تھے اپنی ان باتوں میں خبر دی ہو، مولف کہتا ہے کہ جابر بن یزید بزرگ تابعین اور حامل اسرار علوم اہل بیت طاہرین علیہم السلام میں سے تھا اور کبھی کبھی اس سے معجزات کا اظہار ہوتا کہ جنہیں سننے کی لوگوں کے عقلوں میں تاب و طاقت نہیں تھی، لہذا اسے اختلاط ذہین (مجنون) کی نسبت دیتے ورنہ روایات ان کی مدح میں بہت زیادہ ہیں بلکہ رجال کشی میں ہے کہ علم ائمۃ علیہم السلام چار افراد کی طرف منتہی ہوا پہلا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور دوسرا جابر تیسرا سید (سید حمیری) چوتھا یونس بن عبدالرحمن اور جابر سے مراد یہی جابر بن یزید جعفی ہے نہ کہ جابر انصاری بتصریح علماء رجال اور ابن شہر آشوب اور کفعمی نے اسے امام محمد باقرؑ کا باب (دروازہ علوم) قرار دیا ہے اور ظاہرا باب علوم اور اسرار اہل بیت علیہم السلام مراد ہے اور حسین بن احمد صفبنی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جابر کو اس لئے جابر کہتے ہیں کہ وہ مومنین کو اپنے علم سے درست اور تونگر کر دیتا ہے، اور وہ ایسا دریا ہے کہ جتنا اس سے لیا جائے وہ کم نہیں ہوتا اور وہ اپنے زمانہ کا باب (علم) ہے اور حجت خدا ابوجعفر محمد بن علی علیہ السلام کی طرف سے مخلوق پر حجت ہے، قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں کہا ہے کہ جابر بن یزید جعفی کوفی کے متعلق کتاب خلاصہ مین ہے کہ حضرت صادقؑ نے اس کے لئے رحمت کی دعا کی ہے اور فرمایا کہ جو کچھ وہ ہم سے نقل کرتا ہے وہ سچ اور صحیح ہے اور ابن غضائری نے کہا ہے کہ جابر فی نفسہ ثقہ ہے لیکن اکثر لوگ جو اس سے روایت کرتے ہیں وہ ضعیف ہیں اور کتاب شیخ ابوعمر کشی میں جابر مذکور سے نقل ہے کہ میں اپنی جوانی کے زمانہ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں آپ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے میں نے کہا کوفہ کا ایک شخص ہوں فرمایا کس قبیلہ سے ہے میں نے کہا جعفی ہوں فرمایا کس لئے آیا ہے میں نے کہا میں علم حاصل کرنے کے لئے، فرمایا کس سے علم طلب کرتے ہو، میں نے کہا آپ سے، فرمایا تو پھر اب کے بعد اگر کوئی تم سے پوچھے کہ کہاں کے رہنے والے ہو تو کہنا مدینہ کا پس میں نے حضرت سے عرض کیا کہ باقی مسائل پوچھنے سے پہلے اسی بات کے متعلق سوال کرتا ہوں جو آپ نے فرمایا ہے کہ آیا جھوٹ بولنا جائز ہے، آپ نے فرمایا جو کچھ میں نے تجھے بتایا ہے اس بات میں کوئی جھوٹ نہیں کیونکہ جو شخص جس شہر میں ہے وہ اس شہر کا رہنے والا ہے جب تک وہاں سے چلا نہ جائے اور اس کے بعد حضرت نے مجھے ایک کتاب دی اور فرمایا جب تک بنی امیہ کی حکومت باقی ہے اگر تو نے اس میں سے کوئی روایت بیان کی تو تجھ پر میری اور میرے اباؤ اجداد کی لعنت ہو، اس کے بعد آپ نے ایک دوسری کتاب مجھے دی اور فرمایا کہ اسے لے لو اور اس کے مندرجات کو جانو اور ہرگز کسی سے بیان نہ کرو اور اگر اس کے برخلاف کیا تو تجھ پر میری اور میرے آباؤ اجداد کی لعنت ہوگی اور یہ بھی روایت ہے کہ جب ولید پلید (جو کہ فراعنہ بنی امیہ میں سے تھا) مارا گیا تو جابر نے فرصت کو غنیمت سمجھا اور خز سرخ کا عمامہ سر پر رکھا اور مسجد میں گیا اور لوگ اس کے پاس جمع ہوئے اور اس نے حضرت امام محمد باقرؑ سے حدیث بیان کرنا شروع کی اور جو حدیث بھی نقل کرتا تو کہتا کہ حدثنی وصی الاوصیاء ووارث علم الانبیاء محمدؐ بن علیؑ علیہ السلام پس جو لوگ جمع تھے ان میں سے بعض نے

جب جابر کی یہ جرات دیکھی تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ جابر دیوانہ ہو گیا ہے اور یہ بھی جابر سے منقول ہے کہ وہ کہتا تھا کہ ستر ہزار حدیثیں میں نے امام محمد باقرؑ سے سنی ہیں کہ جن میں سے کبھی بھی میں نے کسی کو کچھ بیان نہیں کیا اور نہ کبھی بیان کروں گا، اور منقول ہے کہ ایک دن جابر نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ نے بار عظیم اسرار اور احادیث کا مجھ پر رکھ دیا ہے اور فرمایا ہے کہ کسی سے کبھی بھی انہیں بیان نہ کرو اور کبھی کبھی میں انہیں دیکھتا ہوں کہ وہ اسرار میرے سینے میں جوش مارتے ہیں اور جنون کی سی کیفیت مجھ پر طاری ہو جاتی ہے، فرمایا جب تجھ پر یہ حالت طاری ہو تو صحرا میں چلے جاؤ اور ایک گڑھا کھود کر اور اپنا منہ اس میں رکھ کر کہو حدثنی محمد بن علی بکذا انتہیٰ ۔فقیر کہتا ہے کہ حسین بن حمدان نے روایت کی ہے کہ جس زمانہ میں جابر نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا رکھا تھا اور نے کے گھوڑے پر سوار ہو کر بچوں سے کھیلتا تھا ایک شخص نے رات کو اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ صبح سب سے پہلے میں نے جس شخص سے ملاقات کی اس سے عورتوں کے حالات معلوم کروں گا، اتفاقا سب سے پہلے اس کی ملاقات جابر سے ہوئی جو کہ نے پر سوار تھا، اس شخص نے اس سے عورتوں کے متعلق سوال کیا تو جابر نے فرمایا عورتیں تین قسم کی ہیں اور وہاں سے چل پڑا، اس شخص نے اس کی نے پکڑ لی تا کہ وہ چلا نہ جائے، جابر نے فرمایا میرے گھوڑے کو چھوڑ دو، پس وہ بچوں کے ساتھ بھاگنے لگا وہ شخص کچھ نہ سمجھا اور جابر سے مل کر کہنے لگا عورتوں کی تین اقسام بیان کرو، جو تو نے کہی ہیں فرمایا ایک تیرے لئے نفع مند ہے اور ایک تیرے لئے مضر ہے اور ایک نہ نفع مند اور نہ نقصان دہ یہ کہہ کر فرمایا میرے گھوڑے کو چھوڑ دو، اور چل پڑے پھر بھی وہ شخص نہ سمجھ سکا اور اس نے اپنے آپ کو ان تک پہنچایا اور کہنے لگا جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ میں نہیں سمجھ سکا، فرمایا جو عورت تمہارے لئے نفع بخش ہے وہ باکرہ ہے جو تیرے لئے مضر ہے وہ عورت جس نے تجھ سے پہلے کوئی شوہر کیا اور اس سے صاحب اولاد ہے اور وہ عورت جو نہ مفید اور نہ مضر ہے تو وہ بیوہ ہے جو پچھلے شوہر سے اولاد نہ رکھتی ہو۔

چوتھا معجزہ: جس کا تعلق سونے کی تھیلیوں کے ساتھ ہے۔

کتاب بحار میں کتاب اختصاص اور بصائر الدرجات سے منقول ہے کہ جابر بن یزید جعفی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقر کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اپنی حاجت مندی کی شکایت کی، فرمایا اے جابر ہمارے پاس درہم نہیں ہیں، تھوڑی ہی دیر گزری کہ کمیت شاعر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا قربان جاؤں اگر آپ کی رائے ہو تو میں قصیدہ پیش کروں، فرمایا پڑھو، کمیت نے قصیدہ پڑھا جب قصیدہ پڑھ چکا تو آپ نے فرمایا اے غلام اس کمرے سے ایک تھیلی لاکر کمیت کو دے دو، غلام تھیلی لے آیا اور کمیت کو دے دی، کمیت نے عرض کیا قربان جاؤں اگر آپ اجازت دیں تو ایک قصیدہ اور پیش کروں، فرمایا پڑھو کمیت نے دوسرا قصیدہ پڑھا اور حضرت نے غلام سے فرمایا تو وہ دوسری تھیلی لے آیا اور کمیت کو دے دی، کمیت نے کہا قربان جاؤں اگر اجازت ہو تو تیسرا قصیدہ پڑھوں فرمایا پڑھو، کمیت نے پڑھا اور حضرت نے غلام کو حکم دیا کہ ایک تھیلی اس کمرے سے لاکر کمیت کو دے، وہ غلام آپ کے فرمان کے مطابق تھیلی لے آیا اور کمیت کو دے دی، کمیت نے عرض کیا خدا کی قسم میں نے

طلب مال اور فائدہ دنیوی کے لئے اپنی زبان آپ کی مدح میں نہیں کھولی رسول خداؐ کے صلہ اور جو خدا نے آپ کے حق کی ادائیگی مجھ پر واجب قرار دی ہے اس کے علاوہ میرا کوئی مقصود نہیں ہے، حضرت ابوجعفرؑ نے کمیت کے حق میں دعا کی اور فرمایا اے غلام یہ تھلیاں واپس ان کی جگہ پر رکھ آؤ، جابر کہتا ہے جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میرے دل میں ایک چیز نے خطور کیا اور دل میں کہا کہ امامؑ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے پاس کوئی درہم نہیں ہے اور کمیت کے بارے میں تیس ہزار درہم کا فرمان جاری کیا ہے، جب کمیت باہر چلا گیا تو میں نے عرض کیا قربان جاؤں مجھ سے تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے اور کمیت کے لئے تیس ہزار درہم کا حکم دیا ہے فرمایا اے جابر کھڑے ہو کر اس کمرے میں جاؤ کہ جس سے درہم لائے اور واپس کئے گئے ہیں، جابر کہتا ہے کہ میں اٹھ کھڑا ہوا اور اس کمرے میں گیا تو وہاں ان دراہم میں سے کوئی چیز نہ پائی اور باہر نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے جابر جو معجزات کرامات آثار اور فضائل ہم نے تم سے چھپا رکھے ہیں وہ ان کی بہ نسبت زیادہ ہیں جو تمہارے سامنے ظاہر کرتے ہیں اس وقت آپ کھڑے ہو گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر اس کمرے میں مجھے لے گئے اور زمین پر پاؤں سے ٹھوکر ماری اچانک اونٹ کی گردن کی طرح سرخ سونے جیسی چیز زمین سے باہر نکلی اور فرمایا اے جابر اس معجزہ باہرہ کو دیکھو اور سوائے برادران دینی کے کہ جن کے ایمان سے مطمئن ہو کسی پر بیان نہ کرنا بے شک خدا نے ہمیں قدرت دی ہے کہ ہم جو چاہیں ویسا کریں اور اگر ہم تمام اہل زمین کو اس کے باگ ڈور کے ساتھ کسی طرف پھیرنا چاہیں تو پھیر سکتے ہیں۔

پانچواں معجزہ: یہ کہ دیوار آپ کے لئے کسی چیز کو دیکھنے سے مانع اور حاجب نہیں۔

قطب راوندی ابوالصباح کنانی سے روایت کرتا ہے اس کا کہنا ہے کہ میں ایک دن امام محمد باقرؑ کے دروازے پر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ کی خدمت گذار کنیز جس کے پستان ابھرے ہوئے تھے دروازے پر آئی پس میں نے اپنا ہاتھ اس کے پستان پر لگایا اور میں نے اس سے کہا کہ اپنے آقا و مولا سے کہو کہ میں دروازے پر کھڑا ہوں، اچانک آپ کی آواز مکان کے آخر سے بلند ہوئی کہ داخل ہو تیری ماں نہ ہو پس مکان کے اندر داخل ہوا اور عرض کیا کہ خدا کی قسم یہ حرکت بری نیت سے نہ تھی اور میں اس کام میں زیادتی یقین کے علاوہ کوئی مقصد نہیں رکھتا تھا، فرمایا سچ کہتے ہو اگر تم یہ خیال کرو کہ یہ دیواریں ہماری نگاہوں کے لئے بھی حایل اور مانع ہیں جس طرح کہ تمہاری نگاہوں کے لئے حایل ہیں تو پھر تم میں اور ہم میں فرق ہی کیا رہا، پس بچو اس سے کہ پھر اس قسم کا کام کرو، مولف کہتا ہے کہ یہ بھی روایت ہوئی ہے کہ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ کوفہ میں میں ایک عورت کو قرات قرآن کی تعلیم دیتا تھا میں نے ایک دفعہ اس سے تھوڑا سا مزاح کیا جب میں آپ کی خدمت میں مشرف ہوا مجھے آپ نے عتاب کیا اور فرمایا جو شخص خلوت میں مرتکب گناہ ہو تو خداوند عالم اس کی پرواہ نہیں کرتا اس عورت

کوتو نے کیا کہا تھا وہ کہتا ہے کہ میں نے شرم کے مارے اپنا چہرہ چھپالیا اور توبہ کی، حضرت نے فرمایا کہ دوبارہ یہ قبیح کام نہ کرنا۔

چھٹا معجزہ: حضرت کا کھانا اور دوسری چیزیں اینٹ سے نکالنا۔

مدینتہ المعاجز میں محمد بن جریر طبری سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ابوسفیان محمد نے اپنے باپ سے اس نے اعمش سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ مجھ سے قیس بن ربیع نے روایت کی ہے کہ میں امام باقرؑ کے ہاں مہمان تھا اور آپ کے مکان میں ایک اینٹ کے علاوہ کچھ نہیں تھا، جب نماز عشاء کا وقت آیا تو حضرت نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور میں نے آپ کی اقتداء کی اس کے بعد آپ نے اس اینٹ پر ہاتھ رکھا اور ایک موٹا سا رومال اس سے نکالا اور ایک ایسا دسترخوان کہ جس پر ہر گرم وسرد قسم کا کھانا رکھا ہوا تھا بچھ گیا، اور آپ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ وہ غذا ہے جو خدا نے اپنے اولیاء کے لئے تیار اور مہیا کر رکھی ہے پس حضرت اور میں نے اس کھانے سے کھایا اور وہ دسترخوان دوبارہ اس اینٹ میں چلا گیا اور مجھے شک محسوس ہوا جب حضرت کسی ضروریات سے باہر گئے تو میں نے اس اینٹ کو الٹ پلٹ کیا تو سوائے ایک چھوٹی اینٹ سے پیالے کوزے اور سبو جو پانی سے پر تھے نکالے تو میں نے پانی پیا اور وہ دوبارہ اپنی جگہ کی طرف پلٹ گئے اور فرمایا تیری مثال میرے ساتھ یہود جیسی ہے، جناب مسیح کے ساتھ جب کہ وہ آپ پر وثوق نہیں کرتے تھے اس وقت آپ نے اس اینٹ کو حکم دیا کہ آپ سے وہ بات کرے تو وہ اینٹ بولنے لگی۔

ساتواں معجزہ: آپ کا پتھر سے سیب نکالنا

نیز اسی کتاب میں جابر بن یزید سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں باہر نکلا جب کہ آپ مقام حیرہ کا ارادہ رکھتے تھے، جب ہم کربلا میں مشرف ہوئے تو مجھ سے فرمایا یہ زمین ہمارے شیعوں کے لئے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور ہمارے دشمنوں کے لئے دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے، پھر آپ وہاں پہنچے جہاں کا ارادہ رکھتے تھے اور اس وقت میری طرف رخ کر کے فرمایا اے جابر میں نے عرض کیا لبیک اے میرے سید وسردار فرمایا کچھ کھاؤ گے میں نے عرض کیا جی ہاں اے آقا، تو آپ نے اپنا ہاتھ پتھروں کے درمیان داخل کیا اور میرے لئے سیب باہر نکالا کہ ویسی خوشبو میں نے کبھی نہ سونگی تھی اور وہ کسی طرح بھی دنیا کے پھلوں سے شباہت نہ رکھتا تھا اور میں نے سمجھا کہ یہ جنت کے میووں میں سے ہے اور اس کی برکت وفضیلت سے چار دن تک مجھے کھانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور نہ مجھے اجابت ہوئی۔

آٹھواں معجزہ: ان دلائل کا بیان جو عمر بن حنظلہ نے آپ سے دیکھے

صفار عمر بن حنظلہ سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا میں اس طرح گمان کرتا ہوں کہ میں آپ کی بارگاہ میں صاحب رتبہ وقدر ومنزلت ہوں فرمایا ہاں تو عرض کیا مجھے اس بارگاہ میں ایک حاجت ہے، فرمایا کون سی عرض

کیا مجھے اسم اعظم کی تعلیم دیجئے، فرمایا اس کی طاقت برداشت رکھتے ہو میں نے عرض کیا کہ جی ہاں فرمایا اس کمرے میں جاؤ جب میں اس کمرے کے اندر گیا تو حضرت ابوجعفرؑ نے اپنا دست مبارک زمین پر رکھا اور وہ کمرہ تاریک ہو گیا عمر کانپنے لگا فرمایا کیا کہتے ہو کیا تمہیں سکھاؤں میں نے عرض کیا کہ نہیں پس آپ نے دست مبارک زمین پر رکھا تو وہ مکان اپنی حالت کی طرف پلٹ آیا، مولف کہتا ہے کہ روایات میں وارد ہوا ہے کہ اسم اعظم الٰہی کے تہتر (۷۳) حرف ہیں جن میں سے آصف کے پاس ایک حرف تھا کہ جس کے ذریعہ سے وہ چشم زون میں بلقیس کا تخت سلیمان کے پاس لے آیا تھا اور سلیمان بن داؤد کے پاس اس میں سے ایک حرف تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دو حرف اس کے عطا ہوئے تھے اور ان کی وجہ سے وہ مردہ کو زندہ اور مادرزاد نابینا کو بینا اور کوڑھ کی بیماری والے کو اچھا کر دیتے تھے، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اسم اعظم کی تعلیم دی گئی تھی اور وہ جناب صاحب اسم اعظم تھے اور اس سے سلیمان کی عظمت شان کی زیادتی اور اس قدرۃ اہل ایمان کا علومقام معلوم ہوتا ہے اور عمر بن حنظلہ فقہا کے نزدیک مشہور مقبولہ روایت کے راوی ہیں اور وہ روایت وہ ہے جو اس سے ہوئی ہے کہ اس نے حضرت صادقؑ سے سوال کیا کہ ہمارے اصحاب میں سے دو افراد کے درمیان دین یا میراث میں تنازعہ یا جھگڑا ہوتا ہے فرمایا وہ تم میں سے کسی کو دیکھیں کہ جس نے ہماری احادیث کی روایت کی ہو اور حلا و حرام میں تامل کیا ہو اور ہمارے احکام کو پہچانتا ہو، پس اس کے حکومت وفیصلہ پر راضی ہوں، بے شک میں نے اس کو تم پر حاکم مقرر کیا ہے پس جب وہ حکم کرے اور اس کا حکم قبول نہ کریں تو انہوں نے حکم الٰہی کا استخفاف کیا ہے اور ہمارے قول کو در کیا ہے اور ہم پر رد کرنے والا خدا کے حکم کو رد کرنے والا ہے اور وہ شرک کی حد میں داخل ہے۔

نواں معجزہ: آسمان سے حضرت کے لئے انگور اور لباس کا آنا

اور مدینۃ المعاجز میں ثاقب المناقب سے منقول ہے اور اس نے لیث بن سعد سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں کوہ ابوقبیس میں دعا میں مشغول تھا، میں نے دیکھا ایک شخص دعا کر رہا ہے اور وہ اپنی دعا میں کہتا ہے "اللھم انی ارید الغنب فارزقنیة" خدایا میں انگور چاہتا ہوں وہ مجھے عطا فرما پس ایک بادل آیا اور اس پر سایہ فگن ہوا، اور اس کے سر کے قریب ہوا اس شخص نے ہاتھ بلند کیا اور اس میں سے انگور کا ایک خوشہ اٹھایا اور اپنے آگے رکھ لیا، دوبارہ اس نے دست دعا بلند کئے اور عرض کیا خدایا میں برہنہ ہوں مجھے لباس دے، پس دوبارہ وہ بادل اس کے قریب آیا اور اس نے اس میں سے لپیٹی ہوئی کوئی چیز جو کہ دو کپڑے تھے اٹھائے پھر وہ بیٹھ کر انگور کھانے لگا، حالانکہ وہ انگور کا موسم نہیں تھا اور میں اس کے قریب تھا میں نے انگور کے خوشہ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور چند دانے اس سے لئے تو انہوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کیا کر رہے ہو، میں نے کہا کہ میں ان انگوروں میں شریک ہوں فرمایا کہاں سے میں نے کہا آپ نے دعا کی اور میں نے آمین کہا اور دعا کرنے والا اور آمین کہنے والا دونوں شریک ہوتے ہیں، فرمایا بیٹھ جاؤ اور کھاؤ پس میں بیٹھ کر ان کے ساتھ کھانے لگا جب بقدر کفایت ہم کھا چکے تو وہ خوشہ یکسر بلند ہوا اور وہ شخص کھڑا ہو گیا اور فرمایا کہ یہ دونوں کپڑے بھی اٹھا لو میں نے کہا کہ مجھے کپڑوں کی ضرورت نہیں،

فرمایا پھر رخ دوسری طرف کرو تا کہ میں پہن لوں پس ایک طرف ہو کر ان میں سے ایک کو تہ بند اور دوسرے کو ردا بنایا اور جو کپڑے اس کے بدن پر تھے وہ لپیٹ کر ہاتھ میں پکڑ لئے اور ابوقبیس سے نیچے آئے اور جب صفاء پہاڑی کے قریب پہنچے تو کچھ لوگ ان کے استقبال کو بڑھے اور وہ کپڑے جوان کے ہاتھ میں تھے کسی کو دیدیئے، ایک شخص سے میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے اس نے کہا کہ فرزند رسول خدا ابوجعفر محمد بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب صلوات اللہ علیہم ہیں۔

دسواں معجزہ: حضرت کا ابوبصیر کو بینا کرنا اور پھر دوبارہ پہلی حالت کی طرف پلٹانا

قطب راوندی سے منقول ہے اس نے اپنی سند کے ساتھ ابوبصیر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا کہ میں آپ کا موالی اور شیعہ ہوں اور ناتواں و نابینا ہوں پس آپ میرے لئے جنت کی ضمانت دیجئے فرمایا کیا تو یہ نہیں چاہتا کہ تجھے آئمہ کی علامت بتاؤں میں نے عرض کیا، کیا ہی اچھا ہے کہ آپ علامت اور ضمانت دونوں کو میرے لئے جمع کر دیں فرمایا یہ بات کس لئے تم پسند کرتے ہو، میں نے عرض کیا کس لئے اسے میں پسند نہ کروں پس آپ نے اپنا دست مبارک میری آنکھوں پر پھیرا تو اسی وقت میں نے آئمہ علیہم السلام کو آپ کے پاس دیکھا پھر فرمایا آنکھیں کھول کر اپنی آنکھوں سے دیکھو تمہیں کیا نظر آتا ہے، ابوبصیر کہتا ہے خدا کی قسم کتا خنزیر اور بندر کے علاوہ کچھ نظر نہ آیا، میں نے عرض کیا یہ مسخ شدہ لوگ کون ہیں فرمایا جنہیں دیکھ رہے ہو یہ سواد اعظم ہیں اگر پردہ اٹھا دیا جائے اور لوگوں کی حقیقی صورت نظر آئے تو شیعہ حضرات اپنے مخالفین کو سوائے اس مسخ شدہ صورت کے نہ دیکھیں گے اس کے بعد فرمایا اے ابومحمد اگر چاہتے ہو تو تمہیں اس حالت میں رہنے دوں یعنی بینائی میں اور تیرا حساب خدا پر ہو اور اگر چاہتے ہو تو بارگاہ خداوندی سے تمہاری جنت کی ضمانت دوں تو تمہیں پہلی کیفیت پر پلٹا دوں، میں نے عرض کیا اس مخلوق منکوس کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں مجھے پہلی حالت کی طرف پلٹا دیں کیونکہ کوئی چیز جنت کا عوض نہیں ہوسکتی پس آپ نے دست مبارک میری آنکھوں پر پھیرے اور جس حالت میں پہلے تھا اس کی طرف دوبارہ پلٹ گیا۔

گیارھواں معجزہ: بیابان میں حضرت کا قبرہ (چنڈول) کے لئے پانی نکالنا

شیخ طبرسی نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ ہم امام محمد باقر کے ساتھ باہر نکلے، اچانک ہم خشک زمین میں پہنچے کہ جس سے آگ بھڑک رہی تھی یعنی زیادہ حرارت کی وجہ سے اور وہاں بہت سی چڑیاں تھیں جو آپ کے خچر کے گرداگرد چکر لگانے لگیں، حضرت نے انہیں دور ہٹایا اور فرمایا تمہارے لئے کوئی اکرام و عزت نہیں، پس آپ اپنے مقصد تک تشریف لے گئے جب دوسرے دن واپس آئے اور ہم اس زمین میں پہنچے تو دوبارہ چڑیاں پرواز کرنے لگیں اور آپ کے خچر کے گرد

چکر لگانے اور آپ کے سر کے اوپر پھڑ پھڑانے لگیں پس میں نے سنا کہ حضرت نے فرمایا پیو اور سیرابی حاصل کرو، جب میں نے دیکھا تو وہاں بہت سا پانی نظر آیا میں نے عرض کیا اے میرے آقا کل آپ نے انہیں منع کیا اور آج سیراب کیا فرمایا جان لو کہ آج ان کے ساتھ قبرہ (چنڈول) بھی ملی ہوئی ہیں اور اگر ان کے ساتھ قبرہ نہ ہوتے تو میں انہیں پانی نہ دیتا، میں نے عرض کیا مولیٰ قبرہ اور چڑیا میں کیا فرق ہے آپ نے فرمایا وائے ہو تم پر چڑیاں فلاں کے دوستوں میں سے ہیں کیونکہ یہ انہیں میں سے ہیں اور قبرہ ہمارے موالیوں میں سے ہے یہ اپنی آواز میں کہتی ہیں بورکستم اھل البیت و بورکت شیعتکم لعن اللہ اعدائکم اے اہل بیتؑ تم میں برکت ہو اور تمہارے شیعوں میں برکت ہو اور خدا تمہارے دشمنوں پر لعنت کرے۔

بارہواں معجزہ: آپ کا غیب کی خبر دینا

قطب راوندی نے ابوبصیر سے روایت کی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے خراسان کے ایک شخص سے فرمایا تیرے باپ کی کیا حالت تھی کہنے لگا اچھا تھا فرمایا جب تو اس طرف متوجہ ہوا اور جرجان کے علاقہ میں پہنچا تو تیرا باپ فوت ہو گیا، فرمایا تیرے بھائی کا کیا حال تھا عرض کیا میں اسے صحیح وسالم چھوڑ آیا ہوں فرمایا اس کا ایک ہمسایہ تھا جس کا نام صالح ہے اس نے فلاں دن اور فلاں وقت اسے قتل کر دیا ہے، پس وہ شخص رونے لگا اور اس نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون فرمایا خاموش رہو اور غم اندوہ نہ کرو کیونکہ ان کی جگہ بہشت میں ہے اور اس جہان فانی کے منازل سے وہ ان کے لئے بہتر اور خوشتر ہے، عرض کیا اے فرزند رسولؐ جب میں اس طرف آ رہا تھا تو میرا ایک بیٹا رنجور اور بیمار تھا جو شدید درد والم سے دوچار تھا اس کا حال آپ نے نہیں پوچھا، فرمایا تیرا بیٹا صحت یاب ہو گیا ہے اور اس کے چچا نے اپنی لڑکی کی اس سے شادی کر دی ہے جب تو اس سے ملے گا تو اس کا بچہ پیدا ہو گا کہ جس کا نام علی ہے اور وہ ہمارے شیعوں میں سے ہو گا، البتہ تیرا بیٹا ہمارا شیعہ نہیں بلکہ وہ ہمارا دشمن ہے اور وہ دشمنی اس کے لئے کافی ہے، راوی کہتا ہے کہ پس وہ اٹھ کر چلا گیا تو میں نے عرض کیا یہ کون ہے فرمایا اہل خراسان میں سے ایک شخص ہے جو ہمارا شیعہ اور مومن ہے۔

چوتھی فصل

امام محمد باقرؑ کے بعض مواعظ اور حکمت آمیز کلمات جو تحف العقول سے منقول ہیں

پہلا ارشاد: قال علیه السلام ما شیب شیئی لشیئی احسن من حلم بعلم امام محمد باقرؑ نے فرمایا جو کوئی چیز بھی کسی دوسری چیز سے ملے وہ حلم سے بہتر نہیں جو علم کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ مولف کہتا ہے کہ حلم کا معنی نفس کو ہیجان غضب سے اس طرح روکنا کہ قوت غضبیہ اسے آسانی سے حرکت میں نہ لے آئے اور سوچ و بچار کے بغیر کوئی چیز اس سے ظہور میں نہ آئے اور زمانہ کی ناپسندیدہ واردات اسے مضطرب نہ کرے۔

با تو گویم کہ حیست غایت حلم
ہر کہ زہرت دہد شکر بخشش
کم مباش از درخت سایہ فگن
ہر کہ سنگش زند ثمر بخشش
بخشش ہر کہ نجر اشدت جگر بجفا
ہمچو کان کریم زر بخشش

دوسرا ارشاد: قال علیه السلام الکمال کل الکمال التفقه فی الدین والصبر علی النائبة وتقدیر المعیشة فرمایا کمال اور تمام کمال ہے دین کو سمجھنا اور اس میں صاحب بصیرت ہونا اور مصیبت و سخت کام میں صبر کرنا اور امر معاش کا اندازہ لگانا یعنی ہر مہینہ میں جتنی اس کی آمدنی ہے اس کا حساب لگائے اور اسی اندازہ سے خرچہ کرے پس اگر ہر مہینہ میں تین روپے اس کی آمدنی ہے تو روزانہ دس پیسے خرچ کرے اور اس سے زیادہ خرچ نہ کرے اور اگر اتفاقاً کسی دن زیادہ خرچ ہو جائے تو اتنا دوسرے دن کم خرچ کرے تاکہ ذلت قرض اور لوگوں سے سوال کرنے میں گرفتار نہ ہو، ہمارے شیخ ثقة الاسلام نوری نے مستدرک کے خاتمہ میں علامہ مجلسی مولانا محمد باقر بن محمد تقی بن مقصود علی المتخلص مجلسی رحمہ اللہ کے حالات میں نقل کیا ہے کہ ملا محمد تقی کی والدہ عارفہ مقدسہ اور صالحہ تھیں اور ان کے صلاح و تقویٰ کے سلسلہ میں منقول ہے کہ ایک دفعہ ان کے شوہر

ملامقصودعلی نے کسی سفر کا ارادہ کیا تو اپنے دونوں بیٹوں ملامحمد تقی اور ملامحمد صادق کو علامہ مقدس متورع ملاعبداللہ ششتری کی خدمت میں تحصیل علوم شرعیہ کے لئے لے آئے اور اس بزرگوار سے استدعا کی کہ ان کی تعلیم کا پورا خیال رکھیں اس کے بعد سفر پر چلے گئے پس ان ہی دنوں میں عید آ گئی تو جناب ملاعبداللہ نے ملامحمد تقی کو تین تومان دیے اور فرمایا کہ انہیں اپنی ضروریات معاش میں صرف کرو عرض کیا کہ والدہ کی اطلاع واذن کے بغیر میں صرف نہیں کر سکتا جب اپنی والدہ کی خدمت میں گئے اور کیفیت بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے خرچ کے برابر ہے کہ جس طرح میں نے تعیین وتقسیم کر رکھی ہے اور اس مدت میں یہ تمہاری عادت بن چکی ہے پس اگر یہ رقم لے لوں تو تمہاری حالت وسعت وفراخی معیشت میں داخل ہو جائے گی اور یہ رقم تو ختم ہو جائے گی اور تم پہلی عادت کو بھول چکے ہو گے تو اس وقت تھوڑے خرچ پر صبر نہیں کر سکو گے لہذا مجبوراً مجھے اکثر اوقات تمہاری تنگی حالات کی ملاعبداللہ وغیرہ سے شکایت کرنی پڑے گی، حالانکہ یہ میرے لئے مناسب نہیں جب مولانا کی خدمت میں یہ بات بیان کی گئی تو اس بزرگوار نے ان کے حق میں دعا کی اور خداوند عالم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اس سلسلہ جلیلہ کو حامیان دین متین اور مرجین شریعت سید المرسلین حضرت خاتم النبین صلوات اللہ علیہ وآلہ میں قرار دیا اور انہیں میں سے نکالا اس بحر مواج اور سراج دہاج (علامہ مجلسی) کو!

تیسرا ارشاد: قال علیه السلام صحبة عشرین سنة قرابة یعنی بیس سال کی دوستی ورفاقت قرابت ورشتہ داری کے حکم میں ہے۔

چوتھا ارشاد: قال علیه السلام ثلاثة من مكارم الدنیا والاخرة ان تعفوا عمن ظلمك و تصل من قطعك و تحلم اذا جهل علیك فرمایا تین چیزیں مکارم دنیاوآخرت میں سے ہیں ایک یہ کہ معاف کرو اس شخص کو کہ جو تم پر ظلم کرے اور دوسرا یہ کہ صلہ رحمی کرو اس شخص کے ساتھ جو قطع رحمی کرے، تیسرا یہ کہ حلم وبردباری اختیار کرو جب تم سے جہل ونادانی کا برتاؤ کیا جائے۔

پانچواں ارشاد: فرمایا کوئی بندہ اپنے برادر مسلمان کی اعانت سے اور اس کی حاجت پورا کرنے کی کوشش سے امتناع وآباء نہیں کرے گا چاہے وہ حاجت پوری ہو یا نہ ہو مگر یہ کہ وہ مبتلا ہو گا ایسی ہی حاجت کے لئے سعی وکوشش کرنے میں کہ جو موجب گناہ ہو گی اور اس میں کوئی اجر اسے نہیں ملے گا اور کوئی شخص رضائے خدا کے راستہ میں خرچ کرنے سے بخل نہیں کرے گا مگر یہ کہ اس نے راہ خدا میں خرچ کرنے سے بخل کیا ہے اس سے کئی گناہ زیادہ ان مصارف میں خرچ کرنے میں مبتلا ہو گا کہ جو غضب خدا کو برانگیختہ کریں۔

چھٹا ارشاد: من لم یجعل الله له من نفسه وآعظا فان مواعظ الناس لن تغنی عنه شیئا جس شخص کو خدا خود اپنے نفس کا مواعظ نہ بنائے (جس کے نفس میں خدا کی کوئی واعظ پیدا نہ کرے) دوسروں کے وعظ ونصیحت اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔

ساتواں ارشاد: فرمایا کتنے اشخاص ہیں کہ جو دوسرے سے ملتے وقت کہتے ہیں کہ خدا تیرے دشمن کو سرنگوں کرے حالانکہ اس کا دشمن خدا ہوتا ہے۔

آٹھواں ارشاد: آپ نے فرمایا وہ عالم کہ جس کے علم سے لوگ نفع اٹھائیں وہ ستر ہزار عابد سے بہتر ہے، مولف کہتا ہے کہ علم وعلماء کی فضیلت کی روایات شمار واحصا سے زیادہ ہیں ان میں سے بعض میں ہے کہ ایک عالم ہزار عابد اور ہزار زاہد سے بہتر ہے عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے آفتاب کی باقی ستاروں پر، فقیہ کا ایک رکعت نماز ادا کرنا عابد کی ستر ہزار رکعت سے بہتر ہے، عالم کی نیند جہالت کی نماز سے بہتر ہے جب کوئی مومن مرجائے اور ایک ورقہ چھوڑ جائے کہ جس میں علم ہو تو قیامت کے دن وہ ورقہ اس کے اور جہنم کے درمیان پردہ بن جائے گا، اور خداوند عالم ہر حرف کے بدلے جو اس میں لکھا ہوا ہے ایک شہر اسے عطا فرمائے گا جو سات دنیاؤں سے زیادہ وسیع ہوگا اور جب فقیہ مرجاتا ہے تو اس پر فرشتے اور زمین کے وہ ٹکڑے گریہ کرتے ہیں جن پر وہ خدا کی عبادت کرتا تھا اور آسمان کے وہ دروازے بھی کہ جن سے گذر کر اس کے اعمال اوپر جاتے تھے اسلام میں ایسا رخنہ پیدا ہوجاتا ہے کہ جسے کوئی چیز بند نہیں کرسکتی کیونکہ فقہاء مومنین اسلام کے قلعے میں مثل ان قلعوں کے جو شہر کے گرد بناتے ہیں الی غیر ذلك، ہمارے شیخ ثقۃ الاسلام نوری نے کلمہ طیبہ میں بہت سی روایات علماء کی فضیلت اور ان کے وجود کے فوائد میں بیان کی ہیں، منجملہ ان کے فرمایا ہے کہ علماء کے وجود کے فوائد میں سے ہے کہ وہ خداوند عالم کا بندوں کو دوست رکھنے اور بندوں کے خدا کو دوست رکھنے کا سبب ہیں اور یہ دونوں محبتیں انتہائے سیر سالکین اور آخری مرحلہ ہے خدا کی طرف رجوع کرنے والوں کا شیخ طبرسی کے نواسہ نے کتاب مشکوۃ الانوار میں روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رسول خداؐ کی خدمت میں عرض کی کہ جب ایک جنازہ بھی موجود ہو اور عالم کی مجلس بھی تو ان میں سے کون زیادہ محبوب ہے آپ کے نزدیک کہ جس میں حاضر ہوں فرمایا کہ اگر کوئی شخص موجود ہے جنازہ کے لئے کہ جو جا کر اسے دفن کرے تو بے شک مجلس عالم میں حاضر ہونا ہزار جنازہ پر حاضر ہونے اور ہزار مریض کی عیادت کرنے اور ہزار رات عبادت میں کھڑے ہونے اور ہزار دن روزہ رکھنے اور مساکین کو ہزار درہم صدقہ دینے اور حج واجب کے علاوہ ہزار حج کرنے اور جہاد واجب کے علاوہ راہ خدا میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنے سے بہتر ہے اور یہ مقامات مجلس عالم میں حاضر ہونے کا کہاں مقابلہ کرسکتے ہیں، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خداوند عالم کی عبادت علم کی وجہ سے ہوتی ہے اور خیر دنیا وآخرت علم سے ہے اور شر دنیا وآخرت جہل کی بناء پر ہے کیا میں تمہیں اس جماعت کی خبر نہ دوں کہ جو نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء کہ جن کی قدرومنزلت پر جو خدا کے نزدیک ہے رشک کیا جائے گا جو نور کے منبر پر بیٹھے ہوں گے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ لوگ کون ہیں فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو بندوں کو خدا کا محبوب بناتے ہیں اور خدا کو بندوں کا محبوب بناتے ہیں ہم نے عرض کیا یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ خدا کو بندوں کا محبوب بناتے ہیں پس وہ بندوں کو کس طرح خدا کے نزدیک محبوب بناتے ہیں فرمایا ان کو حکم دیتے ہیں ان چیزوں کا جسے خدا دوست رکھتا ہے اور روکتے ہیں انہیں ان چیزوں سے کہ جنہیں خدا پسند نہیں کرتا، پس جب وہ اطاعت کرتے ہیں تو خدا انہیں دوست رکھتا ہے علماء کے وجود کے فوائد میں سے ہے کہ ان

کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب کئی گنا ہو جاتا ہے جیسا کہ شیخ شہید نے روایت کی ہے کہ عالم کے ساتھ جامع مسجد کے علاوہ نماز پڑھنا ہزار رکعت کے برابر ہے اور جامع مسجد میں لاکھ رکعت کے برابر ہے اسی طرح ان پر صدقہ کرنا ثواب کے کئی گنا ہونے کا سبب ہے جیسا کہ علامہ حلی رحمہ اللہ نے رسالہ سعدیہ میں اور ابن ابی جمہور نے عوالی اللئالی میں رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ علماء پر صدقہ کرنا ایک کے مقابلہ میں ساتھ ہزار ہے اس طرح ان کے ساتھ ہمنشینی سے خیر و رحمت کا پہنچنا، چنانچہ امالی میں جناب صادقؑ سے مروی ہے کہ کوئی مومن کسی عالم کے پاس ایک لحظہ نہیں بیٹھتا مگر یہ کہ خداوند عالم اسے ندا دیتا ہے کہ تو میرے حبیب کے پاس بیٹھتا ہے مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے بے شک میں تجھے بہشت میں اس کے ساتھ بٹھاؤں گا، اور مجھے کوئی پرواہ نہیں، عدۃ الداعی میں امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ علماء کے پاس ایک لحظہ بیٹھنا خدا کے نزدیک ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے اور کافی وغیرہ میں رسول خداؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ علماء سادات ہیں اور ان کے پاس بیٹھنا عبادت ہے اور کچھ روایات میں قاضی عامہ کے پاس بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے اس لئے کہ شاید اس پر لعنت آئے اور وہ ہمنشین کو بھی گھیر لے اور اس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے پاس بیٹھنا جو محل رحمت ہیں اس موہبت میں شریک ہونے کا سبب ہے۔

نیز مروی ہے کہ عالم کی مثال عطر فروش جیسی ہے کہ اس سے ملاقات کے وقت اگر اس کا عطر خرید نہ بھی کرے تب بھی اس کی خوشبو تجھے پہنچے گی اور اس طرح ان کی طرف دیکھنے والوں کو بھی فیض پہنچتا ہے کیونکہ عالم کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے اور جامع الاخبار میں رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ عالم کے چہرہ کی طرف ایک دفعہ دیکھنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے اور عدۃ الداعی میں حضرت امیرؑ سے روایت کی ہے کہ عالم کے چہرہ کی طرف نگاہ کرنا خدا کے نزدیک بیت اللہ الحرام میں ایک سال کے اعتکاف سے زیادہ محبوب ہے اسی طرح علماء کے گھر کے دروازے کی طرف دیکھنا جیسا کہ کتاب مذکور میں روایت ہے کہ خداوند عالم کے گھر کے دروازے کی طرف دیکھنے کو عبادت قرار دیا ہے اسی طرح ان کی زیارت کرنا، چنانچہ اسی کتاب میں آنجناب سے مروی ہے کہ علماء کی زیارت کرنا خدا کے نزدیک خانہ کعبہ کے گرد ستر طواف کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور ستر حج و عمرہ پسندیدہ قبول شدہ سے بہتر ہے، خداوند عالم اس کے لئے ستر درجے بلند کرتا ہے اور اس پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کے لئے فرشتے گواہی دیتے ہیں کہ اس پر بہشت واجب ہے بلکہ ان کی زیارت کو آئمہ علیہم السلام کی زیارت کا بدل قرار دیا ہے باوجود اس اجر وخیر کے جو ان کی زیارت میں ہے جیسا کہ کافی میں جناب کاظمؑ سے روایت ہے کہ جو شخص ہماری قبور کی زیارت کی قدرت نہیں رکھتا تو وہ صلحاء اور ہمارے بھائیوں کی زیارت کرے اور اسی طرح علماء کے وجود سے عذاب دنیا و برزخ گنہگاروں سے اٹھا دیا جاتا ہے ان روایات کی بناء پر کہ جن کا ذکر کرنا باعث طوالت ہے۔ (مولف نے کچھ فارسی اشعار بیان کئے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم)

نواں ارشاد: فرمایا نئے صاحب مال سے حاجت مندی کی مثال مثل اس درہم کے ہے جو سانپ کے منہ میں ہو کہ جس کی تجھے ضرورت ہو لیکن اس سانپ کی وجہ سے تو خطرے سے دو چار اور نزدیک ہلاکت ہو۔

دسواں ارشاد: چار چیزیں نیکی کا خزانہ ہیں، حاجت وضرورت کو چھپانا اور صدقہ کا چھپانا اور تکلیف کو چھپانا اور مصیبت کو چھپانا۔مولف کہتا ہے کہ مجموعہ ورام میں احنف سے ایک روایت منقول ہے کہ جس کا یہاں بیان کرنا مناسب ہے اور وہ اس طرح ہے کہ احنف کہتا ہے میں نے اپنے چچا صعصعہ سے درد والم کی شکایت کی جو میرے دل میں تھا تو اس نے مجھے سر زنش کی اور فرمایا اے بھتیجے جب کوئی مصیبت تجھ پر وارد ہوتو اس کی شکایت کسی اپنے جیسے سے نہ کر کیونکہ جس شخص سے شکایت کر رہا ہے یا تو وہ تیرا دوست ہے تو وہ بدحال اور پریشان ہوگا اور یا تیرا دشمن ہے تو وہ خوش ہوگا، اسی طرح وہ درد جو تجھ میں ہے اس کی شکایت اپنے جیسی مخلوق سے نہ کر اور وہ قدرت نہیں رکھتا کہ اس جیسی تکلیف اپنے سے دور کرے چہ جائیکہ کسی دوسرے سے دور کرے بلکہ اسے اس کے سامنے پیش کر کہ جس نے تجھے اس میں مبتلا کیا ہے اور وہ قدرت بھی رکھتا ہے کہ اسے تجھ سے برطرف کرے اور تجھے اس سے کشائش کرامت فرمائے اے میرے بھتیجے چالیس سال ہو گئے ہیں کہ میری ایک آنکھ کی بینائی جاتی رہی ہے اور اس سے میں کوئی چیز بیابان اور پہاڑ نہیں دیکھ سکتا اس طویل مدت میں میں نے اپنی بیوی اور اپنے اہل بیت میں سے کسی کو اس کی اطلاع نہیں دی،فقیر کہتا ہے کہ پہلا فقرہ اس شعر کا مضمون ہے کہ جس سے امیر المومنینؑ نے تمثل کیا ہے۔

فان تسئلینی کیف انت فاننی
صبور علی ریب الزمان صلیب
یعز علی ان یری بی کابۃ
فیشمت عادا و یسام جیب

اگر تو میرے متعلق سوال کرتی ہے تو میں حوادث زمانہ پر بہت زیادہ صبر کرنے والا ہوں مجھے
ناگوار ہے کہ مجھے دکھی دیکھا جائے پس اس سے دشمن خوش ہو اور دوست کو تکلیف ہو۔

گیارہواں ارشاد: فرمایا کسالت وسستی اور ملال سے بچو کیونکہ یہ دونوں چیزیں ہر برائی کی چابی ہیں، جو سستی کرے وہ حق کو ادا نہیں کرتا اور جو ملول و بے قرار ہو وہ کسی حق پر صبر نہیں کر سکتا،مولف کہتا ہے کہ اس مقام پر شیخ عارف زاہد ابوالحجاج اقصری کی حکایت میری نگاہ میں ہے مناسب ہے کہ یہاں اس کا ذکر ہو اور وہ اس طرح ہے کہ ایک دن ان سے سوال کیا گیا کہ آپ کا شیخ واستاد کون ہے انہوں نے کہا کہ میرا استاد ابوجعران (گبریلا) ہے اور وہ ایسا جانور ہے جو نجاست کو اپنے گرد جمع کر کے اس میں لوٹ پوٹ کے اسے اپنے بل کی طرف لے جاتا اور اس کا نام جعل ہے لوگوں نے گمان کیا کہ مزاح کر رہے ہیں فرمایا میں مزاح نہیں کر رہا وہ لوگ کہنے لگے کس طرح آپ کا استاد ابوجعران ہے، کہنے لگے کہ میں سردی کی ایک رات بیدار تھا میں نے دیکھا کہ ایک جانور چراغ کے پاس جانے کا قصد رکھتا ہے اور چراغ ایک پائے کے اوپر ہے جو منارہ کی طرح تھا لیکن وہ صاف وشفاف اتنا تھا کہ جانور کا پاؤں اس پر ٹھہر نہیں سکتا تھا یہ جانور چاہتا تھا کہ وہ چراغ کے منارہ کے اوپر جائے اس کا پاؤں پھسل جاتا اور وہ گر پڑتا وہ کھڑے ہو کر پھر منارہ پر چڑھنا شروع کرتا بڑی زحمت سے کچھ راستہ طے کرتا پھر گر پڑتا میں نے شمار

کیا اور میں تعجب کر رہا تھا یہاں تک کہ میں صبح کی نماز کے لئے گھر سے نکلا جب نماز پڑھ کر واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ منارہ پر چڑھ کر چراغ کے پاس بیٹھا ہے پس میں نے اس سے سیکھا یعنی کام میں جدوجہد اور ثابت قدمی اور اسے انجام کو پہنچانا۔

بارہواں ارشاد: فرمایا تواضع اور فروتنی یہ ہے کہ انسان راضی ہو اس جگہ بیٹھنے پر جو اس کے مقتضائے شرف سے پست ہو اور یہ کہ سلام کرو ہر اس شخص کو جس سے ملاقات کرو اور یہ کہ مجادلہ کو چھوڑ دو، اگرچہ حق تمہارے ساتھ ہو۔

تیرہواں ارشاد: فرمایا حیا اور ایمان ایک رسی میں مقرون اور یہ دو گراں مایہ گوہر ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں جب ان میں سے ایک چلا جاتا ہے تو اس کا ساتھی اس کی رفاقت و مصاحبت میں چلا جاتا ہے، مولف کہتا ہے کہ حیا و شرم کی فضیلت میں روایات بہت زیادہ ہیں اور اس کے متعلق اتنا کافی ہے کہ رسول اکرمؐ نے اسے اسلام کا لباس قرار دیا ہے اور فرمایا کہ الاسلام عریان فلباسه الحیا السلام برہنہ ہے، اور اس کا لباس حیا ہے پس جس طرح لباس شرمگاہوں اور ظاہری قبائح کو چھپاتا ہے اسی طرح حیا بھی قبائح باطنی اور برائیوں کو چھپاتی ہے اور روایت ہے کہ جس میں حیا نہیں اس کا ایمان نہیں اور یہ کہ خداوند عالم جس کی ہلاکت کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے شرم و حیا کو نکال دیتا ہے اور رسول خداؐ سے مروی ہے کہ اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک بچوں اور عورتوں سے حیا دور نہیں ہوگی، الی غیر ذلك اسی لئے یہ صفت رسول خداؐ اور ائمہ ہدی میں زیادہ اور کامل تھی اس حد تک کہ روایت ہے رسالت مآب بات کرنے لگتے تو آپ کو شرم و حیا سے پسینہ آجاتا اور آپ حیا کی وجہ سے اپنی آنکھیں لوگوں سے بند کر لیتے، فرزوق شاعر نے امام زین العابدینؑ کی مدح اسی صفت سے کی ہے اس قول میں "یغضی حیآء و یغطی من مهابته فلا یکلم الا حین یتسم" وہ شرم و حیا سے آنکھیں نیچی کر لیتے ہیں اور ان کی ہیبت سے لوگوں کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور ان سے کوئی گفتگو نہیں کر سکتا جب تک وہ ہنسیں نہیں اور حضرت رضاء سے منقول ہے کہ ایک دفعہ ایک منافق نے آپ سے نقل کیا ہے کہ آپ کے بعض شیعہ شراب پیتے ہیں تو شرم و حیا کی وجہ سے آپ کے چہرہ اقدس پر پسینہ آگیا۔

چودہواں ارشاد: آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں کہ جب اسے بجالاؤ تو سلطان و شیطان تم سے دور ہو جائیں، ابوحمزہ نے عرض کیا ہمیں خبر دیجئے تاکہ ہم اسے بجالائیں فرمایا تم پر لازم ہے کہ صبح کے وقت صدقہ دیا کرو کیونکہ صدقہ دنیا شیطان کے منہ کو کالا اور بادشاہ کے قہر و غضب کو اس دن توڑ دیتا ہے اور تم پر لازم ہے کہ راہ خدا میں اور رضائے حق کے لئے لوگوں سے دوستی اور محبت و مودت کرو یعنی تمہاری دوستی اس طریق سے ہو اور نیک عمل پر ایک دوسرے کی مدد اور آپس میں تعاون کرو کیونکہ یہ کام بادشاہ کے ظلم اور وسوسہ شیطان کو جڑ سے اکھیڑ دیتا ہے اور جتنا ہو سکے استغفار اور طلب بخشش کے لئے بارگاہ خداوندی میں الحاح و اصرار کرو کیونکہ یہ چیز گناہوں کو محو اور نیست و نابود کر دیتی ہے۔

پندرھواں ارشاد: روایت ہے کہ حضرت جابر جعفی سے فرمایا کہ اے جابر کیا یہی کافی ہے کہ کوئی شخص شیعیت اپنے اوپر باندھ لے اور اہل بیتؑ کی محبت کا دعویٰ کرے خدا کی قسم ہمارا شیعہ نہیں مگر وہ شخص جو خدا کی اطاعت اور تقویٰ و پرہیزگاری رکھتا ہو اے

جابر زیادہ تر شیعوں کو نہیں پہچانتے مگر تواضع وانکساری اور زیادہ ذکر اور نماز و روزہ اور ہمسایوں میں سے فقراء و مساکین قرضداروں اور یتیموں کو دیکھ بھال رکھنے اور سچ بولنے تلاوت قرآن کرنے اور لوگوں سے نیکی کرنے کے علاوہ چیزوں سے زبان بند رکھنے اور تمام امور میں اپنے رشتہ داروں کی امانتداری کرنے کے ساتھ جابر نے کہا اے فرزند رسولؐ میں نے کسی کو اس صفت سے متصف نہیں پایا، حضرت نے فرمایا اے جابر ان خیالوں کی وجہ سے راستہ سے نہ ہٹو تو کیا کسی شخص کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ کہے کہ میں علیؑ سے محبت و دوستی رکھتا ہوں اور ان کی ولایت کا دم بھرتا ہوں کیونکہ اگر یہ کہے کہ میں رسول خداؐ کو دوست رکھتا ہوں جب کہ آنحضرت جناب امیر المومنینؑ سے افضل ہیں، لیکن آپ کے اعمال کے مطابق عمل اور آپ کی سنت کی پیروی نہ کرے تو وہ محبت اس کے کسی کام نہ آئے گی پس خدا سے ڈرو اور عمل کرو تا کہ خدا کے ثواب اور اجر الٰہی حاصل کرسکو، بے شک خدا اور مخلوق میں سے کسی کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں اور خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اس کے بندوں میں سے وہ ہے جو محارم خدا سے زیادہ پرہیز گار ہو اور اطاعت الٰہی پر زیادہ عمل کرے خدا کی قسم خدا کا قرب حاصل نہیں ہوسکتا، مگر اس کی اطاعت کے ساتھ اور ہم نے تمہارے لئے جہنم کی آگ سے برات نہیں لے رکھی اور کسی شخص کی خدا پر کوئی حجت نہیں جو شخص خدا کا مطیع اور فرمانبردار ہے وہ ہمارا ولی اور دوست ہے اور جو خدا کی نافرمانی کرے وہ ہمارا دشمن اور ہماری ولایت تک نہیں پہنچ سکتا مگر پرہیز گاری اور عمل صالح کے ساتھ مولف کہتا ہے ایک شخص سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابومیسرہ عابد کو دیکھا کہ کثرت عبادت اور اطاعتوں میں زیادہ جدوجہد کی وجہ سے اس کے بدن کی ہڈیاں نکل آئی تھیں، میں نے کہا خدا تجھ پر رحم کرے خدا کی رحمت بڑی وسیع ہے ابومیسرہ کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا کیا تو نے مجھ سے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو میری ناامیدی پر دلالت کرے، بے شک رحمت خدا نیکوکار لوگوں کے قریب ہے پس مجھے اس کی باتوں سے رونا آ گیا اور میں رونے لگا لہٰذا مناسب ہے کہ عقلا اور دانا نظر و فکر کریں رسولوں ابدال اور اولیاء کے حالات اور طاعات الٰہی میں ان کی کوشش و جدوجہد پر اور اپنی عمر کو عبادات میں صرف کرنے پر اور یہ کہ انہیں رات دن آرام نہیں تھا اور کسی طرح بھی وہ سستی نہیں کرتے تھے تو کیا انہیں خدا سے حسن ظن نہیں تھا، ایسا نہیں ہے بلکہ خدا کی قسم وہ رحمت الٰہی کی وسعت کو زیادہ جانتے تھے اور خدا کے جود و سخا کے متعلق ان کا حسن ظن سب سے زیادہ تھا لیکن وہ جانتے تھے کہ یہ امید و رجاء اور حسن ظن جدوجہد کے بغیر روئے محض اور غرور صرف ہے لہٰذا انہوں نے اپنے آپ کو عبادت وطاعت و سختی و زحمت میں ڈالا تا کہ ان کے لئے رجاء و حسن ظن محقق ہوا اور کافی ہے اس مقام پر یہ چیز کہ حضرت رسول اکرمؐ کا آخری خطبہ جو اپنی بیماری کے دنوں میں دیا لوگوں کو وعظ کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اے لوگو! کوئی دعویٰ کرنے والا یہ دعویٰ نہ کرے کہ میں بغیر عمل کے نجات حاصل کرلوں گا اور کوئی آرزو رکھنے والا یہ آرزو نہ رکھے کہ میں اطاعت خدا کے بغیر اس کی رضا تک پہنچ جاؤں گا اس خدا کے حق کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ عذاب خدا سے نجات نہیں دے سکتا مگر نیک عمل رحمت خدا کے ساتھ اس وقت فرمایا **ولو عصیت لھویت** اگر میں نافرمانی کروں تو ہلاک ہوجاؤں۔

سولھواں ارشاد: حضرت سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ایک فرشتہ مرغ جیسا ہے کہ جس کے پنجے زمین کی تہہ میں ہیں اور اس کے پر ہوا میں اور اس کی گردش عرش کے نیچے خم شدہ ہے پس جب آدھی رات گذر جاتی ہے تو وہ کہتا ہے "**سبوح**

قدوس رب الملئکة والروح ربنا الرحمن لا اله غیرہ“جب یہ ذکر کہہ لیتا ہے تو کہتا ہے”لیقم المتھجدون“نماز تہجد پڑھنے والے کھڑے ہوجائیں اس وقت باقی مرغ آواز بلند کرتے ہیں پس وہ فرشتہ جو مرغ کی شکل میں ہے جب تک خدا چاہتا ہے خاموش رہتا ہے پھر وہ کہتا ہے”سبوح قدوس ربنا الرحمن لا اله غیرہ لیقم الذا کرون“یعنی ذکر کرنے والے کھڑے ہوجائیں اور جب صبح صادق طلوع کرتی ہے تو وہ کہتا ہے”ربنا الرحمن الا اله غیرہ لیقم الغافلون“غافل خواب غفلت سے کھڑے ہوجائیں،مولف کہتا ہے کہ شاید اس ملک عرشی کے ہر نوبت میں ذکر کو کم کردینے کی وجہ یہ ہو کہ وہ رحمتیں اور برکتیں اور الطاف وعنایات پہلے ذکر کے وقت لوٹتی ہیں،تہجد پڑھنے والوں کی طرف جو رات کے اس وقت اٹھ کھڑے ہوتے ہیں وہ ذاکرین کے لئے نہیں ہوتیں جو کہ دوسرے ذکر کے وقت بیدار ہوتے ہیں لہذا وہ اپنے ذکر سے رب الملائکہ والروح کی لفظ کم دیتا ہے اور جب صبح طلوع کرلیتی ہے اور غافلین اٹھتے ہیں تو وہ الطاف وعنایات جو ذاکرین کے لئے تھیں وہ ان کے لئے نہیں ہوتیں اگرچہ وہ رحمت الٰہی سے کلیتہ بے بہرہ نہیں ہوتے لہذا وہ اپنے ذکر سے ”سبوح قدوس“کو کم کرکے اکتفاء کرتا ہے اسی ذکر”ربنا الرحمن لا اله غیرہ“پر شاید جو شخص بین الطلوعین (صبح صادق اور سورج نکلنے کے درمیان) سویا ہوا ہے وہ بے نصیب اور بے بہرہ اور سعادت سے محروم اور روزی کے بغیر ہوتا ہے ”فمن نام بینھما نام عن رزقه هذا ما خطر ببالی والله تعالیٰ العالم“جو طلوعین کے درمیان سوجائے وہ اپنے رزق سے سویا ہوا ہے یہ کچھ میرے دل میں آیا ہے اور خدا ہی جاننے والا ہے (اس کے بعد مولف نے فارسی کے کچھ اشعار لکھے ہیں جنہیں ہم طوالت کے خوف سے چھوڑ رہے ہیں۔مترجم)

پانچویں فصل

امام محمد باقرؑ کی وفات کے بارے میں اور وہ چیزیں جو آپ کے اور مخالفین کے درمیان واقع ہوئیں

مولف کہتا ہے کہ میں اس فصل میں اس پر اکتفاء کرتا ہوں جو کچھ علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں لکھا ہے، فرماتے ہیں کہ سید بن طاؤس نے سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک سال ہشام بن عبدالملک حج کے لئے آیا اور میں بھی اس سال اپنے والد کے ساتھ حج پر گیا ہوا تھا، پس میں نے مکہ میں ایک دن لوگوں کے مجمع میں کہا کہ میں حمد کرتا ہوں اس خدا کی جس نے محمدؐ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے اور ہمیں آنحضرتؐ کے بدولت گرامی و باعزت قرار دیا ہے پس ہم ہیں خدا کے برگزیدہ افراد اس کی مخلوق پر اور خدا کے پسندیدہ اس کے بندوں میں سے اور خدا کے خلیفہ اس کی زمین پر پس سعادت مند وہ ہے جو ہمارا اتباع کرے اور شقی و بدبخت وہ ہے جو ہماری مخالفت اور ہم سے دشمنی کرے پس ہشام کے بھائی نے یہ خبر ہشام کو پہچائی لیکن اس نے مکہ میں یہ مصلحت نہ دیکھی کہ ہم سے تعرض کرے جب وہ دمشق پہنچا اور ہم مدینہ کی طرف واپس آ گئے تو اس نے عامل مدینہ کو قاصد بھیجا کہ میرے والد کو اور مجھے اس کے پاس دمشق بھیج دے، جب ہم دمشق پہنچے تو تین دن تک تو اس نے ہم سے ملاقات نہ کی چوتھے دن ہمیں اپنے دربار میں بلایا جب ہم دربار میں داخل ہوئے تو ہشام اپنے تخت شاہی پر بیٹھا ہوا تھا اور اس نے اپنے لشکر کو مسلح و مکمل برابر کی صفوں میں اپنے سامنے کھڑا کیا ہوا تھا اور ایسی جگہ جس میں تیر کا نشانہ نصب تھا اس نے اپنے سامنے ترتیب دے رکھا تھا اور اس کی قوم کے بڑے لوگ مقابلہ میں تیراندازی کر رہے تھے جب ہم اس مکان کے صحن میں داخل ہوئے تو میرے والد آگے آگے تھے اور میں ان کے پیچھے چل رہا تھا جس وقت ہم قریب پہنچے تو ہشام نے میرے والد سے کہا کہ اپنی قوم کے بزرگوں کے ساتھ تیراندازی کیجئے میرے والد کہنے لگے میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں اور اب مجھے تیراندازی نہیں سجتی اگر مجھے معاف رکھو تو بہتر ہے، ہشام نے قسم کھائی کہ اس خدا کے حق کی قسم کہ جس نے مجھے اپنے دین اور اپنے پیغمبر کے ساتھ عزت بخشی ہے میں آپ کو معاف نہیں کروں گا پھر مشائخ بنی امیہ میں سے ایک کو اشارہ کیا کہ تیر کمان انہیں دو تا کہ یہ تیر پھینکیں پس میرے والد نے کمان اس شخص سے لی اور اس سے ایک تیر لے کر کمان کی زہ پر رکھا اور قوت امامت سے کھینچ کر وسط نشانہ پر لگایا پھر دوسرا تیر لے کر پہلے تیر کے فاق (پچھلے حصہ) پر مارا جو اسے پیکان تک دو نیم کر کے پہلے تیر کے درمیان جا

کر رکا پھر تیسرا تیر لیا، اور اس دوسرے تیر کے فاق میں مارا جس نے اسے دو نیم کر دیا اور نشانہ کے درمیان پیوست ہو گیا، یہاں تک کہ آپ نے تو تیر پے در پے پھینکے کہ جن میں سے ہر تیر پہلے تیر کے فاق پر جا لگتا اور اس دو نیم کر دیتا اور جو تیر آپ چھوڑتے وہ ہشام کے جگر پر جا لگتا اور اس کا رنگ شوم متغیر ہو جاتا یہاں تک کہ نویں تیر پر وہ بے تاب ہو گیا اور کہنے لگا بہت عمدہ تیر چلائے ہیں آپ نے اے ابوجعفرؑ اور آپ عرب و عجم میں ماہر ترین تیر انداز ہیں۔ آپ کس لئے کہتے ہیں کہ میں اس پر قدرت نہیں رکھتا پس اس فعل سے وہ پشیمان ہوا اور میرے والد کے قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور سر نیچے جھکا لیا اور سوچ و بچار میں پڑ گیا، میں اور میرے والد اس کے سامنے کھڑے تھے جب ہمارا کھڑا ہونا طول پکڑ گیا تو میرے والد کو غصہ آ گیا اور جب آپ کو غصہ آتا تو آپ آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے اور آثار غضب آپ کی جبین مبین سے ظاہر ہوتے تھے جب ہشام نے میرے والد کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ کے غضب سے ڈر گیا، اور انہیں تخت کے اوپر بلایا اور میں آپ کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا جب آپ اس کے نزدیک پہنچے تو ہشام اٹھ کھڑا ہوا اور میرے والد سے معانقہ کیا اور انہیں اپنی دائیں جانب بٹھایا پھر میرے گلے میں باہیں ڈال دیں اور مجھے والد کی دائیں طرف بٹھا دیا پھر والد کی طرف رخ کر کے کہنے لگا ہمیشہ کے لئے قبیلہ قریش کو عرب و عجم پر فخر کرنا چاہیے کہ آپ جیسی ہستی ان میں موجود ہے مجھے بتایئے کہ یہ تیر اندازی آپ کو کس نے سکھائی ہے اور کس زمانہ میں آپ نے سیکھی ہے والد نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ اہل مدینہ میں یہ شغل عام ہے اور میں نے بچپن میں چند دن یہ کام کیا ہے اور اس وقت سے لے کر آج تک میں نے اسے ترک کر رکھا ہے چونکہ تو نے اصرار کیا اور قسم دی تھی تو آج میں نے کمان ہاتھ میں لی، ہشام کہنے لگا میں نے اس قسم کی تیر اندازی کبھی نہیں دیکھی آیا جعفرؑ بھی اس معاملہ میں آپ کی طرح ہیں حضرت نے فرمایا کہ ہم اہل بیتؑ رسالت علم و کمال اور تمام دین کہ جو آیت ''**الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا**'' دنیا میں خدا نے ہمیں عطا فرمایا ہے ایک دوسرے سے بطور میراث لیتے ہیں، اور ہرگز زمین خالی نہیں رہتی ہم میں سے کسی ایسے شخص سے کہ جس میں وہ چیزیں کامل ہوتی ہیں کہ جن سے دوسرے لوگ قاصر ہیں جب یہ بات اس نے میرے والد سے سنی تو وہ بہت آگ بگولہ ہو گیا اور اس کا نحس منہ سرخ ہو گیا اور اس کی سیدھی آنکھیں کج ہو گئیں اور یہ اس کے غضب کی علامتیں تھیں کچھ دیر وہ سر نیچے کئے ہوئے خاموش رہا اس نے سر اٹھایا اور میرے والد سے کہنے لگا کہ کیا ہمارا اور آپ کا نسب ایک نہیں کیونکہ ہم سب عبد مناف کی اولاد ہیں میرے والد نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے لیکن خداوند عالم نے ہمیں اپنے سر مکنون اور خالص علم کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے کہ جس سے دوسرے کسی کو مخصوص نہیں کیا، ہشام کہنے لگا ایسا نہیں کہ خداوند عالم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شجرہ عبد مناف سے تمام مخلوق خواہ سفید و سیاہ اور خواہ سرخ کی طرف مبعوث کیا ہے پھر یہ میراث آپ کے ساتھ کیسے مخصوص قرار دی گئی، حالانکہ جناب رسالت مآبؐ تو تمام مخلوق کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتے ہیں'' **و للہ میراث السموات و الارض** '' پس کس لئے میراث علم آپ کے ساتھ مخصوص ہو گئی جب کہ جناب محمدؐ کے بعد کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا، اور آپ لوگ پیغمبر نہیں ہیں میرے والد نے کہا کہ ان چیزوں میں سے کہ جس کے ساتھ خدا نے ہمیں مخصوص کیا ہے یہ

ہے کہ اس نے اپنے پیغمبرؐ کو وحی بھیجی کہ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہٖ اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے تاکہ تو اس میں جلدی کرے اور حکم دیا ہے اپنے پیغمبرؐ کو کہ ہمیں وہ اپنے علم کے ساتھ مخصوص کر دیں اور اسی لئے حضرت رسالت مآبؐ نے اپنے بھائی علی بن ابی طالبؑ کو مخصوص کیا کچھ رازوں کے ساتھ جو کہ باقی اصحاب پر مخفی تھے اور جب یہ آیت نازل ہوئی کہ و تعیھا اذن واعیۃ اور یاد رکھتے ہیں انہیں یاد رکھنے والے کان تو رسول خداؐ نے فرمایا یا علیؑ میں نے خدا سے سوال کیا ہے وہ انہیں تیرے کان قرار دے اس لئے علی بن ابی طالبؑ فرمایا کرتے تھے کہ رسول خداؐ نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم کئے کہ جس کے ہر باب سے ہزار باب علم کے کھلتے ہیں جیسا کہ آپ لوگ اپنے مخصوص لوگوں کو راز بتاتے ہیں اور اس کو دوسرے لوگوں سے مخفی رکھتے ہیں اسی طرح رسول خداؐ اپنے راز علیؑ سے کہتے اور دوسرے لوگوں کو اس کا محرم نہیں سمجھتے تھے اسی طرح علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے اہل بیتؑ میں سے کسی شخص کو جو ان اسرار کا محرم راز تھا، ان رازوں کے ساتھ مخصوص کیا اور اس طرح سے وہ علوم بطور میراث ہم تک پہنچے ہیں، ہشام کہنے لگا کہ حضرت علیؑ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ علم غیب جانتے ہیں حالانکہ خدا نے کسی کو علم غیب میں شریک اور اس پر کسی کو مطلع نہیں قرار دیا تو یہ دعویٰ وہ کہاں سے کرتے تھے میرے والد نے فرمایا کہ خداوند عالم نے رسول خداؐ پر ایک کتاب نازل کی اور اس کتاب میں بیان کیا ان چیزوں کو جو ہو چکی ہیں اور جو قیامت تک ہونے والی ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے ”ونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شیئی و ھدی وموعظۃ للمتقین“ اور ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کا واضح بیان اور ہدایت وموعظہ ہے متقیوں کے لئے اور پھر فرماتا ہے ”وکل شیئی احصیناہ فی امام مبین“ اور ہر شے کو احصا اور شمار کیا ہے امام مبین میں اور فرماتا ہے کہ ”ما فرطنا فی لکتاب من شیئی“ اور کتاب میں ہم نے کوئی چیز چھوڑ نہیں رکھی پس حق تعالیٰ نے وحی کی اپنے پیغمبرؐ کو کہ ہر وہ غیب اور راز جو آپ کی طرف نازل ہوا ہے علیؑ کو اس سے مطلع کریں اور رسول اکرمؐ نے علیؑ کو حکم دیا کہ ان کے بعد وہ قرآن کو جمع کریں اور آپ کے غسل وکفن اور حنوط کی طرف متوجہ ہوں اور دوسرے لوگ اس کے ساتھ موجود نہ ہوں اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ حرام ہے میرے اصحاب اور اہل خانہ پر میری شرمگاہ کی طرف دیکھنا سوائے میرے بھائی علیؑ کے جو کہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرا مال اس کا ہے اور اس پر لازم ہے وہ کچھ کہ جو مجھ پر لازم ہے اور وہ ہے میرے قرض کو ادا کرنے والا اور میرے وعدوں کو پورا کرنے والا پھر آپ نے اصحاب سے کہا کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام میرے بعد جہاد کریں، منافقین کے ساتھ تاویل قرآن پر جس طرح کہ میں نے کافروں سے جہاد کیا ہے تنزیل قرآن کے مطابق اور صحابہ میں سے کسی کے پاس تمام قرآن کی تاویل نہیں تھی، سوائے علی علیہ السلام کے اور اس وجہ سے حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ علم قضاوت کو جاننے والا علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں یعنی اسے تمہارا قاضی ہونا چاہیے اور عمر بن خطاب نے بارہا کہا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا عمر حضرت کے علم کی گواہی دیتا تھا اور دوسرے لوگ بھی یہ کام کرتے تھے، پس ہشام نے کافی دیر تک سر نیچے رکھا پھر سر اٹھا کر کہا جو حاجت آپ رکھتے ہیں مجھ سے طلب کیجئے میرے والد نے فرمایا کہ میرے اہل وعیال میرے باہر آنے سے وحشت اور خوف میں ہیں،

استدعا کرتا ہوں کہ مجھے واپسی کی اجازت دے دو، ہشام نے کہا میں آپ کو اجازت دیتا ہوں آپ آج ہی چلے جائیں پس میرے باپ نے اس کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور اس سے رخصت ہوئے اور میں نے بھی اس کو رخصت کیا اور وہاں سے باہر نکلے جب ہم اس کے گھر کے باہر کے میدان میں پہنچے تو اس میدان کے آخر میں ہم نے بہت سے لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا میرے والد نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں، ہشام کا دربان کہنے لگا یہ قسیسین اور رہبان نصاریٰ ہیں، اس پہاڑ میں ان کا ایک عالم رہتا ہے جو ان کے علماء میں سے سب سے زیادہ صاحب علم ہے اور ہر سال ایک مرتبہ یہ لوگ اس کے پاس آتے اور اس سے اپنے مسائل پوچھتے ہیں اور آج اسی لئے جمع ہوئے ہیں پس میرے والد ان کے پاس گئے اور میں بھی ان کے ساتھ گیا میرے والد نے اپنا سر ایک کپڑے سے چھپا لیا تا کہ وہ انہیں پہچان نہ سکیں اور اس گروہ نصاریٰ کے ساتھ اس پہاڑ پر تشریف لے گئے اور جب نصاری بیٹھے تو میرے والد بھی ان کے درمیان بیٹھ گئے اور ان عیسائیوں نے اپنے عالم کے لئے مسندیں بچھا دیں اور اسے باہر لے آئے اور مسند پر بٹھایا اور وہ بہت عمر رسیدہ ہو گیا تھا اور حضرت عیسیٰ کے اصحاب کے بعض حواریوں کو اس نے دیکھا ہوا تھا اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کے ابرو اس کی آنکھوں پر پڑے تھے پس اس نے اپنے ابروز رو ریشم کے کپڑے سے سر سے باندھ لئے اور آپنی آنکھیں سانپ کی آنکھوں کی طرح پھیرنے لگا اور حاضرین کو دیکھنے لگا اور جب ہشام کو یہ خبر ملی کہ حضرت عیسائیوں کے گرجے کی طرف تشریف لے گئے ہیں تو اس نے اپنے خواص میں سے کسی کو بھیجا کہ جو کچھ ان کے اور آپ کے درمیان وقوع پذیر ہو وہ اسے اس سے باخبر کرے جب اس عالم کی نظر میرے والد پر پڑی تو کہنے لگا آپ ہم میں سے ہیں یا امت مرحومہ میں سے، حضرت نے فرمایا میں امت مرحومہ میں سے ہوں اس نے پوچھا آپ ان کے علماء میں سے ہیں یا جہال سے، فرمایا کہ میں ان کے جہال میں سے نہیں ہوں، پس وہ بہت مضطرب ہوا اور کہنے لگا کہ مجھ سے سوال کریں گے یا میں آپ سے سوال کروں، فرمایا تو مجھ سے سوال کر، کہنے لگا ایک گروہ نصاریٰ عجیب بات ہے کہ امت محمدیہؐ میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ مجھ سے سوال کرو، مناسب ہے کہ میں چند سوالات ان سے کروں پس وہ کہنے لگا کہ اے بندہ خدا یہ بتاؤ وہ کون سا وقت ہے کہ جو نہ رات میں سے ہے اور نہ دن میں سے، میرے والد نے فرمایا طلوع صبح اور طلوع سورج کے درمیان کا وقت وہ کہنے لگا تو یہ وقت کس میں سے ہے میرے والد نے کہا یہ جنت کے اوقات میں سے ہے اور اس وقت ہمارے بیمار ہوش میں آجاتے ہیں اور درد و الم سکون میں آجاتے ہیں اور جس کو ساری رات نیند نہ آئی ہو اس وقت اسے نیند آجاتی ہے اور خداوند عالم نے اس وقت کو آخرت کی طرف رغبت کرنے والوں کے لئے باعث رغبت قرار دیا ہے، اور آخرت کے لئے عمل کرنے والوں کے لئے دلیل واضح بنایا ہے اور انکار کرنے والوں اور متکبرین کے لئے جو آخرت کے لئے عمل نہیں کرتے انکار کی حجت قرار دیا ہے، نصرانی کہنے لگا آپ نے سچ کہا ہے مجھے خبر دیجئے اس چیز کے متعلق کہ جس کا آپ لوگ دعویٰ کرتے ہیں، کہ اہل جنت کھائیں پئیں گے تو سہی لیکن ان سے بول و براز خارج نہیں ہوگا، آیا دنیا میں کوئی اس کی نظیر ہے حضرت نے فرمایا کہ ہاں بچہ شکم مادر میں کھاتا ہے اس سے جو اس کی ماں کھاتی ہے حالانکہ اس سے کوئی چیز خارج نہیں ہوتی، نصرانی کہنے لگا آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں ان کے علماء

میں سے نہیں ہوں، حضرت نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ میں ان کے جہال میں سے نہیں ہوں، نصرانی کہنے لگا مجھے بتایئے آپ لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جتنا جنت کے میوے کھائیں گے تو وہ برطرف نہیں ہوں گے بلکہ اپنی پہلی حالت میں پلٹ آئیں گے آیا دنیا میں اس کی کوئی نظیر ہے فرمایا ہاں اس کی نظیر دنیا میں وہ چراغ ہے کہ جس سے لاکھ چراغ جلائے جائیں تو اس کی روشنی کم نہیں ہوتی اور ہمیشہ باقی رہتی ہے، نصرانی کہنے لگا کہ آپ سے میں ایسا مسئلہ پوچھتا ہوں کہ جس کا آپ جواب نہیں دے سکیں گے حضرت نے فرمایا سوال کرو، نصرانی کہنے لگا مجھے اس شخص کے متعلق خبر دو کہ جس نے اپنی بیوی سے ہمبستری کی اور وہ عورت دو بچوں سے حاملہ ہوئی اور دونوں ایک ہی وقت میں پیدا ہوئے اور ایک ہی وقت میں مرے، لیکن مرنے کے وقت ایک کی عمر پچاس سال تھی اور دوسرے کی ایک سو پچاس سال، حضرت نے فرمایا کہ وہ دو فرزند عزیر اور عزرہیں کہ جن کی ماں ان سے ایک ہی رات اور ایک ہی وقت میں حاملہ ہوئی اور انہوں نے تیس سال مل کر زندگی گذاری، پس خداوند عالم نے عزیر کو مار دیا اور سو سال کے بعد اسے زندہ کیا اور اس نے مزید بیس سال اپنے بھائی کے ساتھ گذارے اور دونوں نے ایک ہی وقت میں وفات پائی، پس وہ نصرانی کھڑا ہو گیا، اور کہنے لگا کہ مجھ سے زیادہ عالم کو لے کر آئے ہوتا کہ وہ مجھے رسوا کرے خدا کی قسم جب تک یہ شخص شام میں موجود رہے میں تم سے کوئی بات نہیں کروں گا جو چاہو اس سے سوال کرو، دوسری روایت کے مطابق جب رات ہوئی تو وہ عالم حضرت کے پاس آیا اور معجزات دیکھ کر مسلمان ہو گیا جب یہ خبر ہشام تک پہنچی اور اس سے کہا گیا کہ حضرت امام محمد باقرؑ کے مباحثہ کی خبر نصرانی کے ساتھ شام میں منتشر ہو گئی ہے اور اہل شام پر آپ کا علم وکمال ظاہر ہو گیا ہے تو اس نے میرے والد کے لئے جائزہ وانعام بھیجا اور ہمیں فوراً مدینہ کی طرف روانہ کر دیا اور دوسری روایت ہے کہ حضرت کو قید کر دیا اس ملعون کو لوگوں نے بتایا کہ سب اہل زندان ان کے مرید ومعتقد ہو گئے ہیں تو پھر فوراً آپ کو مدینہ کی طرف روانہ کیا اور ہم سے پہلے ایک تیز رفتار قاصد روانہ کیا تا کہ ان شہروں میں جو راستہ میں پڑتے ہیں لوگوں کے درمیان منادی کرائی جائے کہ ابوتراب جادوگر کے دو بیٹے محمد بن علیؑ اور جعفر بن محمدؑ کہ جنہیں میں نے شام میں بلایا تھا وہ عیسائیوں کی طرف مائل ہو گئے ہیں اور ان کا دین اختیار کر لیا ہے پس جو شخص ان سے کوئی چیز بیچے یا ان کو سلام کرے یا ان سے مصافحہ کرے تو اس کا خون ہدر یہ ورائیگان ہے جب قاصد شہر مدین میں پہنچا اور اس کے بعد ہم اس شہر میں وارد ہوئے تو اس شہر کے لوگوں نے ہمارے سامنے شہر کے دروازے بند کر دیئے اور ہمیں گالیاں دینے لگے اور علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ کو برا بھلا کہا اور جتنا ہمارے مولا نے اصرار کیا وہ دروازہ نہیں کھولتے تھے اور ہمیں کھانے پینے کی چیزیں نہیں دیتے تھے جب ہم دروازے کے قریب پہنچے تو میرے والد نے ان سے نرمی کے ساتھ گفتگو کی اور فرمایا خدا سے ڈرو ہم ویسے نہیں جیسے تمہیں بتایا گیا ہے اور اگر (بالفرض) ایسے ہوں بھی تو تم یہود ونصاریٰ کے ساتھ معاملہ کرتے ہو پھر ہم سے خرید وفروخت کیوں نہیں کرتے وہ بدبخت کہنے لگے کہ آپ لوگ یہود ونصاریٰ سے بدتر ہیں کیونکہ وہ تو جزیہ دیتے ہیں آپ جزیہ نہیں دیتے جتنا میرے والد نے انہیں وعظ ونصیحت کی کوئی فائدہ نہ ہوا وہ کہنے لگے ہم آپ کے لئے دروازہ نہیں کھولیں گے یہاں تک کہ آپ اور آپ کے چوپائے ہلاک نہ ہو جائیں جب آپ نے ان اشرار کا اصرار دیکھا تو آپ سواری

سے اترے اور فرمایا اے جعفرؑ اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا، وہاں قریب ایک پہاڑ تھا جو مدین پر سایہ فگن تھا آپ اس پہاڑ پر تشریف لے گئے اور شہر کی طرف رخ کر کے انگلیاں اپنے کانوں پر رکھ کر وہ آیات جو خداوند عالم نے واقعہ شعیب میں نازل فرمائی ہیں جو شعیبؑ کے اہل مدین پر مبعوث برسالت ہونے اور نافرمانی کی بناء پر ان کے معذب ہونے پر مشتمل ہیں ان کے لئے پڑھیں اس آیت تک کہ خدا فرماتا ہے "بقیة اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین بقیة اللہ" تمہارے لئے بہتر ہے کہ اگر تم مومن ہو پھر فرمایا خدا کی قسم ہم ہیں بقیۃ خدا زمین ہیں، پس خداوند عالم نے سیاہ آندھی چلائی کہ جس نے آپ کی آواز عورت مرد اور چھوٹے بڑے کے کان تک پہنچائی اور انہیں دہشت عظیم عارض ہوئی اور وہ لوگ چھتوں پر چڑھ آئے اور حضرت کی طرف دیکھنے لگے، پس اہل مدین میں سے ایک بوڑھے شخص نے میرے والد کو اس حالت میں دیکھا تو بلند آواز سے شہر میں منادی کی کہ اے اہل مدین خدا سے ڈرو کہ یہ شخص اس جگہ کھڑا ہے کہ جہاں جناب شعیبؑ اپنی قوم کو نفرین کرتے وقت کھڑے ہوئے تھے خدا کی قسم اگر اس کے لئے دروازہ نہ کھولا تو تم پر ان کی طرح عذاب نازل ہوگا پس وہ لوگ ڈر گئے اور دروازے کھول دیئے اور ہمیں اپنے گھروں میں لے گئے اور کھانا دیا اور ہم دوسرے دن وہاں سے روانہ ہوئے پس والی مدین نے یہ واقعہ ہشام کو لکھا اس ملعون نے اسے جواب میں لکھا تو اس بوڑھے شخص کو قتل کر دیا اور دوسری روایت ہے کہ ہشام نے اسے اپنے پاس بلوا بھیجا لیکن اس حد تک پہنچنے سے پہلے وہ بزرگ رحمت الٰہی سے جاملا، پس ہشام نے والی مدینہ کو خط لکھا کہ میرے والد کو وہ زہر سے شہید کردے لیکن اس عمل کے انجام پانے سے پہلے ہشام جہنم کے درک اسفل میں جا پہنچا۔

کلینی نے سند صحیح کے ساتھ زرارہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے ایک دن میں نے امام محمد باقرؑ سے سنا کہ آپ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں اور لوگ ہر طرف سے اس پہاڑ کے اوپر میری طرف آ رہے ہیں، جب اس پہاڑ کے گرد لوگ زیادہ جمع ہو گئے اچانک پہاڑ بلند ہوا لوگ ہر طرف سے گرنے لگے یہاں تک کہ تھوڑے سے لوگ باقی رہ گئے اور پانچ مرتبہ ایسا ہوا، حضرت نے اس خواب کی تعبیر اپنی وفات قرار دی تھی، اس خواب سے پانچ راتیں بعد حضرت رحمت رب الارباب سے جاملے۔

کلینی نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک دن امام باقرؑ کا ایک دانت جدا ہوا وہ دانت آپ نے ہاتھ میں لیا اور فرمایا الحمد للہ پھر امام جعفر صادقؑ سے فرمایا کہ جب مجھے دفن کرنے لگو تو یہ دانت ساتھ ہی دفن کر دینا، چند سالوں کے بعد پھر آپ کا ایک دانت گر گیا تو اسے دائیں ہتھیلی میں لے کر کہا الحمد للہ اس کے بعد فرمایا اے جعفرؑ جب میری وفات ہو تو یہ دانت بھی میرے ساتھ دفن کرنا۔

کافی بصائر الدرجات اور باقی کتب معتبرہ میں روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا میرے والد سخت بیمار ہوئے کہ جس سے اکثر لوگ آپ کے بارے میں خائف تھے اور آپ کے اہل خانہ رونے لگے حضرت نے فرمایا کہ اس بیماری میں میری وفات نہیں ہوگی، کیونکہ دو شخص میرے پاس آئے ہیں اور وہ مجھے بتا گئے ہیں پس آپ اس بیماری سے صحت یاب ہو گئے اور ایک

مدت تک آپ صحیح وسالم رہے پھر ایک دن آپ نے امام جعفر صادقؑ کو بلایا اور فرمایا کہ اہل مدینہ میں سے کچھ لوگوں کو بلاؤ تو جب میں نے ان لوگوں کو بلایا تو فرمایا اے جعفرؑ جب میں عالم بقاء کی طرف رحلت کر جاؤں تو مجھے غسل دینا اور تین پارچوں میں کفن دینا کہ جن میں سے ایک یمنی چادر تھی کہ جس میں نماز جمعہ ادا کرتے تھے، اور ایک قمیص تھی کہ جسے خود پہنتے تھے اور فرمایا میرے سر پر عمامہ باندھنا اور عمامہ کو کفن کے پارچوں میں شمار نہ کرنا اور لحد کے بجائے میرے لئے زمین کو کھودنا اور شق کرنا کیونکہ میرا جسم بھاری ہے اور مدینہ کی زمین میں میرے لئے لحد نہیں بنائی جاسکتی اور میری قبر زمین سے چار انگل اونچی رکھنا اور میری قبر پر پانی ڈالنا اور ان چیزوں پر اہل مدینہ کو گواہ بنایا، جب وہ لوگ چلے گئے تو میں نے عرض کیا اے بابا جان جو کچھ آپ فرماتے اس پر عمل ہوتا گواہ بنانے کی تو ضرورت نہ تھی، حضرت نے فرمایا اے بیٹا میں نے گواہ اس لئے بنائے ہیں تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ تم میرے وصی ہو اور امامت کے سلسلہ میں تم سے جھگڑا نہ کریں، میں نے عرض کیا بابا جان میں آپ کو آج کے دن تمام دنوں کی نسبت زیادہ صحیح وسالم دیکھ رہا ہوں اور آپ میں کوئی آزار و تکلیف نہیں پاتا، حضرت نے فرمایا جن دو اشخاص نے مجھے اس بیماری میں خبر دی تھی کہ میں صحت یاب ہو جاؤں گا اس مرض میں میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس بیماری میں عالم بقاء کی طرف رحلت کروں گا، اور دوسری روایت کے مطابق فرمایا اے بیٹا کیا تم نے سنا نہیں کہ حضرت علی بن الحسین صلوات اللہ علیہ مجھے دیوار کے پیچھے سے پکار رہے ہیں کہ اے محمد جلدی کرو ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

بصائر الدرجات میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ والد بزرگوار کی وفات کی رات میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ ان سے باتیں کروں تو مجھے اشارہ کیا کہ ذرا دور رہو اور آپ کسی سے راز کی بات کر رہے تھے کہ میں جسے نہیں دیکھ رہا تھا یا یہ کہ آپ اپنے پروردگار سے مناجات کر رہے تھے پس ایک لحظہ کے بعد میں آپ کی خدمت میں گیا تو فرمایا بیٹا میں اس رات اس دارفنا سے رخصت اور ریاض قدسی کی طرف رحلت کروں گا، اسی رات سرکار رسالت مآبؐ نے عالم بقاء کی طرف کوچ کیا تھا اور اسی وقت میرے والد حضرت علی بن الحسین صلوات اللہ علیہ میرے لئے شربت لے کر آئے ہیں کہ جسے میں نے پیا ہے اور مجھے لقاء پروردگار کی بشارت دی ہے اور قطب راوندی نے سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب والد بزرگوار کی وفات کی رات آئی اور ان کی حالت متغیر ہوئی چونکہ وضو کا پانی ہر رات ان کے بستر کے قریب رکھتے تھے دو مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اس پانی کو انڈیل دو لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ حضرت بخار کی بیہوشی سے یہ بات فرما رہے ہیں، میں گیا اور میں نے وہ پانی انڈیل دیا، میں نے دیکھا کہ اس پانی میں چوہا پڑا تھا اور حضرت کو نور امامت سے یہ معلوم تھا کلینی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت سے روایت کی ہے کہ ایک شخص مدینہ سے چند میل دور تھا اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ جاؤ امام محمد باقرؑ کی نماز پڑھو ملائکہ انہیں جنت البقیع میں غسل دے رہے ہیں، نیز سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت باقرؑ نے آٹھ سو درہم کی اپنی تعزیت اور ماتم کے لئے وصیت کی اور سند موثق کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ میرے والد نے کہا اے جعفرؑ میرے مال میں سے کچھ ندبہ (گریہ وزاری و ماتم) کرنے والوں کے لئے وقف کر دینا، تاکہ دس سال تک وہ میدان منیٰ میں حج

کے موقع پر مجھ پر ندبہ وگریہ کریں اور رسم ماتم کی تجدید کریں اور میری مظلومیت پر گریہ وزاری کریں۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے اور مختار احقر یہ ہے کہ آپ کی وفات پیر کے دن سات ذی الحجہ ۱۱۴ھ کو ستاون سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں ہوئی اور یہ ہشام بن عبدالملک کی حکومت کا زمانہ تھا اور کہا گیا ہے کہ حضرت کو ابراہیم بن ولید بن عبدالملک بن مروان نے زہر سے شہید کیا تھا اور شاید ہشام کے حکم سے تھا اور آپ کی قبر مبارک بالاتفاق جنت البقیع میں آپ کے والد امجد امام حسنؑ کے پہلو میں ہے، کلینی نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب امام محمد باقرؑ نے عالم بقاء کی طرف رحلت کی تو حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ میں ہر رات اس حجرہ میں چراغ روشن کرتا ہوں کہ جس میں حضرت نے وفات پائی تھی۔

چھٹی فصل

امام محمد باقر علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ

معلوم رہے کہ حضرت کی اولاد شیخ مفید طبرسی اور دوسرے علماء کے بیان کے مطابق بیٹے اور بیٹیاں سات افراد تھے، ابوعبداللہ جعفر بن محمد علیہ السلام اور عبداللہ مخدرہ نجیبہ جناب ام فردہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر سے پیدا ہوئے اور ابراہیم وعبداللہ ام حکیم سے تھے اور یہ دونوں والد بزرگوار کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے اور علی وزینب وام سلمہ ایک کنیز سے ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ ام سلمہ دوسری والدہ سے تھیں، شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ عبداللہ فضل وصلاح میں مشار الیہ تھے اور روایت ہے کہ عبداللہ بنی امیہ کے ایک شخص کے پاس گئے اس اموی نے چاہا کہ انہیں قتل کر دے عبداللہ نے کہا کہ مجھے قتل نہ کر تو کہ میں خدا کے ہاں تمہاری سفارش کروں، اموی کہنے لگا تیرا یہ مقام ومرتبہ نہیں ہے پس انہیں زہر دے کر شہید کر دیا اور عبداللہ کا ایک بیٹا، اسماعیل نامی ہے کہ جسے علماء رجال نے حضرت صادقؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور ملا خلیل کی شرح کافی میں ہے کہ امام محمد باقرؑ کے بیٹے عبداللہ کی ایک بیٹی تھی جس کی کنیت ام الخیر ہے، مدینہ میں ایک کنواں ام الخیر کے نام سے منسوب ہے اور تاج الدین بن زہرہ حسینی نے نمایۃ الاختصار فی اخبار البیوتات العلویہ میں کہا ہے کہ امام محمد باقرؑ کے بیٹے علی کی ایک بیٹی تھی فاطمہ نامی کہ جس سے امام موسیٰ کاظمؑ نے شادی کی تھی اور علی کی قبر بغداد کے محلہ جعفریہ میں سور بغداد کی پشت پر واقع ہے، محب الدین نجار مورخ اپنی تاریخ میں کہتا ہے کہ طاہر کا مشہد جعفریہ میں ہے اور کہا ہے کہ وہ بستی اعمال خالص میں سے بغداد کے قریب ہے اس میں ایک پرانی قبر ظاہر ہوئی اور اس پر ایک پتھر تھا کہ جس پر لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا ضریح الطاھر علی بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیھم السلام اور باقی پتھر اس سے جدا ہو چکا تھا، پس اس پر

اینٹوں سے گنبد بنایا گیا پھر اس کے بعد اس کی تعمیر علی بن نعیم شیخی نے کی جو مستوفیان میں سے تھا کہ دیوان خالص کی کتابت اس سے متعلق تھی اور اس نے اس کو آراستہ اور مزین کیا اور پیتل کی قندیلیں اس میں آویزاں کیں اور اس کا کھلا صحن بنایا پس ان تعمیرات کے بعد وہ مشاہد اور مزارات میں سے ایک ہو گیا۔

تاج الدین کہتا ہے کہ یہ مشہد ہمارے زمانہ میں مجہول اور خراب ہو چکا ہے اور کچھ غریب وفقیر لوگ وہاں رہتے ہیں اور قریب ہے کہ اس کے آثار محو ہو جائیں، مولف کہتا ہے کہ جو کچھ ہمارے زمانے میں مشہور ہے وہ یہ کہ علی بن محمد باقرؑ کی قبر اطراف کاشان میں مشہد ازدہال میں ہے اور وہ مشہور ہے، شہزادہ سلطان علی کے نام سے اور اس مشہد میں اس کے ہونے کی تائید کرتی ہے وہ چیز جو بحر الانساب میں ہے کہ جس میں فرمایا ہے علی بن محمد الباقر علیہ السلام لم یعقب سوی بنت و دفن فی ناحیة کاشان بقریة یقال لها بار کوسب فی مشهد انتهی ،علی ابن محمد کی صرف ایک بیٹی تھی اور وہ کاشان کے علاقہ میں بادکوسب بستی میں دفن ہے اور فاضل خبیر مرزا عبداللہ صاحب ریاض العلماء سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا علی بن محمد باقر علیہ السلام کی قبر کاشان کے علاقہ میں ہے اور اس پر بڑا اونچا گنبد ہے اور اس کی کرامات ظاہر ہیں اور اصفہان میں مسجد شاہ کے قریب ایک بقعہ اور مزار ہے بنام احمد بن علی بن امام محمد باقر علیہ السلام اور وہاں ایک پتھر پر خط کوفی میں لکھا ہے "بسم اللہ الرحمن الرحیم کل نفس بما کسبت رهينة" ہذا قبر احمد بن علی بن محمد الباقر علیہ السلام" وتجاوز عن سیاته والحقه بالصالحین" اور اس بقعہ کے باہر ایک مستطیل پتھر ہے جس پر لکھا ہے "امین رب العالمین" بتاریخ "وستين و خمسأئه" "۵۶۳ھ" اور اس امام زادہ کے قریب مرحوم عالم فاضل فقیہ نبیہ جناب آقا شیخ محمد تقی معروف بآقا نجفی کی بقعہ بزرگ اور گنبد عالی میں قبر ہے" اسکنه الله فی جنته عالية " اور صاحب روضات الجنات نے امیر سید محمد نقی کاشی پشت مشہدی کے ترجمہ اور حالات میں کہا ہے کہ مشہد کاشان کی پشت پر ایک امام زادہ ہے جو امام محمد باقر علیہ السلام کی کسی اولاد کی طرف منسوب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی کسی اولاد کی طرف منسوب ہے اور اس کا نام حبیب ہے واللہ العالم اور ام سلمہ محمد ارقط بن عبداللہ الباہرین امام زین العابدین علیہ السلام کی زوجہ ہے اور اسماعیل بن محمد ارقط کی والدہ ہے کہ جس نے ابوالسرایا کے ساتھ خروج کیا تھا۔

آٹھواں باب

امام بحق ناطق مبین المشکلات والحقائق جناب ابو عبداللہ جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام کی تاریخ وسوانح

اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

آپ کی ولادت نام لقب اور والدہ کے حالات:

ولادت باسعادت امام جعفر صادقؑ کی پیر کے دن سترہ ربیع الاول ۸۳ھ میں واقع ہوئی جو کہ رسول خداؐ کی ولادت کے دن موافق ومطابق ہے اور وہ دن شریف اور عظیم برکت والا ہے، ہمیشہ آل محمدؐ کے صالحین قدیم ایام سے اس کو اچھا دن سمجھتے اور اس کی عزت وحرمت کی مراعات کرتے تھے اور اس دن کے روزہ رکھنے میں فضل کبیر اور ثواب عظیم ہے اور اس دن صدقہ دینا اور مشاہد شرفہ کی زیارت کرنا اور اچھے کام بجالانا اور اہل ایمان کو مسرور وخوش کرنا مستحب ہے۔

آپ کا اسم گرامی جعفر اور کنیت شریف ابو عبداللہ ہے اور آپ کے القاب صابر فاضل طاہر اور صادق ہیں کہ جن القاب میں سے زیادہ مشہور لقب صادق ہے ابن بابویہ اور قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ امام زین العابدینؑ سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد امام کون ہے فرمایا کہ محمد باقرؑ جو علم کو شگافتہ کرے گا جو شگافتہ کرنے اور ظاہر کرنے کا حق ہے لوگوں نے پوچھا کہ ان کے بعد امام کون ہے، فرمایا جعفرؑ کہ جس کا نام اہل آسمان کے نزدیک صادق ہے لوگوں نے کہا کہ انہیں خصوصیت کے ساتھ کیوں صادق کہتے ہیں حالانکہ آپ سب راست باز اور سچے ہیں فرمایا کہ مجھے میرے باپ نے اپنے باپ سے اور انہوں نے رسول خداؐ سے خبر دی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جب میرا بیٹا جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسین علیہم السلام پیدا ہو تو اس کا نام صادق رکھنا کیونکہ اس کی اولاد میں سے پانچویں پشت میں جعفر نامی ہوگا جو جھوٹا امامت کا دعویٰ کرے گا اور افتراء باندھے گا اور وہ خدا کے نزدیک جعفر کذاب خدا پر افتراء باندھنے والا ہے پس حضرت امام زین العابدینؑ رونے لگے اور فرمایا گویا میں جعفر کذاب کو

دیکھ رہا ہوں کہ اس نے اپنے زمانہ کہ خلیفہ جور کو برانگیختہ کیا ہے پوشیدہ و پنہاں امام کی تفتیش و تفحص و جستجو پر یعنی صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ حضرت صادقؑ کے شمائل (نقش و نگار اور شکل و صورت) میں کہا گیا ہے کہ حضرت میانہ بالا فروختہ رو (چمکتا چہرہ سفید بدن) کشیدہ بینی آپ کے بال سیاہ اور گھنگھریالے اور آپ کے رخسار پر سیاہ خال تھا اور امام رضاؑ کی روایت کے مطابق آپ کا نقش نگین اللہ ولی و عصمتی من خلقه اور دوسری روایت میں ہے "اللہ خالق کل شیئی" اور ایک معتبر روایت کے مطابق "انت ثقتی فاعصمنی من الناس" اور دوسری روایت ہے کہ ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ استغفر اللہ تھا اور ان کے علاوہ بھی نقل ہوئے ہیں اور حضرت کی والدہ ماجدہ نجیبہ جلیلہ مکرمہ علیا جناب فاطمہ مسماۃ بہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر ہیں کہ جن کے متعلق حضرت صادقؑ نے فرمایا میری والدہ ان عورتوں میں سے ہیں جو ایمان لائیں اور تقویٰ و پرہیز گاری کو اختیار کیا اور احسان و نیکوکاری کی اور خدا نیکوکار لوگوں کو دوست رکھتا ہے، بے شک حضرت صادقؑ نے اس مختصر کلام میں تمام اوصاف شریفہ کے ساتھ اس مخدرہ کی تعریف کی ہے جیسا کہ حضرت امیر المومنینؑ نے ہمام بن عبادہ کے سوال کے جواب میں کہ جس نے کہا تھا کہ آپ متقین کی صفت بیان کریں اکتفاء کیا اس کلام پر اللہ سے ڈرو اور نیک کام کرو پس بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کریں اور وہ جو نیک کام کرتے ہیں کیونکہ علماء نے اس کی تشریح میں کہا کہ گویا تقویٰ سے مراد ان تمام چیزوں سے اجتناب کرنا ہے کہ جن سے خدا نے روکا اور منع فرمایا ہے اور احسان سے مراد ہر اس چیز کا بجالانا ہے کہ جس کا خدا نے حکم دیا ہے، پس یہ کلام جامع ہے صفات و فضائل متقین کا اور شیخ جلیل علی بن الحسینؒ مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں فرمایا ہے کہ ام فروہ کی پرہیز گاری اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے بڑھی ہوئی تھی، اور اس مخدرہ نے امام زین العابدینؑ سے بہت سی احادیث کی روایت کی ہے کہ جن میں سے ایک قول آپ کا یہ ہے اس سے کہ اے ام فردہ میں ہر رات دن میں اپنے گناہگار شیعوں کے لئے سو مرتبہ دعا کرتا ہوں یعنی ان کے لئے استغفار اور ان کے گناہوں کی بخشش کا تقاضا کرتا ہوں، کیونکہ ہم ایسی چیز پر صبر کرتے ہیں کہ جسے جانتے ہیں اور وہ اس چیز پر صبر کرتے ہیں کہ جسے نہیں جانتے، مولف کہتا ہے کہ جناب ام فردہ اتنی مکرم اور محترم تھیں کہ جناب صادقؑ کو کبھی ابن المکرمۃ (مکرمہ خاتون کا بیٹا) سے تعبیر کیا جاتا، عبدالاعلی روایت کرتا ہے کہ میں نے ام فردہ کو دیکھا کہ اس نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی اور اجنبی شکل میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی تا کہ کوئی اسے پہچان نہ سکے، پس اس نے بائیں ہاتھ سے حجر اسود کا استلام (مس) کیا ایک شخص نے جو وہاں تھا کہ اے کنیز خدا تو نے سنت و آداب میں خطا کی ہے کہ بائیں ہاتھ سے استلام کیا ہے، امرفردہ نے فرمایا انا لا غنیاء من علمک یعنی ضرورت نہیں کہ ہمیں سکھاؤ ہم تمہارے علم سے بے نیاز ہیں، فقیر کہتا ہے ظاہرا وہ شخص فقہاء عامہ میں سے ہوگا اور فقہ عامہ سے کس طرح بے نیاز نہ ہو وہ خاتون کہ جس کا شوہر باقر علوم اولین و آخرین الامین ہو اور اس کا شوہر زین العابدینؑ ہو اور اس کا اپنا بیٹا چشمہ علم معدن حکمت و یقین جعفر بن محمد الصادق الامین صلوات اللہ علیہم اجمعین ہو اور جس کا باپ ثقات و معتمدین علی بن الحسین علیہ السلام میں سے ہو اور سات فقہاء مدینہ میں سے ایک ہے جس نے علم کی گود میں تربیت اور فقہ کے گھرانے میں نشو و نما حاصل کی ہے اور ام فردہ کی ایک بہن ہے جو ام حکیم کے نام سے

مشہور ہے، اسحاق عریضی ابن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی زوجہ اور قاسم بن اسحاق کی والدہ جومرد جلیل اور امیر یمن تھا اور وہ باپ ہے داؤد بن قاسم کا جو ابو ہاشم جعفری بغدادی کے نام سے مشہور ہے اور اس کا ذکر حضرت ہادی علیہ السلام کے اصحاب میں آئے گا۔

دوسری فصل

مختصر مناقب ومکارم اخلاق اور سیرت حمیدہ امام جعفر صادقؑ اور دوست ودشمن اور موافق ومخالف کا حضرت کے فضل کا اعتراف کرنا۔

"انت یا جعفر فوق المدح والمدح عناء انما الا شراف ارض ولهم انت سماء جاز حدا المدح من قد ولدته الانبیاء" اے جعفر آپ مدح سے بلند ہیں اور مدح سخت ہے اشرف لوگ زمین ہیں اور آپ ان کے لئے آسمان ہیں، وہ شخص مدح کی حد سے تجاوز کر گیا جس کو انبیاء نے جنا ہے۔

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ اپنے بھائیوں کے درمیان اپنے باپ امام محمد باقرؑ کے خلیفہ اور وصی اور حضرت کے بعد امر امامت کے ساتھ قیام کرنے والے تھے اور اپنے تمام بھائیوں سے افضل اور زیادہ مبرز تھے اور ان کی قدر ومنزلت بہت عظیم ہے اور جلالت شان عامہ وخاصہ کے نزدیک زیادہ تھی، اس قدر لوگوں نے آنجناب سے علوم نقل کئے ہیں کہ تمام شہروں میں منتشر ہو گئے ہیں اور اطراف دنیا کو گھیر لیا ہے اور علماء اہل بیتؑ میں سے کسی سے اتنے علوم نقل نہی ہوئے کہ جتنے آپ سے نقل ہوئے ہیں اور ناقلین اخبار نے ان حضرات میں سے حضرت کی طرح احادیث نقل نہیں کیں، اور اصحاب حدیث نے ثقات راویوں کو جمع کیا ہے کہ جنھوں نے حضرت سے روایت کی ہے باوجود اختلاف آراء ومقالات کے ان کی تعداد چار ہزار تک پہنچی ہے اور اس قدر دلائل واضحہ آپ کی امامت پر ظاہر ہوئے ہیں کہ جنھوں نے دلوں کو روشن کیا ہے اور ان دلائل میں شبہات ووارد کر کے طعن لگانے سے مخالفین کی زبانوں کو گنگ کر دیا ہے۔ انتھی

سید شبلنجی شافعی کہتا ہے کہ حضرت کے مناقب بہت زیادہ ہیں اس قدر کہ کوئی حساب کرنے والا ان تمام کا حساب نہیں کر سکتا اور مستوفی ہشیار دانا ان کے انواع واقسام سے حیرت میں ہے اعیان ائمہ اہل سنت اور ان کے اعلام کی ایک جماعت نے آپ سے روایت کی ہے مثلاً یحییٰ بن سعید وابن جریح مالک بن انس ثوری ابن عیینہ ابو ایوب سجستانی وغیرہ ابن قتیبہ نے کتاب ادب الکاتب میں کہا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے کتاب جعفر لکھی ہے اور اس میں وہ سب کچھ ہے کہ جس کے قیامت تک لوگ محتاج ہیں اور اسی جعفر کی طرف اشارہ کیا ہے ابو العلا معری نے اپنے اس قول میں "لقد عجبوا الاهل البيت لما اناهم عليهم فى جلد جفر. ومراة المنجم وهى صغرى تريه كل عامرة" یعنی

لوگوں نے تعجب کیا اہل بیتؑ سے جب کہ ان کے پاس اہل بیت کا علم پوست آہو میں آیا جو کہ جفر ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ یہ تمام علم چار مہینے کے بزغالہ کے پوست میں آجائے پس ان کے استبعاد کو دور کرنے کے لئے کہتا ہے کہ آئینہ منجم جو کہ اسطرلاب ہے باوجود اس کے چھوٹے ہونے کے منجم کو آسمان وزمین اور آباد وغیر آباد جگہیں دکھاتا ہے اور روایت ہوئی ہے کہ آپ کی ایک مجلس درس عامہ وخاصہ کے لئے تھی اور لوگ اطراف عالم سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ سے حلال وحرام تاویل قرآن اور فصل الخطاب کے متعلق سوال کرتے تھے اور کوئی شخص آپ کی بارگاہ سے نہ نکلتا، مگر ایسے جواب کے ساتھ جو اس کے ہاں پسندیدہ ہوتا، فقیر کہتا ہے کہ یہ مجلس ظاہرا آپ کے لئے ایام حج میں ہوتی تھی، خلاصہ یہ کہ کسی سے اتنے علوم وحقائق نقل نہیں ہوئے جتنے آپ سے نقل ہوئے ہیں اور باوجودیکہ چار ہزار افراد نے حضرت سے روایت کی ہے اور بطون کتب آپ کے احادیث وعلوم سے پر ہیں، پھر بھی ابھی تک آپ کے علوم کا عشر عشیر بھی ظاہر نہیں ہوا، بلکہ وہ قطرہ ہے کہ جو دریا سے لیا جائے اور کہا گیا ہے کہ بعض علماء عامہ آپ کے شاگردوں خادموں اور پیروکاروں میں سے تھے اور آپ سے علوم حاصل کئے ہیں، مثلاً ابوحنیفہ، محمد بن حسن اور ابویزید طیفور سقا نے حضرت کی خدمت اور سقایت کی ہے اور ابراہیم بن ادہم اور مالک بن دینار آپ کے غلاموں میں سے تھے۔

مولف کہتا ہے کہ مناسب ہے کہ یہاں چند احادیث سے برکت حاصل کی جائے۔

پہلی حدیث:

ابن شہر آشوب نے مسند ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے حسن بن زیادہ کہتا ہے کہ میں نے ابوحنیفہ سے یہ سوال ہوتے سنا کہ کس شخص کو تو نے دیکھا ہے کہ اس کی فقاہت تمام لوگوں سے زیادہ ہے کہنے لگا جعفر بن محمدؑ جب منصور نے انہیں مدینہ سے بلوایا تو میرے پاس کسی کو بھیجا اور کہا کہ اے ابوحنیفہ لوگ جعفرؑ بن محمدؑ کے فریفتہ اور مفتون ہو رہے ہیں اس سے سوال کرنے کے لئے مشکل اور سخت مسئلے تیار کرو، پس میں نے ان کے لئے چالیس مسئلے تیار کئے تو منصور نے مجھے اپنے پاس بلایا اور وہ وقت حیرہ میں تھا میں اس کے پاس گیا جب میں اس کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ امام جعفر صادقؑ اس کی دائیں طرف بیٹھے ہیں جب میری نگاہ آپ پر پڑی تو ایسی ہیبت آنجناب کی مجھ پر طاری ہوئی کہ منصور فتاک کی بھی مجھ پر اتنی ہیبت نہ تھی، پس میں نے اس کو سلام کیا اس نے مجھے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا تو منصور نے جناب صادقؑ سے کہا اے اباعبداللہ یہ ابوحنیفہ ہے آپ نے فرمایا ہاں میں اسے پہچانتا ہوں پھر منصور نے میرا رخ کیا اور کہنے لگا ابوعبداللہؑ سے اپنے سوالات کرو، پس میں سوال کرتا گیا اور آپ جواب دیتے رہے، اور فرماتے کہ تم لوگ اس مسئلہ میں یہ کہتے ہو اور مدینہ یہ کہتے ہیں اور آپ کا اپنا فتویٰ کبھی ہمارے موافق ہوتا اور کبھی اہل مدینہ کے اور کبھی سب کے مخالف اور آپ نے ایک ایک مسئلہ کا جواب دیا یہاں تک کہ چالیس مسئلے ختم ہوگئے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی جواب کے بغیر نہ چھوڑا اس وقت ابوحنیفہ نے کہا کہ جو شخص اختلاف اقوال کا زیادہ عالم ہو تو اس کا علم سب

سے زیادہ اور اس کی فقاہت سب سے بیشتر ہے۔

دوسری حدیث:

شیخ صدوق نے مالک بن انس فقیہ اہل مدینہ اور امام اہل سنت سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا پس آپ میرے لئے تکیہ لے آتے تا کہ میں اس پر تکیہ کروں اور وہ میری عزت افزائی فرماتے اور فرماتے کہ اے مالک میں تجھے دوست رکھتا ہوں، پس میں اس سے خوش ہوتا اور اس پر خدا کی حمد وثنا کرتا، اور یہ حالت تھی کہ آپ تین حالات میں سے کسی ایک سے فارغ نہ ہوتے یا روزہ دار ہوتے یا عبادت میں قیام رکھتے اور یا ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے اور آپ بندگان عباد اور اکابر زہاد میں سے تھے اور آپ ان لوگوں میں سے تھے جو خوف وخشیت خدا رکھتے ہیں، اور آپ کثیر الحدیث خوش مجالست اور کثیر الفوائد تھے اور جب چاہتے کہ کہیں قال رسول الله صلی الله علیه وآله رسول اللہ نے فرمایا ہے تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا کبھی سبز اور کبھی زرد ہو جاتا اتنا بدلتا کہ آپ کو پہچاننے والا شخص نہ پہچان سکتا ایک سال آپ کے ساتھ ہم حج کے لئے گئے جب محل احرام میں آپ کا اونٹ رکا اور آپ نے چاہا کہ تلبیہ کہیں تو اس طرح آپ کی حالت منقلب اور دگرگوں ہوئی کہ جتنا آپ نے کوشش کی کہ تلبیہ کہیں آپ کی آواز حلق میں اٹک جاتی اور باہر نہ نکلتی اور قریب تھا کہ آپ اونٹ سے گر جائیں میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ تلبیہ کہیے، اس کے بغیر چارہ کار ہی نہیں فرمایا اے ابو عامر کس طرح لبیك اللهم لبيك کہنے کی جرات کروں، مجھے ڈر ہے کہ حق تعالیٰ فرمائے لا لبيك ولا سعديك، مولف کہتا ہے کہ خوب تامل وغور کرو حضرت صادق علیہ السلام کی حالت میں اور آپ کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرنے میں کہ حضرت سے نقل حدیث کرنے اور آپ کا اسم شریف زبان پر لانے سے کس طرح آپ کی حالت متغیر ہوتی تھی، حالانکہ وہ فرزند رسول اور ان کے جسم کا ٹکڑا تھے، پس یاد رکھو اس چیز کو اور انتہائی تعظیم واحترام کے ساتھ اسم مبارک حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرو اور آپ کے نام کے بعد آپ پر صلوات بھیجو اور اگر کسی جگہ آپ کا نام لکھو تو آپ کے نام کے بعد رمز واشارہ کے بغیر صلوات لکھو اور بعض سعادت سے محروم لوگوں کی طرح رمز یا صلعم وغیرہ پر اکتفاء نہ کرو بلکہ وضو وطہارت کے بغیر آپ کا نام نہ لو اور نہ لکھو اور ان تمام چیزوں کے باوجود پھر بھی حضرت سے معذرت چاہو کہ میں نے حضرت کی نسبت اپنے وظیفہ میں کوتاہی کی ہے اور زبان عجز ونیاز سے کہو ہزار بار شویم دہان زمشک وگلاب، ہنوز نام تو بیرون کمال بے ادبی است، ابو ہرون مولیٰ آل جعدہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ میں حضرت صادقؑ کا ہمنشین تھا پس میں چند دن آپ کی مجلس میں حاضر نہ ہوا اس کے بعد جو آپ کی خدمت میں گیا تو فرمایا اے ابو ہرون میں تجھے چند دن سے نہیں دیکھ رہا میں نے عرض کیا محمد، حضرت نے جب نام محمد سنا تو اپنا چہرہ زمین کے قریب لے گئے اور کہتے جاتے محمد محمد محمد یہاں تک کہ قریب تھا آپ کا چہرہ انور زمین سے جا لگے اس کے بعد فرمایا میری جان میرے ماں باپ اور تمام اہل زمین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان جائیں پھر فرمایا اس بچے کو گالی نہ دینا اور نہ مارنا پیٹنا اور اس سے کوئی برائی نہ کرنا اور جان لو

کہ کوئی ایسا گھر نہیں کہ جس میں نام محمدؐ ہو مگر یہ کہ روزانہ وہ گھر پاکیزہ اور تقدیس کیا جاتا ہے۔

تیسری حدیث:

کتاب توحید مفضل میں ہے مفضل بن عمر مسجد رسولؐ میں تھا اس نے سنا کہ ابن ابی العوجا اپنے کسی ساتھی کے ساتھ کفر آمیز کلمات کہنے میں مشغول ہے مفضل برداشت نہ کر سکے اور اس سے چلا کر کہا اے دشمن خدا تو نے دین خدا میں الحاد کیا ہے اور باری تعالیٰ کا منکر ہوا ہے اور دیگر اس قسم کے کلمات کہے ابن ابی العوجا نے کہا اے شخص اگر تو اصحاب کلام میں سے ہے تو آ ہم سے گفتگو اور مناظرہ کر اگر تو نے اثبات حجت کیا تو ہم تیری اتباع کریں گے اور اگر علم کلام سے بہرور نہیں ہے تو ہمیں تجھ سے کوئی سروکار نہیں اور اگر تو جعفرؑ بن محمد کے اصحاب میں سے ہے تو حضرت ہم سے اس طرح خطاب نہیں کرتے اور تیری طرح ہم سے مجادلہ نہیں کرتے، بتحقیق انہوں نے اس سے زیادہ باتیں سنی ہیں کہ جو تو نے سنی ہیں لیکن کبھی بھی انہوں نے ہمیں گالی نہیں دی اور ہمارے جواب میں کبھی تعدی نہیں کی، بے شک وہ شخص حلیم باوقار عاقل محکم اور ثابت قدم ہے جو آپے سے باہر نہیں جاتا اور رفق و مدارات سے پاؤں نہیں نکالتا اور غضب اسے سبک وخفیف نہیں ہونے دیتا ہماری بات کو سنتا ہے اور ہماری پوری حجت و دلیل پر کان دھرتا ہے یہاں تک کہ ہم جو کچھ جانتے ہیں کہہ لیتے ہیں اور جو حجت ہمارے پاس ہوتی ہے وہ لے آتے ہیں اس طرح کہ ہمیں گمان ہوتا ہے کہ ہم آپ پر غالب آگئے ہیں اور ان کی حجت کو توڑ دیا ہے اس وقت وہ گفتگو شروع کرتے ہیں، پس ہماری حجت و دلیل کو مختصر کلام سے باطل کر دیتے ہیں اور ہمارے عذر کو منقطع اور ہمیں اپنے جواب سے عاجز کر دیتے ہیں پس اگر تو ان کے اصحاب میں سے ہے تو ان کے خطاب کی طرح ہم سے خطاب کر۔

چوتھی حدیث: حضرت کا شقرانی کی حاجت برآری کرنا اور اسے موعظہ فرمانا

تذکرہ سبط بن جوزی میں ہے کہ حضرت صادقؑ کے مکارم اخلاق میں سے ہے وہ چیز کہ جسے زمخشری نے ربیع الابرار میں رسول خداؐ کے ایک آزاد کردہ غلام کی اولاد سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جن دنوں منصور نے لوگوں کو عطیے و جائزے دینے شروع کئے میرا کوئی نہیں تھا جو منصور کے پاس میری شناخت کرتا اور میرے لئے جائزہ وصول کرتا، لہذا میں اس کے دروازے پر حیرت سے جا کر کھڑا ہوا، اچانک میں نے دیکھا کہ جعفرؑ بن محمدؑ نمودار ہوئے اور میں نے اپنی حاجت آپ سے بیان کی حضرت منصور کے ہاں گئے اور جب باہر آئے تو میرا عطیہ آپ کے ساتھ تھا، جسے اپنی آستین میں لئے ہوئے تھے پس آپ نے وہ عطیہ مجھے دیا اور فرمایا اچھائی جس شخص سے بھی ہو اچھی ہے لیکن وہ تجھ سے ہو تو زیادہ اچھی ہے، بسبب تیرے مقام ومنزلت کے جو تجھے ہم سے ہے یعنی تیرا ہماری طرف منسوب ہونا کہ لوگ تجھے آزاد کردہ سمجھتے ہیں اور برائی اور بدی ہر شخص سے بری ہے لیکن تجھ سے زیادہ بری ہے، بسبب تیرے مقام کے جو ہماری وجہ سے ہے اور حضرت صادقؑ کی یہ فرمائش اس وجہ سے تھی کہ شقرانی

شراب پیتا تھا اور یہ آپ کے مکارم اخلاق میں سے تھا کہ آپ نے اس کی تربیت کی اور اس کی احتیاج کو پورا کیا، اس کی حالت کو جاننے کے باوجود اور اس بطور تعریض و کنایہ وعظ و نصیحت فرمائی، بغیر اس کے کہ اس کے عمل قبیح کی تصریح فرماتے وھذا من اخلاق الانبیاء یہ انبیاء کے اخلاق میں سے ہے۔

پانچویں حدیث: اپنے لباس زینت کی پیوند لگے ہوئے لباس سے حفاظت کرنا

روایت ہے کہ ایک دن آپ کا ایک صحابی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس نے دیکھا کہ آپ نے ایک قمیض پہنی ہوئی ہے کہ جس کے گریبان میں پیوند لگا ہے اور اس شخص کی نظر مسلسل اس پیوند پر تھی، گویا حضرت کے اس لباس پہننے پر اسے تعجب ہو رہا تھا، حضرت نے فرمایا تجھے کیا ہوا ہے کہ تو نے میرے اوپر نگاہ گاڑ دی ہے، کہنے لگا میری نگاہ اس پیوند پر ہے جو آپ کے کرتے کے گریبان میں ہے فرمایا یہ کتاب اٹھا کر پڑھو کہ اس میں کیا لکھا ہے، راوی کہتا ہے کہ آپ کے سامنے یا آپ کے نزدیک ایک کتاب تھی پس اس شخص نے اس میں دیکھا تو لکھا تھا کہ اس شخص میں ایمان نہیں جس میں شرم و حیا نہیں اور اس کا مال نہیں جس کی معاش میں تقدیر و اندازہ نہیں اور اس کے لئے نیا لباس نہیں جس کے پاس پرانا نہ ہو، مولف کہتا ہے کہ امام محمد باقرؑ کے مواعظ اور کلمات حکمت آمیز کے ذیل میں حیا و تقدیر معاش کے سلسلہ میں گفتگو گذر چکی ہے، وہاں رجوع کیا جائے۔

چھٹی حدیث: لڑکیوں کے باپ کو ان کی روزی کے غم و اندوہ کے متعلق تسلی دینا

شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت صادقؑ نے ایک اہل مجلس کے متعلق سوال کیا کہ وہ کہاں ہے لوگوں نے بتایا کہ وہ بیمار ہے پس حضرت اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے جا بیٹھے، آپ نے دیکھا کہ وہ شخص قریب المرگ ہے اس سے فرمایا خدا کے متعلق حسن ظن رکھو وہ شخص کہنے لگا میرا گمان خدا کے متعلق اچھا ہے لیکن مجھے بیٹیوں کا غم و اندوہ ہے اور انہیں کے غم نے مجھے بیمار کیا ہے آپ نے فرمایا ''الذی ترجوہ لتضعیف حسناتك و محو سیأتك فارجه لا صلاح بناتك''، یعنی وہ خدا کہ جس سے تو نیکیوں کے کئی گنا ہونے اور گناہوں کے محو و نابود کرنے کی امید رکھتا ہے اس سے اپنی بیٹیوں کے اصلاح حال کی بھی امید رکھ کیا تجھے معلوم نہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب میں معراج کی رات سدرۃ المنتہٰی سے گذر کر اس کی شاخوں تک پہنچا تو ان شاخوں کے بعض میوؤں کو دیکھا کہ ان کے پستان لٹک رہے ہیں ان میں سے بعض سے دودھ اور بعض سے شہد اور بعض سے روغن اور بعض میں سے بہت سفید قسم کا آٹا اور بعض سے کپڑے اور بعض سے سدرہ کی (بیری کی) طرح کی کوئی چیز نکل رہی ہے اور یہ چیزیں نیچے زمین کی طرف جا رہی ہیں تو میں نے اپنے دل میں کہا یہ یہ چیزیں کہاں جا رہی ہیں اور میرے ساتھ جبرئیلؑ تھا کیونکہ میں اس کے مقام و مرتبہ سے آگے بڑھ چکا تھا اور وہ میرے مقام سے ادھر رک گیا تھا پس مجھے میرے پروردگار نے ندا کی میرے سر و باطن میں اے محمدؐ میں نے ان

چیزوں کو اس جگہ سے اگایا جو کہ بلند ترین جگہ ہے تیری امت کے مومنین کی بیٹیوں اور بیٹوں کے لیے پس لڑکیوں کے باپوں سے کہہ دو کہ ان کا سینہ تنگی نہ کرے ان کے پاس کچھ نہ ہونے کی وجہ سے کیونکہ جس طرح میں نے انہیں پیدا کیا ہے انہیں روزی بھی دوں گا۔(مولف نے یہاں چند فارسی اشعار لکھے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں،مترجم)

ساتویں حدیث:

حضرت کے عفو و کرم کے متعلق مشکوۃ الانوار سے منقول ہے کہ ایک شخص حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ کے فلاں چچا زاد بھائی نے آپ کا نام لے کر بدگوئی اور آپ کو نا سزا کہنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی،آپ نے اپنی کنیز سے فرمایا کہ آپ کے لئے وضو کا پانی لے آئے،پس حضرت نے وضو کیا اور نماز پڑھنے لگے،راوی کہتا ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضرت اس کے لئے بد دعا کریں گے،پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور کہا اے میرے پروردگار یہ میرا حق تھا جو میں اسے بخشتا ہوں اور تیرا جود و کرم مجھ سے کہیں زیادہ ہے پس اسے بخش دے اور اس کی اس کے کردار کی وجہ سے گرفت نہ کر اور اس کے برے عمل کا بدلہ اسے نہ دے پھر آپ نے رقت کی اور مسلسل اس کے لئے دعا کرتے رہے اور میں آپ کی حالت پر تعجب کر رہا تھا۔

آٹھویں حدیث: بنی ساعد کے چھپر کے نیچے رہنے والے فقراء کے لئے رات کے وقت کھانا روٹیاں لے جانا

شیخ صدوق نے معلیٰ بن خنیس سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ ایک رات حضرت صادقؑ رات کے وقت گھر سے نکلے بنی ساعدہ کا سائبان کہ گرمی کے دنوں میں جس میں وہ جمع ہوتے تھے اور رات کو فقراء و غرباء وہاں آ کر سوتے تھے اور اس رات سے بارش ہو رہی تھی،میں بھی آپ کے پیچھے نکلا اور جا رہا تھا کہ اچانک حضرت کے ہاتھ سے کوئی چیز زمین پر گر پڑی،آنجناب نے فرمایا بسم اللہ اللھم ردہ علینا خداوند جو کچھ گرا ہے اسے میری طرف پلٹا دے،پس میں آپ کے قریب گیا اور سلام کیا فرمایا معلیٰ ہو میں نے عرض کیا لبیک آپ پر قربان جاؤں فرمایا زمین پر ہاتھ مارو اور جو کچھ ملے اسے جمع کر کے میرے سپرد کر دو وہ کہتا ہے کہ میں نے زمین پر ہاتھ مارا میں نے دیکھا کہ روٹیاں زمین پر پڑی ہیں پس میں جمع کر کے حضرت کو دیتا تھا،اچانک میں نے روٹیوں کی ایک بوری دیکھی پس میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں آپ رہنے دیجئے میں انہیں اٹھا کر لے چلتا ہوں،فرمایا نہیں بلکہ میں ان کے اٹھانے کا زیادہ حق رکھتا ہوں لیکن میں تجھے اجازت دیتا ہوں کہ میرے ساتھ چل وہ کہتا ہے پس میں حضرت کے ساتھ بنی ساعدہ کے چھپر تک گیا تو میں نے وہاں فقراء و مساکین کا ایک گروہ دیکھا جو سوئے ہوئے تھے،حضرت ایک روٹی یا دو روٹیاں ان کے لباس کے نیچے رکھتے گئے،یہاں تک کہ ان میں سے آخری تک پہنچے اور اس کے بستر

کے نیچے بھی روٹی رکھ دی اور ہم واپس آ گئے میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں یہ لوگ حق کو پہچانتے ہیں یعنی شیعہ ہیں، آپ نے فرمایا اگر حق کو پہچانتے تو ہم سالن میں بھی ان سے مساوات کرتے اور ان کی روٹی پر نمک کا اضافہ کرتے، فقیر کہتا ہے کہ کلمہ طیبہ میں اس عبارت کا یوں معنی کیا ہے، فرمایا اگر حق کو پہنچانتے تو ان سے نمک میں بھی مواسات کرتے یعنی جو کچھ ہمارے پاس ہے نمک تک انہیں شریک کرتے۔

نویں حدیث: حضرت کا مخفیانہ عطیہ

ابن شہر آشوب نے ابو جعفر خشعمی سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ امام صادقؑ نے مجھے زر کی ایک ہمیانی دی اور فرمایا کہ یہ فلاں ہاشمی کو دینا اور یہ نہ بتانا کہ کس نے دی ہے، راوی کہتا ہے کہ جب وہ مال میں نے اس شخص کو دیا تو کہنے لگا خدا جزائے خیر دے اس شخص کو جس نے یہ مال میرے لئے بھیجا ہے اور ہمیشہ مجھے بھیجتا ہے اور میں اس سے زندگی بسر کرتا ہوں لیکن جعفر صادقؑ ایک درہم بھی مجھے نہیں دیتے حالانکہ ان کے پاس بہت سا مال ہے۔

دسویں حدیث: آپ کی عطوفت ورحم ومہربانی

سفیان ثوری سے روایت ہے کہ ایک دن وہ آپکی خدمت میں پہنچا تو آپ کو متغیر دیکھا اس نے رنگ کے تبدیل ہونے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میں نے گھر میں منع کر رکھا ہے کہ کوئی چھت کے اوپر نہ جائے اس وقت میں گھر میں گیا تو میں نے اپنی کنیز کو دیکھا جو میرے ایک بچے کی تربیت کرتی ہے کہ وہ بچے کو لے کر سیڑھیوں میں تھی، جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ متحیر ہو کر کانپنے لگی اور بچہ اس کے ہاتھ سے زمین پر گر کر مر گیا اب میری حالت کا تغیر بچے کے مرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس خوف کی وجہ سے ہے جو اس کنیز کو مجھ سے پیدا ہوا، باوجود اس کے آپ نے اس کنیز سے فرمایا تھا کہ میں نے تجھے خدا کی راہ میں آزاد کیا ہے تیرے لئے کوئی حرج نہیں اور نہ کوئی مضائقہ۔

گیارہویں حدیث: آپ کو رکوع کو طول دینا

ثقۃ الاسلام نے کافی میں مسنداً ابان بن تغلب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں اس وقت گیا جب آپ نماز میں مشغول تھے پس میں نے آپ کے رکوع وسجود کی تسبیحات کو ساٹھ تسبیح تک شمار کیا۔

بارہویں حدیث: آپ کا روزہ کی حالت میں خوشبو لگانا

نیز اسی کتاب میں روایت ہے کہ جب حضرت صادقؑ روزہ رکھتے تو خوشبو استعمال کرتے اور فرماتے الطیب تحفة الصائم خوشبو روزہ دار کا تحفہ ہے۔

تیرہویں حدیث: آپ کا اپنے باغ میں کام کرنا

نیز اسی کتاب میں ابوعمر وشیبانی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ کو دیکھا کہ بیلچہ آپ کے ہاتھ میں ہے اور موٹا سا کرتا آپ نے پہن رکھا ہے اور اپنے باغ میں کام کررہے ہیں اور پسینہ آپ کی پشت مبارک سے گر رہا ہے میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں بیلچہ مجھے دیجئے تاکہ میں آپ کی اعانت کروں، فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ انسان طلب معاش میں سورج کی گرمی کی تکلیف برداشت کرے۔

چودھویں حدیث: حضرت کا مزدورں کو کام سے فارغ ہوتے ہی مزدوری دینا

نیز شعیب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ کچھ لوگوں کو ہم نے اجیر کیا کہ وہ حضرت صادقؑ کے باغ میں کام کریں اور ان کے عمل کا وقت عصر تک تھا جب وہ کام سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے غلام معتب سے فرمایا کہ اس گروہ کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے انہیں مزدوری دو۔

پندرہویں حدیث: آپ کا اپنے جبلی دوست کے لئے جنت میں گھر خرید کرنا

قطب راوندی اور ابن شہر آشوب نے ہشام بن الحکم سے روایت کی ہے کہ ایک شخص جبل کے رئیسوں میں سے حضرت صادقؑ کا دوست تھا اور ہر سال وہ حضرت کی ملاقات کے لئے حج پر جاتا، جب مدینہ آتا تو حضرت اسے اپنے مکان پر ٹھہراتے اور زیادہ محبت وارادت کی وجہ سے جو کہ اسے حضرت پر تھی وہ آپ کے ہاں زیادہ مدت تک ٹھہرتا یہاں تک کہ ایک دفعہ وہ مدینہ میں آیا اور جب آپ سے رخصت ہو کر حج کے لیے جانے لگا تو اس نے دس ہزار درہم حضرت کو دیئے کہ آپ اس کے لئے ایک مکان خریدیں تاکہ وہ مدینہ میں آئے تو آپ کے لئے باعث زحمت وتکلیف نہ ہو وہ شخص رقم حضرت کے سپرد کر کے حج کے لئے چلا گیا، جب حج سے واپس آیا اور آپ کی خدمت سے شرف یاب ہوا تو عرض کیا کہ میرے لئے آپ نے مکان خریدا ہے فرمایا ہاں اور ایک کاغذ اسے دیا اور فرمایا اس مکان کا قبالہ (رجسٹری) ہے اس شخص نے جب اس قبالہ کو پڑھا تو اس میں لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ قبالہ ہے اس مکان کا جو خریدا ہے جعفرؑ بن محمدؑ نے فلاں بن فلاں جبلی کے لئے اور وہ مکان فردوس بریں میں واقع ہے اور چار حدود سے محدود ہے پہلی حد رسول خداؐ کے گھر سے دوسری امیرالمومنینؑ تیسری امام حسنؑ اور چوتھی امام حسینؑ کے مکان سے جاملتی ہے، جب اس شخص نے اس نوشتہ کو پڑھا تو عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں میں اس مکان پر راضی ہوں، فرمایا میں نے مکان کی رقم امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی اولاد میں تقسیم کردی ہے اور مجھے امید ہے کہ خداوند عالم تجھ سے یہ قبول کرے گا اور اس کا عوض جنت میں عطا فرمائے گا پس اس شخص نے وہ قبالہ لیا اور اپنے پاس رکھ لیا جب اس شخص کی زندگی کے دن ختم ہوئے اور موت کی علامات اس پر ظاہر ہوئیں تو اس نے اپنے تمام اہل و

عیال کو وقت وفات جمع کیا اور انہیں قسم دی اور وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو یہ نوشتہ میری قبر میں رکھ دینا انہوں نے بھی ایسا ہی کیا، دوسرے دن جب اس کی قبر پر گئے تو اس نوشتہ کو اس کی قبر کے اوپر رکھے ہوئے دیکھا اور اس پر لکھا تھا کہ خدا کی قسم جعفرؑ بن محمدؑ نے وفا کی اس چیز میں جو میرے لئے کہی اور لکھی تھی۔

سولہویں حدیث: حضرت کا ابوبصیر کے ہمسایہ کے لئے جنت کا ضامن ہونا

ابن شہر آشوب نے ابوبصیر سے روایت کی ہے کہ میرا ایک ہمسایہ ظالم بادشاہ کے معاونین میں سے تھا اور بہت سا مال اس کے ہاتھ لگا تھا اور اس نے گانے والی کنیزیں رکھی ہوئی تھیں، اور ہمیشہ مجلس لہو ولعب اور عیش وطرب آراستہ کئے ہوئے شراب پیتا تھا اور گانے والیاں اس کے لئے گاتی تھیں اور اس کے پڑوس میں رہنے کی وجہ سے میں ہمیشہ ان منکرات اور قبیح چیزوں کے سننے کی بناء پر اذیت و تکلیف میں تھا لہذا میں نے کئی دفعہ اس سے شکایت کی لیکن وہ نہ رکا بالآخر اس سلسلہ میں میں نے اس سے بہت اصرار کیا تو اس نے جواب میں کہا کہ اے شخص میں ایک مبتلا اور شیطان وہوس کا قیدی ہوں اور تو اس ابتلاء سے صحیح وسالم ہے پس اگر میرا حال تو اپنے صاحب کی خدمت میں پیش کرے یعنی صادقؑ کی تو امید ہے کہ خدا مجھے نفس وخواہش کی قید سے نجات دے دے، ابوبصیر کہتا ہے کہ اس کی بات نے مجھ پر اثر کیا اور میں خاموش رہا یہاں تک کہ کوفہ سے مدینہ گیا جب خدمت امام علیہ السلام سے مشرف ہوا تو اپنے ہمسایہ کی حالت ان سے بیان کی آپ نے فرمایا جب تو کوفہ واپس جائے گا تو وہ شخص تجھے دیکھنے کے لئے آئے گا اس سے کہنا کہ جعفرؑ بن محمد کہتے ہیں کہ تو ان منکرات الٰہی کو ترک کر دے کہ جنہیں بجالاتا ہے تا کہ میں خدا کی طرف سے تیری جنت کا ضامن بنوں، پس جب میں کوفہ واپس گیا تو لوگ مجھے دیکھنے کے لئے آئے، اور وہ شخص بھی آیا جب وہ جانے لگا تو میں نے اسے روک لیا یہاں تک کہ جب آنے والوں سے میرا مکان خالی ہو گیا تو میں نے اس سے کہا اے شخص میں نے تیری کیفیت جناب صادقؑ کی خدمت میں عرض کی تھی اور آپ نے فرمایا تھا کہ اس کو میرا اسلام کہنا اور یہ بتانا کہ وہ اپنی موجودہ حالت کو ترک کر دے اور میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں وہ شخص یہ کلمات سن کر رونے لگا، اور کہنے لگا تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کیا جعفرؑ بن محمدؑ نے یہ فرمایا ہے میں نے قسم کھائی کہ حضرت نے یہ فرمایا ہے وہ کہنے لگا میرے لئے بس یہی کافی ہے یہ کہہ کر وہ چلا گیا پھر چند دنوں کے بعد اس نے مجھے بلایا جب میں اس کے گھر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ دروازے کے پیچھے برہنہ ہے اور یہ کہہ رہا ہے اے ابوبصیر میرے گھر میں جو مال واسباب تھا وہ میں نے نکال دیا ہے اب میں برہنہ اور عریاں ہوں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو جب میں نے اس کی حالت یہ دیکھی تو اپنے برادران دینی کے پاس گیا اور اس کے لئے لباس اکٹھا کر کے اسے پہنایا چند دن نہیں گزرے تھے کہ اس نے پھر مجھے بلوا بھیجا کہ میں بیمار ہوں اور مجھے مل جاؤ چنانچہ میں روزانہ اس کے پاس آتا جاتا اور اس کا علاج معالجہ کرتا رہا، یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت آ گیا، میں اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ جان کنی میں مبتلا تھا اچانک اسے غشی طاری ہوئی جب وہ ہوش میں آیا تو کہنے لگا اے ابوبصیر تیرے صاحب جعفر بن محمد علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا تھا اسے پورا کر دیا ہے یہ کہہ کر اس نے دنیا کو الوداع کہا اس کے مرنے کے بعد جب میں سفر حج کے لئے گیا اور مدینہ پہنچا تو میں نے چاہا کہ امامؑ کی خدمت

میں حاضر ہوں، دروازے پر اجازت چاہی اور میں اندر داخل ہوا، جب مکان کے اندر داخل ہونے لگا تو ایک پاؤں میرا دلان میں اور دوسرا مکان کے صحن میں تھا کہ حضرت نے کمرے کے اندر سے مجھے آواز دی اے ابوبصیر ہم نے تیرے ساتھی کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا ہے کہ جس کا میں ضامن ہوا تھا۔

سترہویں حدیث: حضرت کے علم کے بارے میں ہے

شیخ کلینی نے حفص بن ابی عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے اپنے ایک غلام کو کسی ضرورت کے لئے بھیجا جب اس کے آنے میں کافی دیر ہوگئی تو حضرت اس کے پیچھے گئے تا کہ اسے دیکھیں کہ وہ کیا کر رہا ہے، حضرت نے اسے سویا ہوا پایا، آپ اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اسے پنکھے کی ہوا دینے لگے جب وہ بیدار ہوا تو حضرت نے اس سے فرمایا اے فلاں خدا کی قسم تیرے لئے یہ مناسب نہیں کہ تو رات اور دن کو سوئے تیرے لئے رات ہے اور ہمارے لئے تیرا دن ہے۔

تیسری فصل

امام جعفر صادقؑ کے کچھ حکمت آمیز کلمات مواعظ اور نصائح

پہلا ارشاد: آپ نے حمران بن اعین سے فرمایا اے حمران تم اس شخص کی طرف دیکھو جو تم سے تونگری اور توانائی میں پست تر ہو اور اس کی طرف نہ دیکھو جو تم سے بالاتر ہو پس اگر میرے اس قول کے مطابق عمل کرو گے تو زیادہ قناعت کرنے والے ہو جاؤ گے اس چیز پر جو تمہاری قسمت و روزی میں ہے اور یہ زیادہ سزاوار ہے اس کے مقابلے میں کہ اپنے پروردگار کی طرف سے زیادتی کے مستحق ہو جاؤ اور جان لو کہ تھوڑا سا دائمی عمل جو یقین کے ساتھ ہو خدا کے نزدیک اس زیادہ عمل سے بہتر ہے جو بغیر یقین کے ہو اور جان لو کوئی ورع و پرہیزگاری زیادہ نفع بخش نہیں ہے محرمات الٰہی سے اجتناب کرنے مومنین کو اذیت نہ دینے اور ان کی غیبت چھوڑ دینے سے اور کوئی زندگی حسن خلق سے زیادہ خوشگوار نہیں اور تھوڑی اور قدر کفایت چیز پر قناعت کرنے سے زیادہ نفع بخش کوئی مال نہیں اور کوئی جہالت عجب اور خود پسندی سے زیادہ مضر نہیں۔

دوسرا ارشاد: حضرت نے فرمایا اگر تم سے ہو سکے کہ اپنے مکان سے باہر نہ نکلو تو باہر نہ جاؤ کیونکہ باہر جانے کی صورت

میں اپنی حفاظت کرنی تم پر لازم ہے اور یہ کہ غیبت نہ کرو اور جھوٹ نہ بولو اور حسد نہ کرو اور ریا و تصنع اور منافقت نہ کرو اور لوگوں کے درمیان رہ کر ان گناہوں سے بچنا مشکل ہے لیکن اگر انسان اپنے گھر میں رہے اور باہر نہ نکلے، تو ان چیزوں کے شر سے محفوظ ہے پس فرمایا بہترین صومعہ (عبادت خانہ) مرد مسلمان کے لئے اس کا گھر ہے کہ جس میں وہ اپنی آنکھ زبان نفس اور شرمگاہ کو محفوظ رکھتا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت نے اس فرمائش میں اعتزال اور لوگوں سے کنارہ کشی اور خدا سے انس کی طرف ترغیب دی ہے اور اعتزال کے سلسلہ میں روایات مختلف ہیں، کچھ اس کی مدح میں ہیں اور کچھ اس سے کراہت کے متعلق ہیں اور شاید اوقات واشخاص کے لحاظ سے اختلاف ہو اور ہم یہاں دونوں قسم کی روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں، وہ جو اعتزال کی مدح میں وارد ہوئی ہیں، علاوہ اس روایت کے جو ذکر ہو چکی ہے وہ روایات ہیں کہ جنہیں شیخ احمد بن فہد نے کتاب تحصین میں عزلت و خمول اور گوشہ نشینی کے متعلق بیان کیا ہے ان میں سے ایک روایت ابن مسعود سے کی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ جس میں کسی صاحب دین کا دین صحیح وسالم نہیں رہے گا مگر وہ جو ایک پہاڑ کی چوٹی کی طرف اور ایک بل سے وو دوسرے بل کی طرف بھاگے مثل لومڑی کے اپنے بچوں کے ساتھ یعنی جس طرح لومڑی اس خوف سے کہ کہیں بھڑیا اس کے بچوں کو نہ کھا جائے اپنے بچوں کو دانتوں سے پکڑے ایک بل سے دوسرے بل کی طرف بھاگتی ہے تا کہ اس کے بچے محفوظ رہ جائیں اسی طرح صاحب دین بھی لوگوں سے گوشہ نشینی اختیار کر کے اپنے دین کی حفاظت کرے لوگوں نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ وہ کیسا زمانہ ہوگا، فرمایا جب روزی ومعیشت خدا کی نافرمانیوں کے بغیر نہ ملے تو اس وقت بغیر شادی کئے رہنا حلال ہوگا، لوگوں نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ آپ نے تو ہمیں شادی کرنے کا حکم دیا ہے فرمایا ہاں لیکن اس زمانہ میں انسان کی ہلاکت ماں باپ کے ہاتھوں ہوگی اور اگر ماں باپ نہ ہوئے تو پھر اس کی ہلاکت بیوی اور بچوں کے ہاتھوں ہوگی اور اگر بیوی اولاد بھی نہ ہوئی تو عزیز ورشتہ داروں اور ہمسایوں کے ہاتھوں ہوگی، لوگوں نے عرض کیا ان کے ہاتھوں کس طرح ہلاکت ہوگی فرمایا وہ تنگی معاش پر سرزنش کریں گے اور وہ اسے آمادہ کریں گے ان چیزوں پر کہ جن کی وہ طاقت نہ رکھتا ہوگا، یہاں تک کہ اسے موارد ہلاکت میں وارد کریں گے، شیخ بہائی کی اربعین میں ہے روایت ہوئی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے روح اللہ ہم کس کی ہمنشینی اختیار کریں فرمایا اس شخص کے پاس بیٹھو کہ جس کا دیکھنا تمہیں خدا یاد دلائے اور اس کا کلام تمہارے علم کو زیادہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی طرف رغبت دلائے، شیخ بہائی نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا ہے کہ مخفی نہ رہے کہ اس حدیث میں مجالست سے مراد وہ چیز ہے جو الفت میل جول اور مصاحبت پر مشتمل ہے اور اس حدیث میں اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص ان صفات کا مالک نہ ہو اس کے پاس بیٹھنا اور اس سے میل جول رکھنا مناسب نہیں ہے، چہ جائیکہ جو ان کی اضداد کا حامل ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ کے اکثر لوگ ہیں پس خوشحال ہے وہ شخص کہ خدا جسے ان لوگوں سے دوری اور کنارہ کشی کی توفیق عنائت فرمائے اور جو ان سے وحشت کرے اور خداوند عالم سے انس رکھے بے شک ان سے میل جول رکھنا

دل کو مار دیتا اور دین کو خراب کر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے ایسی کیفیات نفس میں پیدا ہو جاتی ہیں جو مہلک ہیں اور انسان کو خسران تک پہنچا دیتی ہیں، اور حدیث میں وارد ہے کہ لوگوں سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو معروف کرخی نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ مجھے وصیت کیجئے فرمایا اپنی جان پہچان والے اور شناسائی کرنے والے کم کر دے، عرض کیا مزید کچھ فرمائے۔[1]

حکایت ہوئی ہے کہ کسی راہب سے یوں کہا گیا اے راہب وہ کہنے لگا میں راہب نہیں ہوں، راہب تو وہ ہے جو خدا سے ڈرے اور خدا کی نعمتوں پر اس کی حمد وثنا کرے اور اس کی بلاؤں اور مصیبتوں پر صبر کرے اور ہمیشہ خدا کی طرف جائے اور اپنے گناہوں سے استغفار کرے اور باقی رہا میں تو میں ایک کاٹنے والا کتا ہوں اپنے آپ کو اس عبادت خانہ میں قید کر رکھا ہے تا کہ لوگوں کو اذیت نہ پہنچا سکوں اور وہ میرے شر سے محفوظ رہیں اور زاہد سے منقول ہے کہ میں نے بیت المقدس کے دروازہ پر ایک راہب کو دیکھا مثل والہ کے یعنی اس شخص کی طرح جو غم واندوہ سے بیخود ہو جائے یا جو عشق سے سرگشتہ ہو میں نے اس سے کہا کہ مجھے وصیت کر وہ کہنے لگا دنیا میں اس شخص کی طرح رہو کہ جسے درندوں نے گھیر رکھا ہو، پس وہ خائف اور ترساں ہے اسے ڈر ہے کہ غافل ہوا تو وہ مجھے چیر پھاڑ کھائیں گے یا اگر وہ کھیل کود میں پڑا تو دانتوں سے اسے کاٹیں گے پس اس کی رات خوف وخطر میں گذرتی ہے درآنحالیکہ مغرور شدہ لوگ مامون ہیں اور اس کا دن حزن ونادروہ میں بسر ہوتا ہے حلانکہ اس میں ناچیز اور بے کار لوگ فرحناک اور خوشحال ہیں یہ کہہ کے چل دیا میں نے کہا کچھ مزید کہو کہنے لگا پیاسہ انسان تھوڑے پانی پر قناعت کرتا ہے ایک راہب سے کہا گیا کہ گوشہ نشینی پر تجھے کس چیز نے آمادہ کیا ہے کہنے لگا مجھے ڈر محسوس ہوا کہ میرا دین چھین لیا جائے اور میں ملتفت نہ ہوں۔[2]

سفیان ثوری نے جعفر بن محمد علیہ السلام سے عرض کیا اے فرزند رسولؐ آپ نے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے آپ نے فرمایا ''یا سفیان فسد الزمان وتغیر الاخوان'' اے سفیان زمانہ خراب اور بھائی بدل گئے ہیں پس میں نے گوشہ نشینی کو دل کے لئے زیادہ باعث سکون سمجھا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ وفا گذرے ہوئے دن کی طرح جا چکی ہے اور لوگ دھوکے باز اور زیرک وچالاک ہیں آپس میں مودت وصفا کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل بچھوؤں سے بھرے ہیں باقی رہیں وہ روایات جو گوشہ نشینی کے ناپسند ہونے کے متعلق وارد ہیں تو وہ بہت زیادہ ہیں اور ہم یہاں اکتفاء کرتے ہیں ان پر جو علامہ مجلسی نے عین الحیٰوۃ میں بیان کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ عام مخلوق سے اس امت میں گوشہ نشینی اختیار کرنا ممدوح نہیں جیسا کہ بہت سے احادیث مومن بھائیوں کی زیارت اور ان کی ملاقات کرنے اور ان کے بیماروں کی عیادت کرنے اور محتاجوں کی اعانت کرنے اور ان میں سے مرجانے والوں کی تشییع جنازہ کرنے اور ان کی حاجات پوری

---

[1] (یہاں مولف نے کچھ فارسی کے اشعار لکھے ہیں جو طوالت کے خوف سے ہم نے چھوڑ دیئے ہیں۔ مترجم)

[2] (مولف نے یہاں اشعار فارسی لکھے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم)

کرنے کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی گوشہ نشینی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی، نیز اجماع اور احادیث متواترہ کی بناء پر جاہل کے لئے مسائل ضروریہ کی تحصیل واجب اور عالم پر ہدایت مخلوق اور امر بمعروف اور نہی عن منکر بھی واجب ہے اور یہ امور بھی گوشہ نشینی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے، چنانچہ کلینی نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک شخص ہے جس نے مذہب شیعہ کو سمجھ لیا ہے اور اپنا اعتقاد بھی درست کر لیا ہے اور اپنے گھر میں بیٹھ گیا ہے اور گھر سے باہر نہیں نکلتا اور نہ اپنے بھائیوں کے ساتھ آشنائی پیدا کرتا ہے حضرت نے فرمایا یہ شخص اپنے مسائل کیسے سیکھے گا اور سند معتبر کے ساتھ حضرت سے روایت ہوئی ہے کہ ہم پر لازم ہے مساجد میں نماز پڑھنا اور لوگوں کے ساتھ اچھی مجاورت اور ہمسائیگی کرنا اور ان کے جنازہ میں شریک ہونا بے شک لوگوں سے معاشرت کے بغیر چارہ کار نہیں، انسان جب تک زندہ ہے لوگوں سے بے پرواہ نہیں اور سب لوگ ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کرے اور مسلمانوں کے امور میں اہتمام نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں اور جو شخص سنے کہ کوئی استغاثہ کر رہا ہے اور مسلمانوں سے تعاون و اعانت طلب کر رہا ہے اور وہ اس کی مدد نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے اور آنحضرت سے پوچھا گیا کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے فرمایا وہ شخص کہ جس کا نفع مسلمانوں کو زیادہ پہنچے اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جو شخص اپنے برادر مومن کی زیارت فی سبیل اللہ کرے تو خداوند عالم ستر ہزار فرشتے موکل کرتا ہے جو اسے ندا کرتے ہیں خوشا حال تیرے اور گوارا ہو جنت تیرے لئے اور سند معتبر کے ساتھ خیثمہ سے روایت ہے کہ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت سے رخصت ہوں آپ نے فرمایا: اے خیثمہ ہمارے شیعوں اور دوستوں میں سے جسے دیکھو اسے میرا سلام کہنا اور انہیں میری طرف سے وصیت کرنا تقویٰ اور پرہیز گاری کی اور یہ کہ اغنیا شیعہ فقراء کو نفع پہنچائیں اور صاحبان قوت ضعفاء کی اعانت کریں اور زندہ مردوں کے جنازہ میں حاضر ہوں اور ایک دوسرے سے ان کے گھروں میں جا کر ملاقات کریں، بے شک ان کا ملاقات کرنا اور آپس میں گفتگو کرنا امر تشیع کے احیاء و زندگی کا باعث ہے، خدا رحم کرے اس بندہ پر جو ہمارے مذہب کو زندہ رکھے اور حضرت صادقؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح رہو اور ایک دوسرے کے ساتھ خدا کے لئے دوستی اور مہربانی کرو اور ایک دوسرے پر رحم کرو اور ایک دوسرے سے ملاقات کرو اور امر دین میں مذاکرہ کرو اور مذہب حق کا احیاء کرو اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ برادر مومن کی حاجت میں کوشش کرنا میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں ہزار غلام آزاد کروں اور ہزار افراد کو زین ولگام چڑھے گھوڑوں پر سوار کر کے جہاد فی سبیل اللہ پر بھیجوں۔

جان لو کہ ان امور میں سے ہر ایک کے متعلق احادیث متواترہ وارد ہوئی ہیں اور ظاہر ہے کہ گوشہ نشینی ان فضائل سے محرومی کا سبب ہے اور بعض روایات جو گوشہ نشینی کے متعلق ہیں اس سے مراد برے لوگوں سے کنارہ کشی ہے جب کہ ان سے معاشرت ان کی ہدایت کا سبب نہ ہو اور وہ اس شخص کو دینی ضرر پہنچائیں ورنہ اچھے لوگوں سے معاشرت اور گمراہوں کی

ہدایت انبیاء کا شیوہ اور افضل عبادات میں سے ہے بلکہ وہ گوشہ نشینی جو ممدوح ہے وہ لوگوں کے درمیان رہ کر بھی میسر ہے اور وہ معاشرت جو مذموم ہے وہ خلوت بھی ہے کیونکہ مخلوق سے معاشرت کی خرابی تو دنیا کی طرف مائل ہونا اور اہل دنیا کے اخلاق کو اپنانا اور اہل باطل کی معاشرت میں زندگی تباہ کرنا اور ان کی مصاحبت میں رہنا ہے اور اکثر اوقات جو شخص مخلوق سے الگ رہتا ہے تو شیطان اس کے تمام حواس کو عزت وجاہ دنیا کی تحصیل کی طرف متوجہ رکھتا ہے وہ کتنا ہی اہل دنیا سے دور ہو لیکن دلی طور پر ان کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کے اخلاق کو اپنے نفس میں تقویت دیتا ہے اور کتنے زیادہ ایسے اشخاص ہیں جو اہل دنیا کی مجالس میں موجود رہتے ہیں لیکن وہ ان کے اطوار وکردار سے بہت مکدر اور تکلیف میں ہوتے ہیں اور وہ معاشرت ان کے لئے زیادہ آگاہی اور دنیا سے نفرت کا سبب بنتی ہے اور ان کی معاشرت کے ضمن میں چونکہ اس کا مقصد خدا ہوتا ہے ان کی ہدایت کرنے یا دوسرے اغراض صحیحہ کی وجہ سے تو وہ ثوابہائے عظیم حاصل کرتا ہے جیسا کہ سند صحیح کے ساتھ حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ کیا کہنے اس خاموش وگمنام بندہ کے جو اپنے زمانہ کے لوگوں کو پہچانتا ہو، اور ظاہری طور پر ان کے ساتھ ہو لیکن اعمال میں دلی طور پر ان کے ساتھ نہ ہو پس وہ اسے ظاہر کی بناء پر پہچانیں اور وہ انہیں باطنی طور پر پہچانتا ہو لہٰذا اعزلت اور گوشہ نشینی سے مطلوب یہ ہے کہ گوشہ نشین کا دل مخلوق کے ناشائستہ اطوار سے الگ ہو اور ان پر تمام امور میں اعتماد نہ رکھتا ہو اور ہمیشہ خدا پر توکل رکھے ان کے فوائد سے نفع اٹھائے اور ان کے مفاسد سے بچے ورنہ لوگوں سے چھپ کے رہنا، انسان کے لئے بیکار ہے بلکہ بہت سی صفات مذمومہ کو زیادہ قوی کرتا ہے مثلاً عجب وریاء وغیرہ۔

تیسرا ارشاد: آپ نے فرمایا جب بلاء پر بلاء وارد ہو تو اس بلا سے عافیت حاصل ہوگی فقیر کہتا ہے کہ آپ کا یہ فرمان آپ کے جد امجد حضرت امیرالمومنینؑ کے کلام سے مشابہ ہے آپ نے فرمایا سختی وشدت کے ختم ہونے کے وقت کشائش ہے اور بلا ومصیبت کے حلقوں کے تنگ ہونے کے وقت آسائش ہے خداوند عالم فرماتا ہے دشواری کے ساتھ آسانی ہے (پھر فرماتا ہے) بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ شدائد ونکبات زمانہ کے لئے انتہا ہے اور اس سے چارہ نہیں کہ وہ اپنی انتہا کو پہنچیں پس جب کوئی مصیبت کسی پر تم میں سے محکم ہو جائے تو وہ اس کے سامنے اپنا سر جھکا لے اور صبر کرے تاکہ وہ مصیبت گذر جائے اور اس مصیبت کے نازل ہوتے وقت حیلہ وتدبیر کرنا اس کے مکروہ وناپسند ہونے کو زیادہ کرتا ہے۔

اے دل صبور باش و مکور غم کہ عاقبت
ایں شام صبح گردود ایں شب سحر شود

چوتھا ارشاد: فرمایا جب دنیا کسی قوم کا رخ کرتی ہے تو انہیں دوسرے لوگوں کی خوبیوں کے لباس پہنا دیتی ہے اور جب کسی قوم سے پشت پھیرتی ہے تو ان کی اپنی خوبیاں بھی ان سے چھین لیتی ہے، مولف کہتا ہے کہ یہ کلام آپ کا آپ کے جد امجد امیرالمومنینؑ کے کلام کے مشابہ ہے آپ نے فرمایا جب دنیا کسی کی طرف رخ کرتی ہے تو اسے عاریۃً اس کے غیر کی نیکیاں

دے دیتی ہے،اور جب اس سے منہ پھیرتی ہے تو اس کی ذاتی خوبیاں بھی اس سے چھین لیتی ہے کہتے ہیں کہ جب آل برامکہ کا بخت وطالع ان کے مساعد تھا تو رشید جعفر بن یحییٰ برمکی کے لئے قسم کھاتا تھا کہ وہ قس بن ساعدہ سے زیادہ فصیح اور عامر بن طفیل سے زیادہ شجاع اور عبدالحمید سے زیادہ خوشنویس اور عمر بن خطاب سے زیادہ سیاستدان ہے اور مصعب بن عمیر سے زیادہ خوبصورت ہے(حالانکہ جعفر خوبصورت نہیں تھا)اور حجاج سے بہ نسبت عبدالملک کے زیادہ خیر خواہ ہے اور عبداللہ بن جعفرؓ سے زیادہ سخی ہے اور یوسف بن یعقوبؑ سے زیادہ پاکدامن ہے اور جب ان کا طالع سرنگوں ہوا تو ان تمام چیزوں کا انکار کر دیا یہاں تک کہ ان اوصاف کا جو واقعاً جعفر میں تھے اور کوئی ان کا منکر نہیں تھا،مثلاً عقلمندی وہوشیاری اور سخاوت خلاصہ یہ کہ لوگ ابناء دنیا ہیں اور مال ومتاع دنیا کے طلب گار ہیں،پس جس کے پاس وہ ہوتی ہے اسے دوست رکھتے ہیں اور اس کے کمالات ومحاسن کو بیان کرتے ہیں اور اس کے عیوب سے چشم پوشی کرتے ہیں بلکہ ان کے عیوب انہیں نظر ہی نہیں آتے کیونکہ عین الرضا کل عیب کلیۃ رضا ورغبت کی آنکھ ہر عیب سے تھکی ماندی ہے پس دنیا پرست لوگوں کی حالت ایسی ہے جیسے شاعر کہتا ہے۔

دوستند آنکہ راز مانہ نواخت

دشمند آنکہ راز مانہ فگند

امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں لوگ دنیا کے بیٹے ہیں اور کوئی شخص اپنی ذات کی محبت میں قابل ملامت نہیں۔

پانچواں ارشاد: آپ نے اس شخص سے فرمایا جس نے آپ سے وصیت کی خواہش کی کہ مہیا اور تیار کرو سفر آخرت کا سامان اور اپنا توشہ آگے بھیج دے اور اپنا وصی خود بن جا اور اپنے علاوہ کسی سے نہ کہہ کہ وہ تیرے لئے کوئی چیز بھیجے جو تجھے درکار ہے۔ [۱]

شیخ ابوالفتوح رازی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ جب امیرالمومنینؑ صدیقہ طاہرہ کے دفن سے فارغ ہوئے تو قبرستان میں گئے اور فرمایا تم پر سلام ہو اے قبروں کے رہنے والو! تمہارے مال تقسیم ہو گئے ہیں تمہارے مکانوں میں دوسرے لوگ سکونت پذیر ہو چکے ہیں تمہاری عورتوں نے دوسرے شوہر کر لئے ہیں یہ خبر تو ہمارے پاس ہے تمہارے ہاں کی خبر کیا ہے،ہاتف نے آواز دی جو کچھ ہم نے کھالیا وہ نفع میں ہے اور جو کچھ آگے بھیجا تھا وہ پالیا ہے اور جو کچھ پیچھے چھوڑ آئے وہ خسارہ کیا ہے۔ [۲]

چھٹا ارشاد: عبداللہ بن جندب کو وصیت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا اے جندب کے بیٹے رات کو تھوڑا سویا کرو اور دن کو باتیں کم کرو جسم میں آنکھ اور زبان سے زیادہ ناشکرا کوئی عضو نہیں ہے جناب سلیمان کی والدہ نے جناب سلیمان سے کہا تھا اے بیٹا سونے سے بچو یعنی زیادہ نہ سویا کرو کیونکہ یہ تمہیں محتاج بنا دے گا،اس دن جس دن لوگ اپنے اعمال کے محتاج ہوں گے

---

[۱] (کچھ اشعار ہیں جنہیں ہم ترک کر رہے ہیں۔مترجم)

[۲] (یہاں بھی کچھ اشعار ہیں۔مترجم)

اور حضرت نے فرمایا کہ اس پر قناعت کرو جو خدا نے تمہاری قسمت میں لکھا ہے اور اس چیز کی طرف نہ دیکھو جو تمہارے پاس نہیں اور اس چیز کی خواہش نہ کرو کہ جس تک نہیں پہنچ سکتے ہو کیونکہ جس نے قناعت کی وہ سیر ہوا اور جو قناعت نہیں کرتا وہ سیر نہیں ہوتا اور آخرت میں سے اپنا حصہ لے لو اور غنی اور تونگری کے وقت تکبر اور ناشکری نہ کرو اور فقر و فاقہ کے وقت جزع و فزع و اضطراب و بے تابی نہ کرو اور تند مزاج اور بدخو نہ بنو کہ لوگ تمہارے نزدیک جانے کو ناپسند کریں اور سستی نہ کرو کہ تمہیں حقیر و ذلیل سمجھیں وہ شخص جو تمہیں پہچانتا ہے اور اس سے مخاصمہ اور جھگڑا نہ کرو جو تم سے اونچا ہے اور استہزاء اور تمسخر نہ اڑا سکا جو تم سے پست ہے اور اس کے امر و فرمان میں نزاع نہ کرو جو اس کا اہل ہے اور بے وقوف اور بے عقلوں کی اطاعت نہ کرو اور خوار و ذلیل نہ ہو کہ ہر شخص تمہیں اپنے ماتحت سمجھے اور کسی کی کفایت پر اعتماد نہ کرو اور ہر کام کے وقت رک جاؤ جب تک اس میں داخل ہونے اور اس سے نکلنے کا راستہ تمہیں معلوم نہ ہو اس سے پہلے کہ تم اس کام میں داخل ہو اور پھر پشیمان ہو، مولف کہتا ہے کہ آخری فقرے کے مضمون کو شیخ نظامی نے نظم کیا ہے۔

در سرکارے کہ در آئی نخست
رخنہ بیرون شد نش کن درست
تا نگنی جائے قدم استوار
پائے منہ در طلب ہیچ کار

روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسول خداؐ سے روایت کی کہ آپ اسے وصیت فرمائیں آپ نے فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ جب کسی کام کے اقدام کا ارادہ رکھتے ہو تو اس کے انجام میں غور و تامل کرو پس اگر وہ باعث رشد و صلاح ہے تو اقدام کرو اور اگر اس میں گمراہی و ضلالت ہے تو اس پر اقدام نہ کرو، نیز روایت ہے کہ ایک یہودی نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھا حضرت نے کچھ توقف کیا پھر اسے جواب دیا یہودی نے پوچھا آپ نے توقف کیوں کیا تھا اس چیز میں جسے آپ جانتے تھے فرمایا حکمت کی توقیر و بزرگی کی وجہ سے۔

ساتواں ارشاد: آپ نے فرمایا تامل میں سلامتی ہے اور جلد بازی میں ذلت و خواری اور جو کسی کام کو اس کے وقت پر شروع نہ کرے تو وہ اپنے آخر کو غیر وقت میں پہنچے گا۔

آٹھواں ارشاد: فرمایا ہم دوست رکھتے ہیں اس شخص کو جو عقل مند، بافہم، فقیہ، حلیم، مدارات کرنے والا، صبر کرنے والا، زیادہ سچ بولنے والا اور وعدہ وفا کرنے والا ہو، بے شک خداوند عالم نے انبیاء کو مکارم اخلاق کے ساتھ مخصوص کیا ہے پس جوان کا حامل ہو وہ خدا کی حمد و ثنا کرے اور جو ان کا مالک نہیں وہ بارگاہ خدا میں تضرع و زاری کرے اور ان کا سوال کرے، لوگوں نے عرض کیا وہ کون سے ہیں فرمایا ورع قناعت، صبر و شکر، حلم و حیا، سخاوت و شجاعت و غیرت، سچ بولنا، نیکی و احسان کرنا، اداء امانت، یقین، خوش خلقی اور مروت۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت سے سوال کیا گیا کہ مروت کیا چیز ہے فرمایا یہ ہے کہ خدا تجھے اس جگہ نہ دیکھے کہ جہاں سے اس نے روکا ہے اور وہاں سے مفقود نہ پائے کہ جہاں کا تجھے حکم دیا ہے جان لو کہ ان اخلاق شریفہ میں ورع سب سے پہلے بیان ہوئی ہے شاید یہ کہا جا سکے کہ اس کا مرتبہ سب سے بلند ہے کیونکہ ورع کہ جس کا معنی محرمات ومنہیات بلکہ بعض مباحات کو چھوڑنا ہے، وہ بہت بلند مرتبہ اور بہت عالی درجہ ہے کہ آسانی سے ہر شخص وہاں تک نہیں پہنچ سکتا لہذا اکثر مقامات پر حضرت صادقؑ نے اپنے شیعوں کو ورع کی وصیت فرمائی ہے، روایت ہوئی ہے کہ عمرو بن سعید ثقفی نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میں ہمیشہ آپ سے ملاقات کیا کرتا ہوں، پس آپ مجھ سے کچھ فرمایئے کہ جس پر میں عمل کروں فرمایا کہ میں تقویٰ ورع اور اجتہاد (یعنی عبادت میں کوشش کرنا) کی تجھے وصیت کرتا ہوں اور جان لے کہ اس اجتہاد میں کوئی فائدہ نہیں جس میں ورع نہ ہو، روایت ہے کہ آپ ابوالصباح سے کہا کرتے تھے کہ تم میں کتنے کم افراد ہیں جو جعفر صادقؑ کا اتباع کرتے ہیں یاد رکھو میرے اصحاب میں سے نہیں مگر وہ شخص کہ جس کا ورع سخت اور عظیم ہو اور وہ اپنے خالق اور پیدا کرنے والے کے لئے عبادت کرے اور اس سے ثواب اور اجر کی امید رکھتا ہو، ایسے لوگ ہی میرے اصحاب ہیں، ایک روایت ہے کہ حضرت سے پوچھا گیا لوگوں میں صاحب ورع کون ہے فرمایا جو شخص ان چیزوں سے پرہیز کرے کہ جنہیں خدا نے حرام قرار دیا ہے، نیز حضرت سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا زیادہ باورع وہ شخص ہے جو شبہ والی چیز کے پاس رک جائے، نیز حضرت سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تم پر لازم ہے باورع ہونا اور محرمات وشبہات کو ترک کرنا اور بے شک ورع ایسا دین ہے کہ ہم ہمیشہ اس کے پابند رہیں گے اور خدا کی اس کے ساتھ عبادت کرتے رہیں گے اور اپنے موالیوں اور شیعوں سے اسی کا ارادہ رکھتے ہیں پس ہمیں اپنی شفاعت کے سلسلے میں سختی میں نہ ڈالنا یہ کہ تم محرمات کے مرتکب ہو جاؤ اور ہمارے لئے تمہاری شفاعت کرنا دشوار ہو جائے اور دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ جعفرؑ کا شیعہ نہیں مگر جو شخص اپنے پیٹ اور شرمگاہ کو حرام سے پاک رکھے اور عبادت میں سخت کوشش کرے اور اپنے پیدا کرنے والے کے لئے کام کرے اور اس کے ثواب کی امید اور عذاب کا خوف رکھتا ہو پس اگر ایسے گروہ کو دیکھو تو وہ میرے شیعہ ہیں۔

نیز روایت ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا ورع کے زیادہ سزاوار اور لائق آل محمد علیہم السلام اور ان کے شیعہ ہیں اس لحاظ سے کہ رعیت ان کی اقتداء کرے، صفوان بن یحییٰ جو کہ امام موسیٰ کاظم اور امام رضاؑ کے اصحاب میں سے تھے ان کی زیادہ ورع کے سلسلہ میں منقول ہے کہ مکہ میں ان کے ہمسایہ نے انہیں دو دینار دیئے تا کہ وہ کوفہ لے جائیں کہنے لگے میں نے سواری کا اونٹ کرایہ پر لیا ہے اور کرایہ طے کرتے وقت یہ دو دینار میرے اسباب کے جزء نہ تھے پس اس سے مہلت چاہی اور جا کر اونٹ والے سے اس کی اجازت لی اور اسی واقعہ کے قریب مولانا مقدس اردبیلی سے بھی منقول ہے کہ جس کا تذکرہ صفوان بن یحییٰ صحابی حضرت رضاؑ کے حالات کے ضمن میں آئے گا، اور دمیری میں حیوۃ الحیوان میں نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے شام میں ایک قلم کسی سے عاریۃً لیا پس اتفاقاً اسے سفر پر جانا پڑا جب انطاکیہ میں پہنچا تو اسے یاد آیا کہ عاریۃً لیا

ہوا قلم اس کے پاس رہ گیا ہے، پس وہ پیدل شام کی طرف واپس گیا اور صاحب قلم کو قلم دے کر واپس آیا، شیخ بہائی نے اپنے کشکول میں ذکر کیا ہے کہ لوٹ مار کے گوسفند کوفہ کے گوسفندوں میں مل جل گئے تو ایک صاحب ورع نے جو کوفہ کے عابدوں میں سے تھا، سات سال تک گوسفند کا گوشت کھانے سے اجتناب کیا چونکہ اس نے (اہل خبرہ سے) پوچھا تھا کہ گوسفند کتنی مدت تک زندہ رہتا ہے، انہوں نے بتایا کہ سات سال اور ہمارے شیخ نے کلمہ طیبہ نقل کیا ہے کہ سید ابن طاؤس ہر اس طعام کے کھانے میں احتیاط کرتے تھے جو غیر خدا کے لئے ترتیب دیا جائے، بسبب آیت نہی کے اس جانور کے کھانے سے جو نام خدا کے علاوہ ذبح کیا جائے، شیخ صدوق سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ سے سوال ہوا کہ ثبات ایمان کا باعث کون سی چیز ہے تو فرمایا کہ ورع عرض کیا گیا کہ زوال ایمان کا سبب کیا ہے تو فرمایا طمع۔

نواں ارشاد: کہ انسان جزع وفزع کرتا ہے تھوڑی سی ذلت کی وجہ سے پس یہ جزع وفزع اور بے صبری اسے بڑی ذلت میں داخل کرتی ہے، مولف کہتا ہے کہ یہ فرمائش آپ نے مرازم سے اس رات فرمائی جب منصور نے آپ کو اجازت دی کہ آپ حیرہ سے مدینہ چلے جائیں اور آپ وہاں سے اپنے غلام مصارف اور مرازم کے ساتھ (جو آپ کا صحابی تھا) راونہ ہوئے جب آپ نگہبانوں کے پاس پہنچے تو ان میں ایک باج گیر تھا وہ حضرت سے معترض ہوا اور کہنے لگا میں آپ کو نہیں جانے دوں گا، آپ نے اچھی گفتگو اور اصرار کے ساتھ اس سے خواہش کی کہ ہمیں جانے دو لیکن اس شخص نے انکار کیا اور وہ جانے نہیں دیتا تھا، مصارف نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں یہ کتا آپ کو تکلیف دے رہا ہے مجھے ڈر ہے کہ یہ آپ کو پلٹا دے اور آپ منصور کی بلا میں پھر مبتلا ہوں، آپ اجازت دیں تا کہ میں اور مرازم اس کو قتل کر کے اسے نہر میں پھینک کر چلے جائیں آپ نے فرمایا اس خیال کو اپنے دل سے نکال دو، پس آپ مسلسل اس شخص سے چلے جانے کی اجازت کے سلسلہ میں بات کرتے رہے یہاں تک کہ رات کا اکثر حصہ گذر گیا، اس وقت اس شخص نے اجازت دی اور حضرت تشریف لے گئے اس کے بعد آپ نے فرمایا اے مرازم وہ چیز جو تم کہتے تھے کہ اس شخص کو قتل کر دیں وہ بہتر تھی یا یہ پھر آپ نے وہ کلام کیا جو گذر چکا ہے، اس کا ماحصل یہ ہے کہ نرمی اور مدارات کرنی اس شخص کے ساتھ اور اس کا ہمیں روکے رکھنا تھوڑی سی ذلت تھی لیکن اس کو قتل کرنا سبب بنتا کہ ہم اس کے تدارک کے لئے بڑی قسم کی ذلتوں سے دوچار ہوتے، انتہی۔ یہیں سے کہا گیا ہے کہ عزت غضب عذر خواہی کی ذلت کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

دسواں ارشاد: فرمایا ابلیس لعین کا لشکر عورتوں اور غضب سے زیادہ سخت نہیں ہے، مولف کہتا ہے کہ جناب یحییٰ نبی علیہ السلام اور ابلیس کی گفتگو میں ہے کہ حضرت نے اس ملعون سے پوچھا کہ کون سی چیز تیرے سرور اور آنکھوں کی روشنی کا زیادہ سبب بنتی ہے، کہنے لگا عورتیں چونکہ یہ میرے جال اور فریب ہیں جب نیک لوگوں کی نفرین اور لعنتیں مجھ پر جمع ہو جاتی ہیں تو میں عورتوں کے پاس جاتا ہوں اور ان سے اپنا دل بہلاتا ہوں اور اہل سنت کی روایت میں ہے کہ ابلیس نے جناب یحییٰ سے کہا کہ کوئی چیز عورتوں کی طرح میری کمر کو مضبوط نہیں کرتی اور میری آنکھوں کو روشن نہیں کرتی یہ میرے جال ہیں اور

ایسا تیر کہ جو خطا نہیں کرتا میرا باپ ان پر قربان جائے اگر وہ نہ ہوتیں تو میں پست ترین آدمی کو بھی گمراہ نہ کر سکتا، میری آنکھ ان سے روشن ہے ان کی وجہ سے میں اپنے مقصد کو پہنچتا ہوں اور ان کے سبب سے میں لوگوں کو ہلاکتوں میں ڈالتا ہوں اور اس قسم کے کلمات عورتوں کے متعلق کہتا ہے یہاں تک کہ عرض کرتا ہے وہ میری سردار ہیں اور ان کی جگہ میری گردن کے اوپر ہے اور مجھ پر لازم ہے کہ میں ان کی آرزوؤں کو پورا کروں، پس جس وقت وہ عورت کسی چیز کی خواہش کرے جو میرا جال ہے تو میں اس کی خواہش اور حاجت کے پیچھے جاتا ہوں کیونکہ وہ میری امید میری قوت اور میری سند میرا محل اعتماد اور میری فریاد رس ہیں۔

چوتھی فصل

امام جعفر صادقؑ کے چند معجزات کا ذکر

پہلا معجزہ: حضرت کا علم غیب پر مطلع ہونا۔

شیخ طوسی نے داؤد بن کثیر رقی سے روایت کی ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اچانک آپ نے ابتدا اپنی طرف سے فرمایا اے داؤد تحقیق جمعرات کے دن تیرے اعمال میرے سامنے پیش ہوئے پس تیرے اعمال میں سے تیرا صلہ رحمی اور احسان کرنا اپنے فلاں چچا زاد بھائی کے ساتھ میں نے دیکھا تو چیز اس نے مجھے خوش کیا اور تیرا صلہ رحمی کرنا سبب ہوا کہ اس کی عمر ختم ہوگئی، داؤد کہتا ہے کہ میرا چچا زاد بھائی معاند اور دشمن اہل بیتؑ اور مرد خبیث تھا، مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ اور اس کے اہل و عیال بری حالت میں ہیں پس میں نے اس کے نفقہ اور اخراجات کے لئے ایک برات لکھی اور اس کے پاس بھیج دی مکہ کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے اور میں جب مدینہ میں پہنچا تو امام جعفرؑ صادقؑ نے مجھے اس واقعہ کی خبر دی۔

دوسرا معجزہ: حضرت کا ابو بصیر کو علامت امام کی نشاندہی کرنا

کشف الغمہ میں دلائل حمیری سے منقول ہے ابو بصیر کہتا ہے کہ میں ایک دن اپنے مولا حضرت صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، تو حضرت نے فرمایا اے ابو محمد آیا اپنے امام کو پہچانتے ہو میں نے عرض کیا جی ہاں قسم ہے اس کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں آپ ہی میرے امام ہیں اور میں نے اپنا ہاتھ حضرت کے زانو یا ران پر رکھا فرمایا سچ کہتے ہوا پنے امام کو تم پہچانتے ہو، پس اس کے دامن کو تھامے رہو اور اس سے مستمسک رہو، میں نے عرض کیا آپ مجھے امام کی علامت عطا فرمائیں آپ نے فرمایا کہ

معرفت کے بعد علامت کس لئے چاہتے ہو میں نے عرض کیا تا کہ میرا ایمان اور یقین زیادہ ہو فرمایا اے ابو محمد جب تم کوفہ میں واپس جاؤ گے تو تم دیکھو گے کہ تمہارا ایک بیٹا عیسیٰ نامی پیدا ہو چکا ہے اس کے بعد تمہارا ایک بیٹا محمد نامی پیدا ہو گا اور ان دو بیٹوں کے بعد تمہاری دو بیٹیاں پیدا ہوں گی ، اور جان لو کہ تمہارے ان دونوں بیٹوں کے نام ہمارے پاس صحیفہ جامعہ میں کہ جس میں ہمارے شیعوں کے نام اور ان کے ماں باپ واجداد وانساب کے نام اور جو کوئی قیامت تک پیدا ہو گا کے نام لکھے ہیں پس آپ نے ایک صحیفہ نکالا کہ جس کا رنگ زرد تھا اور وہ لپٹا ہوا تھا۔

تیسرا معجزہ: آپ کا ایک عورت کے متعلق خبر دینا کہ تین دن کے بعد مر جائے گی

ابن شہر آشوب اور قطب راوندی نے حسین بن ابی العلاء سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادقؑ کے پاس تھا کہ ایک شخص آپ کے ایک غلام کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنی بیوی کی بد خلقی کی شکایت کی حضرت نے فرمایا اس عورت کو میرے پاس لے آؤ، جب وہ عورت آئی تو حضرت نے اس سے فرمایا کہ تیرے شوہر میں کون سا عیب ہے اس عورت نے اپنے شوہر کو نفرین کرنی اور برا بھلا کہنا شروع کر دیا، آپ نے فرمایا اگر تو اسی حالت پر رہی تو تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے گی، وہ کہنے لگی مجھے اس کی پرواہ نہیں کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ کبھی بھی اسے دیکھوں، حضرت نے اس شخص سے کہا کہ اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ تیرے اور اس کے درمیان صرف تین دن ہیں، جب تیسرا دن ہوا تو وہ شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تیری بیوی کا کیا ہوا وہ کہنے لگا خدا کی قسم ابھی اسے دفن کر کے آ رہا ہوں، میں نے پوچھا اس عورت کی کیا حالت تھی فرمایا وہ عورت تعدی اور تجاوز کرنے والی تھی، خداوند عالم نے اس کی عمر ختم کر دی اور اس کے شوہر کو اس سے راحت و آرام دیا۔

چوتھا معجزہ: حضرت کا داؤد کے بھائی کو پیاسہ مرنے سے نجات دینا

ابن شہر آشوب نے داؤد رقی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے دو بھائی کوفہ سے مزار کے ارادہ سے نکلے راستہ میں ان میں سے ایک کو سخت پیاس لگی یہاں تک کہ وہ برداشت نہ کر سکا اور گدھے سے گر گیا دوسرا بھائی اس کی حالت دیکھ کر متحیر و سرگرداں ہوا، پس وہ نماز کے لئے کھڑا ہوا اور نماز پڑھ کر اس نے خدا اور محمد مصطفیٰؐ اور امیر المومنینؑ اور آئمہ علیہم السلام میں سے ایک ایک کو پکارا یہاں تک کہ اپنے امام زمانہ امام جعفر صادقؑ تک پہنچا، پس مسلسل پکارتا رہا اور حضرت سے التجاء کی اچانک دیکھا کہ ایک شخص اس کے سرہانے کھڑا ہے اور کہتا ہے اے شخص تیرا کیا معاملہ ہے پس اس نے اپنی حالت بیان کی اس شخص نے لکڑی کا ایک ٹکڑا دے دیا اور کہا کہ اسے اپنے بھائی کے دونوں لبوں کے درمیان رکھ دو، جب وہ لکڑی اس نے اپنے بھائی کے لبوں کے درمیان

رکھی تو اس کا بھائی ہوش میں آ گیا، اور اس نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ بیٹھا اور اس کی پیاس جاتی رہی، پس قبر کی زیارت کے لئے گئے اور جب کوفہ واپس گئے تو جس بھائی نے دعا کی تھی مدینہ پہنچا اور حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نے اس سے فرمایا بیٹھ جاؤ تمہارے بھائی کا کیا حال ہے اور وہ لکڑی کہاں ہے عرض کیا میرے آقا جب میں نے اپنے بھائی کو اس حالت میں دیکھا تو میرا غم والم اس کے لئے بہت سخت ہوا جب خدا نے اس کی روح پلٹا دی تو زیادہ خوشی کی وجہ سے مجھے لکڑی کا خیال نہیں رہا، اور اس سے غفلت کی اور اسے بھول گیا، حضرت نے فرمایا جب تو اپنے بھائی کے غم میں تھا تو میرے بھائی حضرت خضرؑ میرے پاس آئے تو میں نے ان کے ہاتھ پر درخت طوبیٰ کی ایک لکڑی تیری طرف بھیجی پھر آپ نے اپنے خادم کی طرف رخ کیا اور فرمایا وہ گٹھڑی لے آؤ، جب وہ ایک گٹھڑی لے آیا تو آپ نے وہ کھولی اور اس سے ایک لکڑی نکالی جو بعینہ وہی تھی اور وہ اسے دکھائی اس نے پہچان لی پھر حضرت نے اسے دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

پانچواں معجزہ: شیر کا آپ کے لئے ذلیل و مطیع ہونا

نیز ابن شہر آشوب نے ابوحازم عبدالغفار بن حسن سے روایت کی ہے کہ ابراہیم بن ادھم کوفہ میں آیا اور میں اس کے ساتھ تھا اور یہ منصور کا زمانہ تھا اتفاقاً انہیں دنوں جناب جعفرؑ بن محمدؑ علوی کوفہ میں وارد ہوئے اور جب کوفہ سے باہر مدینہ کی طرف جانے کے لئے نکلے تو علماء اور اہل فضل کوفہ نے آپ کی مشایعت کی اور آپ کی مشایعت کرنے والوں میں سفیان ثوری اور ابراہیم ادھم بھی تھا اور جو لوگ مشایعت کے لئے آئے تھے وہ حضرت کے آگے جا رہے تھے کہ اچانک انہیں سر راہ شیر نظر آیا، ابراہیم بن ادہم نے اس گروہ سے کہا جعفرؑ بن محمد علیہ السلام کے آنے تک رک جاؤ تاکہ دیکھیں کہ وہ حضرت اس شیر سے کیا کرتے ہیں، جب حضرت آئے تو شیر کا معاملہ آپ کی خدمت میں پیش کیا حضرت شیر کی طرف بڑھے اور اس کے قریب جا کر اس کا کان پکڑ کر راستہ سے دور کر دیا اس وقت اس گروہ کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اگر لوگ خدا کی اطاعت کرتے جو کہ حق اطاعت ہے تو اپنے سامان شیر پر بار کرتے، فقیر کہتا ہے کہ ظاہرا آپ کی اس فرمائش میں تعریض ہے ابراہیم ادہم اور سفیان ثوری کی طرف۔

چھٹا معجزہ۔ حضرت کی وجہ سے آگ کا ہارون مکی کو نہ جلانا

نیز روایت کی ہے مامون رقی سے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے آقا حضرت صادقؑ کی خدمت میں تھا کہ سہل بن حسن خراسانی وارد ہوا اور حضرت کو سلام کر کے بیٹھ گیا، اور عرض کیا اے فرزند رسولؐ آپ کے لئے ہے، رافت و رحمت اور آپ اہل بیتؑ امامت ہیں کیا مانع اور رکاوٹ ہے آپ کے لئے کہ آپ اپنا حق چھوڑ کر بیٹھ گئے ہیں، حالانکہ آپ کے پاس ایک لاکھ شیعہ موجود ہیں جو آپ کے سامنے تلوار چلائیں گے آپ نے فرمایا اے خراسانی بیٹھ جاؤ رعی اللہ حقک خدا تیرے حق کی حفاظت

کرے پھر فرمایا: اے حنیفہ تنور گرم کرو، پس اس کنیز نے تنور گرم کیا جو آگ کی طرح سرخ ہو گیا اور اس کے اوپر والا حصہ سفید ہو گیا، اس وقت آپ نے فرمایا اٹھ کھڑا ہوا اے خراسانی اور تنور میں جا کر بیٹھ جا، مرد خراسانی کہنے لگا اے میرے آقا اے فرزند رسول مجھے آگ کا عذاب نہ دیں اور مجھ سے درگذر کیجئے، خدا آپ سے درگزر کرے فرمایا تجھے معاف کیا پس اسی حالت میں ہارون مکی وارد ہوئے، انہوں نے اپنا جوتا انگشت شہادت میں پکڑا ہوا تھا عرض کیا السلام علیک یا بن رسول اللہ حضرت نے فرمایا کہ جوتا ہاتھ سے پھینک کر اس تنور میں جا بیٹھو، راوی کہتا ہے کہ ہارون نے جوتا پھینک دیا اور تنور میں جا بیٹھا اور حضرت نے اس مرد خراسانی کی طرف رخ کیا اور اس سے خراسان کی باتیں کرنے لگے اس شخص کی طرح کہ جس نے وہ علاقہ دیکھا ہوا ہو پھر فرمایا اٹھو اے خراسانی اور تنور کے اندر دیکھو وہ کہتا ہے میں کھڑا ہوا اور تنور میں دیکھا کہ ہارون چوکڑی مار کر بیٹھا ہوا ہے اس وقت وہ تنور سے نکلا اور آ کر ہم کو سلام کیا، حضرت نے فرمایا خراسان میں اسے جیسے کتنے افراد ہیں وہ کہنے لگا خدا کی قسم ایک بھی نہیں ہے فرمایا ہم ایسے زمانہ میں خروج نہیں کریں گے کہ جس میں پانچ افراد بھی ہمارے مددگار تجھے نظر نہ آئیں، ہم خروج کے وقت کو بہتر جانتے ہیں۔

ساتواں معجزہ: آپ کا امور عظیمہ کے متعلق خبر دینا

بحار میں مجالس مفید سے سند اسدیر صیرفی سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابا عبداللہ صادقؑ کے پاس تھا اور آپ کی خدمت میں اہل کوفہ کا ایک گروہ موجود تھا تو آپ نے فرمایا حج کرلو اس سے پہلے کہ حج نہ کرسکو اس سے پہلے کہ برجانیہ مانع ہو، علامہ مجلسی نے اس کا معنیٰ کیا ہے کہ حج کرو اس سے پہلے کہ راستے خطرناک ہو جائیں اور راستوں میں سفر کرنا ممکن نہ ہو گویا علامہ کے نزدیک یہ دو لفظ ہیں البر جانبہ یعنی بیابان اور اس کے اطراف لیکن بعض اہل تحقیق نے نقل کیا ہے، برجانیہ برطانیہ کا معرب ہے یعنی حج کرو اس سے پہلے کہ عراق کی وہ مسجد خراب ہو جو درخت خرمہ اور نہروں کے درمیان ہے اور حج کرو اس سے پہلے کہ زورا میں بیری کا درخت کاٹ دیا جائے جو اس کھجور کے درخت کی جڑوں کے اوپر ہے کہ جس سے حضرت مریم نے تازہ کھجوریں توڑیں تھیں، پس جب یہ امور واقع ہوں گے تو تم حج کرنے سے روک دیئے جاؤ گے اور پھل کم ہو جائیں گے اور تمام شہروں میں قحط سالی پیدا ہو گی اور مبتلا رہو گے، نرخوں کی گرانی اور بادشاہ کے ظلم وستم کے ساتھ اور تمہارے درمیان ظلم وستم یا بلاء و دباء اور بھوک عام ہو گی اور تمام دنیا سے فتنے تمہارا رخ کریں گے پس وائے اور ہلاکت ہے تمہارے لئے اے اہل عراق جب تمہاری طرف جھنڈے اور علم خراسان کی طرف سے آئیں گے اور وائے ہے اہل رے کے لئے ترک کی طرف سے اور وائے ہے اہل عراق کے لئے اہل رے کی طرف سے اور وائے ہے ان پر ثط کی طرف سے، سدید کہتا ہے میں نے عرض کیا اے مولا ثط کون ہے فرمایا ایک قوم ہے کہ جس کے کان چوہوں کی طرح چھوٹے ہونے کی وجہ سے ان کے لباس لوہے کے ہیں ان کی گفتگو شیاطین جیسی ہے ان کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہیں وہ کھوئے اور بالوں کے بغیر ہیں، خدا سے پناہ مانگو ان کے شر سے یہ لوگ ہیں کہ

جن کے ہاتھوں دین کی کشائش ہوگی اور یہ ہمارے امر امامت کا بنیں گے اس لحاظ سے کہ یہ ہمارے ظہور کا پیش خیمہ ہوں گے۔

آٹھواں معجزہ: حضرت کے لئے بیابان میں پانی کا ظاہر ہونا

بحار میں نوادر علی بن اسباط سے نقل کیا ہے کہ اس نے ابن طیال سے محمد بن معروف ہلالی سے روایت کی ہے جو کافی معمر لوگوں میں سے تھا اور اس کی عمر ایک سو اٹھائیس سال ہوئی ہے وہ کہتا ہے میں سفاح کے زمانہ میں مقام حیرہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ لوگ آپ کے گرد اتنے جمع ہیں کہ آپ تک پہنچنا ممکن نہیں میں تین دن برابر گیا لیکن کسی طرح بھی اپنے آپ کو آپ تک نہ پہنچا سکا، لوگوں کی کثرت اور اژدہام کی وجہ سے جب چوتھا دن ہوا اور لوگوں کی کچھ بھیڑ کم ہوئی تو حضرت نے مجھے دیکھ کر قریب بلایا، پس آپ حضرت امیر المومنینؑ کی قبر کی زیارت کے لئے چل پڑے میں بھی آنجناب کے ساتھ چلا جب کچھ راستہ چلے تو آپ کو پیشاب کرنے کی سخت ضرورت محسوس ہوئی پس آپ سڑک سے ایک طرف ہٹ گئے اور اپنے ہاتھ سے ریت ہٹائی تو آپ کے لئے پانی ظاہر ہوا کہ جس سے آپ نے نماز کے لئے وضو کیا پس آپ نے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور دعا مانگی اور آپ کی دعا یہ تھی" اللھم لا تجعلنی ممن تقدم فمرق ولا ممن تخلف فمحق واجعلنی من النمط الاوسط'' پس آپ چلنے لگے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا فرمایا اے لڑکے دریا کوئی ہمسایہ نہیں ہے اور بادشاہ کا کوئی دوست نہیں اور عافیت کی کوئی قیمت نہیں، کتنے اشخاص آسودہ اور راحت میں ہیں اور وہ جانتے نہیں پھر فرمایا پانچ چیزوں سے تمسک رکھو مقدم کرو استخارہ اور طلب خیر کو اور سہولت سے تبرک حاصل کرو اور اپنے آپ کو حلم و بردباری کے ساتھ زینت دو اور جھوٹ بولنے سے دور رہو اور پیمانہ اور ترازو پورا دو، پھر فرمایا بھاگ جاؤ جب عرب اپنے سر سے رسی نکال دے اور بے مہار ہو جائے اور باز نطینہ روک دے اور حج کا راستہ منقطع ہو جائے اس وقت فرمایا کہ حج کرو اس سے پہلے کہ نہ کر سکو، اور اشارہ کیا آپ نے قبلہ کی طرف اپنے انگوٹھے کے ساتھ فرمایا اس طرف ستر ہزار یا اس سے زیادہ افراد قتل کئے جائیں گے، الخ۔ مولف کہتا ہے کہ جن پانچ چیزوں سے تمسک کا حکم دیا ہے حضرت نے فرمایا یہ آداب تجارت وکسب میں سے ہیں اور امیر المومنینؑ روزانہ اہل کوفہ کو ان کے ساتھ اور چند دیگر امور کا حکم دیتے تھے جیسا کہ شیخ کلینی نے کافی میں روایت کی ہے جابر سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت امیر المومنینؑ تمہارے پاس کوفہ میں رہتے تھے اور آپ روزانہ دن کے ابتدائی وقت میں دار الامارہ سے نکلتے اور کوفہ کے ایک ایک بازار میں گردش کرتے اور تازیانہ آپ کے کندھے پر ہوتا کہ جس کے دو سرے تھے اور اسے سبیہ کہتے تھے پس ہر بازار کے سرے پر کھڑے ہو کر پکارتے تھے کہ اے گروہ تجار ڈرو عذاب خدا سے جب لوگ آپ کی آواز سنتے تو جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہوتا اسے پھینک دیتے اور اپنے دل کو آپ کی طرف متوجہ کرتے اور کان لگاتے کہ حضرت کیا فرماتے ہیں آپ فرماتے کہ طلب خیر کو مقدم رکھو اور خوش معاملگی کے ساتھ برکت حاصل کرو اور خریداروں کے قریب ہو جاؤ یعنی جنس کی زیادہ قیمت نہ بتاؤ جو مشتری کی کہی ہوئی قیمت سے دور ہو اور اپنے آپ کو

بردباری سے مزین کرو اور قسم کھانے سے بچو یعنی اگر چہ سچی قسم ہو اور جھوٹ بولنے سے اجتناب کرو اور ظلم وستم سے دور رہو اور مظلوموں کے ساتھ انصاف کرو اس معنی میں کہ اگر کسی کو خسارہ ہو اور وہ سودا لوٹانا چاہے تو واپس لو اور معاملہ ختم کردو اور سود کے قریب نہ جاؤ اس معنی میں کہ ہر اس معاملہ سے بچو کہ جس میں سود کا احتمال ہو اور پورا دو پیمانہ اور ترازو اور لوگوں کا حق کم نہ دو، اور زمین میں فساد نہ کرو پس آپ کوفہ کے سب بازاروں میں گردش کرتے اور اس کے بعد واپس آکر لوگوں کے فیصلوں کے لئے آبیٹھتے۔

نواں معجزہ: آپ کا بہت سا سونا زمین سے نکالنا۔

شیخ کلینی نے حضرت صادقؑ کے اصحاب میں سے ایک جماعت سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت کے پاس تھے کہ آپ نے فرمایا ہمارے پاس ہیں زمین کے خزانے اور ان کی چابیاں اور اگر میں چاہوں تو اپنے دو پاؤں میں سے کسی کی طرف اشارہ کروں کہ اے زمین نکال دے، وہ سونا جو تجھ میں ہے تو وہ نکال پھینکے پھر اس کے بعد آپ نے اپنے ایک پاؤں سے اشارہ کیا اس طرح کہ آپ نے زمین پر پاؤں کھینچا جس طرح کہ کھینچا جاتا ہے تو زمین پھٹ گئی اور آپ نے اس میں اپنا ہاتھ داخل کر کے اس میں سے عمدہ قسم کا سونا نکالا جو ایک بالشت کے برابر تھا اس کے بعد فرمایا غور سے زمین کے شگاف میں دیکھو ہم نے دیکھا تو عمدہ قسم کا بہت سونا تھا اور اس کے ٹکڑے ایک دوسرے پر تھے اور وہ چمک رہے تھے پس آپ سے اس جماعت میں سے کسی نے عرض کیا کہ آپ پر قربان جاؤں یہ سب کچھ خدا نے آپ کو عطا فرمایا ہے اور باوجود اس کے شیعہ محتاج و نادار ہیں، فرمایا بے شک خداوند عالم ہمارے اور ہمارے شیعوں کے لئے دنیا و آخرت کو جمع کردے گا، اور انہیں جنات نعیم میں داخل کرے گا، اور ہمارے دشمن کو نار جحیم میں داخل کرے گا۔

دسواں معجزہ: آپ کا پوشیدہ چیزوں سے باخبر ہونا

نیز صفوان بن یحییٰ سے روایت کی ہے اور اس نے جعفر بن محمد بن اشعث سے اس نے مجھ سے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم اس امر میں کس وجہ سے داخل ہوئے، یعنی تشیع و ولایت اہل بیتؑ میں اور امامؑ کی معرفت پیدا کی حالانکہ ہمارے سلسلہ میں تشیع کا کوئی ذکر ہی نہ تھا اور نہ معرفت کی کوئی چیز جو کہ فضائل اہل بیت علیہم السلام میں سے دوسرے لوگوں کے پاس ہے میں نے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے جعفر نے کہا کہ ابوجعفر دوانقی نے میرے باپ محمد بن اشعب سے کہا کہ اے محمد میرے لئے کوئی ایسا شخص تلاش کرو جو صاحب عقل ہو اور میرا ایک کام بجالائے میرے باپ نے کہا کہ میں نے اس کام کے لئے ایک شخص فلاں بن مہاجر اپنے ماموں کو مناسب سمجھا ہے، دوانقی کہنے لگا اسے لے آؤ وہ کہتا ہے کہ میں اپنے ماموں کو اس کے پاس لے آیا، ابوجعفر نے اس سے کہا اے مہاجر کے بیٹے یہ مال لے کر مدینہ جاؤ اور اسے عبداللہ بن حسن اور اس کے خاندان والوں کے پاس لے جاؤ

کہ جن میں جعفرؑ بن محمدؑ بھی ہیں پس ان سے کہو کہ میں ایک مسافر ہوں، اہل خراسان میں سے ایک جماعت ہے جنہوں نے یہ مال آپ کے پاس بھیجا ہے اور ہر ایک کو ان ان شروط کے ساتھ مال دے دو، یعنی بشرطیکہ خلوت میں ہو اور خروج کا ارادہ نہ رکھتا ہو تا کہ معلوم ہو کہ ان میں سے کون شخص ارادہ خروج رکھتا ہے پس جب مال لے لیں تو ان سے کہو کہ میں تو قاصد ہوں میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس آپ کے خطوط ہونے چاہیں کہ یہ مال آپ نے مجھ سے وصول کیا ہے پس میرے ماموں نے وہ مال لیا اور مدینہ چلا گیا جب وہ مدینہ سے پھر کر ابوجعفر دوانقی کے پاس آیا اور محمد بن اشعث بھی ان کے پاس تھا ابوجعفر دوانقی نے کہا کیا خبر لے کر آئے ہو، وہ کہنے لگا میں ان لوگوں کے پاس گیا اور یہ خطوط ہیں ان کی وصولی مال کے متعلق سوائے جعفرؑ بن محمدؑ کے کیونکہ میں ان کے پاس گیا تو وہ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھ رہے تھے میں ان کے پیچھے بیٹھ گیا میں نے دل میں کہا کہ مجھے انتظار کرنا چاہیے، جب وہ نماز سے فارغ ہوں گے تو ان سے وہ کچھ کہوں گا جو ان کے ساتھیوں سے کہا تھا، پس آپ نے جلدی سے نماز ختم کی اور میری طرف رخ کیا اور فرمایا اے فلاں خدا سے ڈرو اور اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو دھوکہ نہ دو کیونکہ ابھی تھوڑا وقت گذرا ہے کہ ان لوگون نے بنی مردان کی حکومت کے ظلم سے چھٹکارا حاصل کیا ہے اور وہ سب محتاج ہیں مراد یہ تھی کہ مال لینے میں مضطر اور معذور ہیں اور یہ خروج کا ارادہ نہیں رکھتے میں نے کہا اصلحک اللہ یہ دھوکہ دینا اور فریب دینا کون سا ہے، پس آپ نے اپنا سر میرے قریب کیا تا کہ کوئی سننے نہ پائے اور مجھے وہ سب کچھ بتایا جو میرے اور آپ کے درمیان واقعہ گذرا تھا گو یا وہ ہماری اس نشست میں موجود تھے کہ جس میں آپ نے مجھے ہدایات دیں اور وہ ہم میں سے تیسرے شخص تھے، ابوجعفر دوانقی کہنے لگا اے مہاجر کے بیٹے اہل بیت نبوتؐ میں کوئی نہ کوئی شخص محدث ہے یعنی جس سے ملائکہ باتیں کرتے ہیں اور ہمارے اس زمانہ کا محدث جعفر بن محمد ہیں راوی خبر جعفر بن محمد بن اشعث کہتا ہے کہ یہ دلیل اور معجزہ سبب بنا کر ہم تشیع کے قائل ہوئے۔

گیارہواں معجزہ: حضرت کا مردہ گائے کو زندہ کرنا

خدا کے اذن سے کتاب خرائج میں ہے کہ مفضل بن عمر سے روایت ہے وہ کہتا ہے ہم حضرت صادقؑ کے ساتھ مکہ میں جا رہے تھے یا منیٰ میں کہا کہ ہم ایک عورت کے قریب سے گذرے کہ جس کے سامنے ایک گائے مری پڑی تھی، درانحالیکہ وہ عورت اور اس کے بچے رو رہے تھے، حضرت نے فرمایا تمہارا معاملہ کیا ہے وہ عورت کہنے لگی کہ میں اور میرے بچے اس گائے سے روزی کھاتے تھے اور وہ مرگئی ہے اور میں حیران ہوں کہ اب کیا کروں آپ نے فرمایا تو پسند کرتی ہے کہ خداوند عالم اس کو زندہ کر دے وہ کہنے لگی تم ہم سے مزاق اور تمسخر کرتے ہو فرمایا ایسا نہیں میں مزاح نہیں کر رہا پھر آپ نے دعا پڑی اور اپنے پاؤں سے گائے کو ٹھوکر لگائی اور اسکو آواز دی وہ گائے زندہ ہو کر جلدی سے کھڑی ہوگئی، وہ عورت کہنے لگی رب کعبہ کی قسم یہ عیسیٰ ہے حضرت نے اپنے آپ کو اژدہام مردم میں داخل کیا تا کہ پہچانے نہ جائیں۔

بارہواں معجزہ: آپ کا جانوروں کی زبان جاننا

نیز اسی کتاب میں ہے صفوان بن یحییٰ نے جابر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں حضرت صادقؑ کے پاس تھا اور ہم آپ کے ساتھ باہر نکلے اچانک ہم نے دیکھا کہ ایک شخص بکری کے بچے کو اٹھا کر ذبح کرنا چاہتا ہے جب اس بکری کے بچے کی نگاہ آپ پر پڑی تو وہ چلایا، حضرت نے اس شخص سے فرمایا اس بکری کے بچے کی کتنی قیمت ہے اس نے کہا کہ چار درہم حضرت نے اپنی تھیلی سے چار درہم نکال کر اسے دیئے اور فرمایا اس بکری کے بچے کو اپنے لئے چھوڑ دو پس وہاں سے آگے گئے تو اچانک دیکھا کہ ایک شاہین تیتر کے پیچھے لگا ہوا ہے کہ وہ اسے شکار کرے وہ تیتر چلایا، حضرت صادقؑ نے شاہین کو اشارہ کیا اپنی آستین کے ساتھ پس وہ شاہین تیتر کا شکار چھوڑ کر چل دیا میں نے کہا ہم نے آپ سے عجیب چیز دیکھی ہے فرمایا ہاں اس بکری کے بچے کو وہ شخص ذبح کرنے کے لئے لٹا چکا تھا جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو اس نے کہا میں اللہ سے اور آپ سے اے اہل بیت پناہ چاہتا ہوں اس چیز سے جو میرے متعلق ارادہ کیا گیا ہے اور تیتر نے بھی یہی کہا اور اگر شیعوں میں استقامت ہوتی تو میں تمہیں پرندوں کی بولی زبان سنواتا۔

تیرہواں معجزہ: حضرت کا خبر دینا نہر بلخ کی رات والے شخص کی

نیز کتاب خرائج میں ہارون بن ریاب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میرا ایک بھائی جارودی مذہب کا تھا، ایک دفعہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے فرمایا تیرا بھائی کیسا ہے جو جارودی ہے میں نے کہا کہ وہ اچھا اور پسندیدہ ہے، قاضی اور اپنے ہمسایوں کے نزدیک اور تمام حالات میں اس میں کوئی عیب نہیں لیکن وہ آپ کی ولایت کا اقرار نہیں کرتا، فرمایا اسے کون سی چیز اس سے مانع ہے میں نے کہا اس کا گمان یہ ہے کہ یہ اس کی ورع اور خدا پرستی ہے فرمایا اس کی ورع نہر بلخ کی رات کہاں تھی، راوی کہتا ہے کہ میں اپنے بھائی کے پاس گیا اور اس سے کہا تیری ماں تیرے ماتم و تعزیت میں بیٹھے، بلخ کی نہر کی رات کا کیا قصہ ہے اور میں نے حضرت صادقؑ سے اس کے متعلق جو گفتگو ہوئی تھی وہ بیان کر دی میرا بھائی کہنے لگا کیا حضرت صادقؑ نے تجھے خبر دی ہے میں نے کہا کہ ہاں وہ کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ رب العالمین کی حجت ہیں میں نے کہا کہ اپنا واقعہ مجھ سے بیان کرو، وہ کہنے لگا کہ میں نہر بلخ کے پیچھے آ رہا تھا اور میرا ساتھی ہو گیا ایک شخص کہ جس کے ساتھ ایک گانے والی کنیز تھی پس وہ شخص مجھ سے کہنے لگا کہ یا تم ہمارے لئے آگ تلاش کر کے لے آؤ اور میں تمہارے اسباب کی حفاظت کرتا ہوں یا میں آگ تلاش کرنے جاتا ہوں اور تم میرے سامان کی حفاظت کرو، میں نے اس سے کہا کہ تم آگ تلاش کرنے جاؤ اور میں تمہارے مال کی حفاظت کرتا ہوں، پس جب وہ شخص آگ کی تلاش میں چلا گیا تو میں اس کنیز کے پاس گیا اور میرے اور اس کے درمیان ہوا جو کچھ ہوا خدا کی قسم نہ اس کنیز نے یہ چیز فاش کی اور نہ میں نے کسی سے بیان کیا اور اسے سوائے خداوند عالم کے کوئی نہیں جانتا تھا پس

میرے بھائی کو خوف خدا عارض ہوا اور دوسرے سال ہم اس کے ساتھ نکلے اور حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، پس آپ کی بارگاہ سے باہر نہ نکلا جب تک آپ کی امامت کا قائل نہیں ہوا۔

چودھواں معجزہ: جو کچھ داؤد رقی نیسفر سندھ میں حضرت کے دلائل و معجزات دیکھے

نیز اس کتاب میں ہے کہ داؤد رقی کہتا ہے کہ میں حضرت کے ساتھ تھا کہ حضرت نے مجھ سے فرمایا کیا وجہ ہے کہ تیرا رنگ مجھے متغیر نظر آتا ہے میں نے کہا کہ میرے رنگ کو بہت زیادہ رسوا کرنے والے قرض نے متغیر کر رکھا ہے اور میں نے ارادہ کیا ہے کہ قرض کے لئے میں کشتی پر سوار ہو کر سندھ میں اپنے فلاں بھائی کے پاس جاؤں آپ نے فرمایا جب چاہو چلے جاؤ، میں نے کہا کہ مجھے اس سفر سے دریا کی ہولنا کیوں اور اس کے زلزلوں نے روک رکھا ہے فرمایا جو خدا خشکی میں تیری حفاظت کرتا ہے وہ دریا میں بھی تیری حفاظت کرے گا، اے داؤد اگر ہم نہ ہوتے تو نہریں جاری نہ ہوتیں اور پھل نہ پکتے اور درخت سرسبز نہ ہوتے، داؤد کہتا ہے کہ میں کشتی میں سوار ہوا اور سیر کرتے کرتے جہاں تک خدا نے چاہا کہ جائے ساحل پر پہنچے، پس میں کشتی سے باہر نکلا بعد اس کے کہ ایک سو بیس دن میں کشتی میں رہا تھا پس اچانک ایک چمکنے والا نور آسمان کے کنارے سے ظاہر ہو کر زمین تک پہنچا، پھر آہستہ سے میرے کان میں آواز پہنچی کہ اے داؤد یہ تیرے قرض کے ادا ہونے کا وقت ہے سر بلند کرو کہ صحیح و سالم رہے وہ وہ کہتا ہے میں نے سر بلند کیا تو مجھے ندا آئی کہ اس سرخ ٹیلے کے پیچھے جاؤ جب میں وہاں پہنچا تو سرخ سونے کے سکے دیکھے جس کی ایک طرف صاف تھی اور دوسری طرف یہ آیت شریف لکھی تھی ''هذا عطاء نا فامنن او امسك بغير حساب''، یعنی یہ ہماری تم پر بخشش ہے پس جسے چاہو اس میں سے عطا کر و یا جس سے چاہو روک لو کہ تم سے کوئی حساب نہیں، راوی کہتا ہے میں نے وہ سونے کے ٹکڑے اٹھا لئے اور ان کی قیمت بے شمار تھی میں نے کہا کہ ان سے کوئی سروکار نہیں رکھوں گا، جب تک مدینہ نہ جاؤں پس میں مدینہ آیا اور حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے داؤد ہماری عطا تمہارے لئے وہ نور تھا جو چمکا نہ وہ سونا کہ جس کے پاس تم گئے تھے لیکن وہ بھی تمہارے لئے گوارا ہو وہ پروردگار کی طرف سے عطا و بخشش ہے پس خدا کی حمد و ثنا بجالاؤ، داؤد کہتا ہے کہ میں نے حضرت کے غلام معتب سے سوال کیا کہ جب میں کشتی سے باہر نکلا تو حضرت کیا کر رہے تھے وہ کہنے لگا جو وقت تم بتاتے ہو اس وقت حضرت اپنے اصحاب سے مشغول گفتگو تھے کہ جن میں خیثمہ حمران اور عبدالاعلی تھا آپ کا رخ ان کی طرف تھا اور آپ وہ باتیں کر رہے تھے جو تم نے بیان کی ہیں اور جب نماز کا وقت ہوا تو حضرت نے اٹھ کر انہیں نماز پڑھائی داؤد کہتا ہے کہ اس گروہ سے یہی سوال کیا تو انہوں نے بھی یہی بات ذکر کی۔

پندرھواں معجزہ: محمد حنفیہ کو اذن خدا سے آپ کا سید حمیری کے لئے زندہ کرنا

مدینۃ المعاجز میں ثاقب المناقب سے نقل کیا ہے کہ ابو ہاشم اسماعیل بن محمد حمیری کہتے ہیں کہ میں حضرت صادقؑ کی

خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے عرض کیا فرزند رسولؑ میں نے سنا ہے کہ آپ میرے حق میں فرماتے ہیں کہ میں کسی چیز پر نہیں (یعنی میرا اعتقاد صحیح نہیں) حالانکہ میں نے اپنی زندگی آپ کی محبت میں گذاری ہے اور لوگوں کی ہجو وقدح آپ کی وجہ سے کی ہے، فرمایا تو نے محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کے حق میں یہ نہیں کہا" حتی متیٰ والیٰ و کم المدیٰ یا بن الوصی وانت حئی ترزق، تثوی برضویٰ لا تزال ولا تریٰ، وبنا الیك من الصبابۃ اولق "یعنی کب تک اور کتنی مدت اے وصی رسولؐ کے بیٹے تو زندہ رہے گا اور رزق کھائے گا اور رضوی پہاڑ میں طویل مدت تک قیام کرے گا اور ہمیشہ وہاں رہے گا اور تیرا دیدار نہیں ہوگا، حالانکہ ہم تیرے شوق وعشق میں دیوانہ ہو گئے ہیں، آیا تو اس کا قائل اور معتقد نہیں کہ محمد بن حنفیہ قائم ہیں رضوی پہاڑ میں اور ایک شیر ان کی دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف ہے اور صبح وشام انہیں روزی ملتی ہے، وائے ہو تجھ پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی وحسنؑ وحسینؑ علیہم السلام محمد بن حنفیہ سے بہتر ہیں اور محمد بن حنفیہ نے موت کا مزا چکھا ہے اسماعیل حمیری نے عرض کیا تو کیا اس کی کوئی دلیل ہے فرمایا ہاں بے شک میرے والد نے مجھے بتایا کہ انہوں نے محمد حنفیہ کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور ان کے دفن کے وقت وہ موجود تھے اور میں تمہیں اس کی آیت اور علامت ونشانی دکھاتا ہوں پس آپ نے سید کا ہاتھ پکڑا اور انہیں ایک قبر کے پاس لے گئے اور اس پر اپنا ہاتھ مارا اور دعا پڑھی فوراً قبر پھٹ گئی اور ایک شخص کہ جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے قبر سے باہر نکلا اور وہ اپنے سر وصورت سے خاک جھاڑ رہا تھا اور کہتا تھا کہ ابوہاشم مجھے پہچانتے ہو، سید حمیری نے کہا کہ نہیں اس نے کہا میں محمد حنفیہ ہوں بے شک حسین علیہ السلام کے بعد امام علی بن الحسینؑ اور ان کے بعد محمد بن علی اور ان کے بعد یہ ہیں علیہم السلام پھر انہوں نے اپنا سر قبر میں داخل کر لیا اور قبر بند ہوگئی، اس وقت اسماعیل بن محمد نے یہ شعر کہے!

تجعفرت باسم اللہ ، اللہ اکبر
وایقنت ان اللہ یعفو و یغفر
ودنت بدین غیر ما کنت دائنا
بہ و نہانی سید الناس جعفر
فقلت فھبنی قد تھودت برھۃ
والا فدینی دین من ینتنصر
فانی الی الرحمن من ذاك تائب
وانی قد اسلمت واللہ اکبر

میں نام خدا پر جعفری ہو گیا اور اللہ بزرگ وبرتر ہے اور مجھے یقین ہے کہ خدا معاف کرتا اور بخش دیتا ہے اور اب میں نے اس دین کو اپنا لیا ہے کہ جس کے غیر کو میں دین سمجھتا تھا اور مجھے لوگوں کے

سردار و آقا جناب جعفر صادقؑ نے منع کیا ہے پس میں نے کہا کہ فرض کیجئے کہ میں ایک زمانہ تک یہودی تھا ورنہ مرا دین نصاریٰ والا تھا، اب میں خدائے رحمن کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور اسلام لاتا ہوں اور خدا ہی بزرگ و برتر ہے۔

سولہواں معجزہ: آپ کا ابوبصیر کے مجنب ہونے کی خبر دینا

شیخ مفید نے کتاب ارشاد میں ابوبصیر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں مدینہ میں گیا اور میرے ساتھ میری ایک کنیز تھی پس میں نے اس سے ہمبستری کی اور میں گھر سے باہر نکلا تا کہ حمام میں جاؤں، میں نے اپنے شیعہ دوستوں کو دیکھا کہ وہ امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں جا رہے ہیں، مجھے یہ خوف محسوس ہوا کہ یہ شرف یاب زیارت ہو لیں اور میں کہیں زیارت سے محروم نہ رہ جاؤں تو میں بھی ان کے ساتھ چل دیا یہاں تک کہ میں ان کے ساتھ حضرت کے دولت سرا میں داخل ہوا جب میں حضرت کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا، ابوبصیر کیا تجھے معلوم نہیں کہ انبیاء اور اولاد انبیاء کے گھروں میں مجنب داخل نہیں ہو سکتے مجھے خجالت محسوس ہوئی اور شرم آئی اور میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ چونکہ میں نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا کہ وہ شرف یاب ہو رہے ہیں تو مجھے خوف ہوا کہ مجھ سے ان کے ساتھ مل کر آپ کی زیارت فوت نہ ہو جائے دوبارہ میں ایسا کام نہیں کروں گا یہ کہہ کر میں باہر نکل آیا۔

سترہواں معجزہ: ایک شخص کے ضمیر اور دل کی بات بتانا

شیخ کلینی نے راویت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا اے فرزند رسول میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں شہر کوفہ سے نکل کر ایسی جگہ پہنچا ہوں کہ جسے میں پہچانتا ہوں وہاں میں نے دیکھا ہے گویا اینٹ کا آدمی یا لکڑی سے بنا ہوا مرد جو ایک لکڑی کے گھوڑے پر سوار ہے اور وہ اپنی تلوار کو چمکاتا ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں، درانحالیکہ میں خوف زدہ اور مرعوب ہوں، حضرت نے فرمایا تو ایسا شخص ہے کہ ایک آدمی کو مصیبت میں ہلاک کرنا چاہتا ہے یعنی تو چاہتا ہے کہ جو کچھ اسباب زندگی اور مادہ حیات ہیں وہ اس سے لے لے پس ڈر اس خدا سے کہ جس نے تجھے پیدا کیا ہے اور تجھے مارے گا وہ شخص کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کو علم عطا ہوا ہے اور اسے اس کے معدن سے آپ نے لیا ہے، میں آپ کو خبر دیتا ہوں اے فرزند رسولؐ اس چیز کی جو آپ نے میرے لئے بیان کی ہے، بے شک میرا ایک ہمسایہ میرے پاس آیا اور میرے سامنے یہ پیش کیا کہ میں اس کی زمین خرید لوں، پس میں چاہتا تھا کہ اس کا مالک بن جاؤں تھوڑی سی قیمت پر چونکہ مجھے معلوم ہے کہ اس کا اور کوئی خریدار نہیں ہے آپ نے فرمایا کیا وہ شخص ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری چاہتا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں اے فرزند رسولؐ وہ ایسا شخص ہے جس کی بصیرت عمدہ اور دین مستحکم ہے اور میں توبہ کرتا ہوں،

بارگاہ الٰہی میں اور آپ کی خدمت میں اس چیز سے کہ جس کا میں نے قصد کیا اور نیت کی تھی، اس وقت اس شخص نے کہا اے فرزند رسولؐ مجھے یہ بتایئے کہ اگر یہ شخص ناصبی ہوتا تو میرے لئے اس سے یہ کام کرنا حلال تھا؟ حضرت نے فرمایا کہ امانت ادا کرو ہر اس شخص کو جو تمہیں امین سمجھے اور تم سے نصیحت چاہے اگر چہ وہ امام علیہ السلام کا قاتل ہی کیوں نہ ہو۔

اٹھارہواں معجزہ: خداوند عالم کا آپ کے قتل ہونے سے حفاظت کرنا

سید ابن طاؤس نے ربیع حاجب منصور سے روایت کی ہے کہ ایک دن منصور نے مجھے بلایا اور کہنے لگا تم دیکھ رہے ہو کہ کیسی کیسی باتیں لوگ جعفرؑ بن محمدؑ کے متعلق نقل کرتے ہیں، خدا کی قسم میں اس کی نسل کو ختم کر دوں گا، پھر اپنے ایک امیر کو بلایا اور اس سے کہا ہزار آدمی کا دستہ لے کر مدینہ جاؤ بے خبر (اچانک) امام جعفرؑ کے گھر گھس جاؤ ان کا اور ان کے بیٹے موسیٰ کا سر قلم کر کے میرے پاس لے آؤ، جب وہ امیر مدینہ میں داخل ہوا، حضرت نے فرمایا دو ناقے لا کر آپ کے دروازے پر کھڑے کر دیے جائیں اور اپنی اولاد کو جمع کر کے محراب عبادت میں مشغول دعا ہو گئے، حضرت موسیٰ فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا تھا کہ وہ امیر اپنے لشکر کے ساتھ ہمارے گھر کے دروازے پر آیا اور اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا اور انہوں نے ان دو ناقوں کے سر اتار لئے اور واپس چلا گیا، جب منصور کے پاس گیا تو کہنے لگا جو حکم آپ نے دیا تھا وہ بجا لایا ہوں اور ایک تھیلا منصور کے پاس رکھ دیا، جب تھیلے کا منہ کھولا گیا تو ناقوں کے سر نظر آئے تو اس نے پوچھا یہ کیا ہے کہنے لگا اے امیر جب میں امام جعفرؑ کے گھر میں داخل ہوا تو میرا سر چکرا گیا اور وہ مکان میری نظر میں تاریک ہو گیا اور مجھے دو شخص نظر آئے اور مجھے یوں دکھائی دیا کہ امام جعفر اور ان کے بیٹے ہیں لہذا میں نے حکم دیا کہ ان کا سر اڑا دو اور آپ کے پاس لے آیا، منصور کہنے لگا اب جو کچھ تو نے دیکھا ہے یہ کسی سے بیان نہ کرنا اور کسی کو اس معجزہ کی اطلاع نہ دینا، جب تک منصور زندہ رہا میں نے یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کیا، مولف کہتا ہے کہ بعد والی فصل میں کچھ دلائل و معجزات اس معجزہ سے مشابہت رکھنے والے تحریر ہوں گے۔

پانچویں فصل

بعض ظلم وستم جو منصور دوانقی سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو پہنچے

مولف کہتا ہے کہ ہم اس فصل میں ان واقعات پر اکتفاء کرتے ہیں جو علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں ذکر کئے ہیں، فرماتے ہیں روایات معتبر میں مذکور ہے کہ ابوالعباس سفاح نے جو کہ بنی عباس کا پہلا خلیفہ تھا، آپ کو مدینہ سے عراق بلوایا اور وہ بہت سے معجزات بے شمار علوم اور اس امام عالی قدر کے مکارم اخلاق واطوار دیکھ کر آپ کو کوئی تکلیف واذیت نہ دے سکا اور رخصت دے دی اور حضرت مدینہ کی طرف واپس چلے گئے، جب منصور دوانقی سفاح کا بھائی خلافت تک پہنچا اور حضرت کے شیعوں اور پیروکاروں کی کثرت پر مطلع ہوا تو دوبارہ اس نے حضرت کو عراق بلایا اور پانچ دفعہ یا اس سے زیادہ اس مظلوم امامؑ کے قتل کا ارادہ کیا اور ہر دفعہ معجزہ عظیم دیکھ کر اس ارادہ سے باز رہا جیسا کہ ابن بابویہ اور ابن شہر آشوب اور دوسرے اعلام نے روایت کی ہے کہ ایک دن ابوجعفر منصور نے حضرت صادقؑ کو بلوایا تا کہ حضرت کو قتل کرے اور اس کے کہنے سے تلوار حاضر کی گئی اور ایک چمڑا بچھا دیا گیا اپنے حاجب ربیع سے کہا کہ جب وہ آئیں اور میں ان سے باتوں میں مشغول ہوں اور ہاتھ پر ہاتھ ماروں تو انہیں قتل کر دینا، ربیع کہتا ہے کہ جب میں حضرت کو لے آیا اور منصور کی نظر آپ پر پڑی تو کہنے لگا مرحبا خوش آمدی اے ابا عبداللہؑ آپ کو میں نے اس لئے بلایا ہے کہ آپ کے قرض ادا کروں اور آپ کی حاجات پوری کروں اور بہت معذرت چاہی اور حضرت کو روانہ کیا اور مجھ سے کہا کہ تین دن کے بعد حضرت کو مدینہ روانہ کر دینا، جب ربیع باہر آیا تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے فرزند رسولؐ وہ تلوار اور چمڑا جو آپ نے دیکھا تھا وہ آپ ہی کے لئے تھا کون سی دعا آپ نے پڑھی کہ اس کے شر سے محفوظ رہے، فرمایا یہ دعا پڑھی اور وہ دعا آپ نے اسے تعلیم کی اور دوسری روایت کے مطابق ربیع واپس آیا اور منصور سے کہنے لگا اے خلیفہ تیرے عظیم غصہ کو کس چیز نے خوشی کے ساتھ بدل دیا، منصور نے کہا اے ربیع جب وہ میرے گھر میں داخل ہوئے تو میں نے ایک بہت بڑا اژدھا دیکھا جو میرے قریب آیا اور وہ اپنے دانت پیستا تھا اور زبان فصیح سے کہتا کہ اگر تھوڑی سے تکلیف بھی امام زمانہ کو پہنچائی تو میں تیرا گوشت تیری ہڈیوں سے جدا کر دوں گا، تو میں نے اس کے ڈر سے یہ کیا تھا اور سید ابن طاؤس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ جب منصور ایک سال حج کے لئے آیا تو ربذہ پہنچا ایک دن حضرت صادقؑ پر غضب

ناک ہوا اور ابراہیم بن جبلہ سے کہا کہ جاؤ اور جعفرؑ بن محمدؑ کے گلے میں اس کا کپڑا ڈال کر اور کھینچ کر میرے پاس لے آؤ، ابراہیم کہتا ہے کہ میں جب منصور کے ہاں سے باہر نکلا تو حضرت کو مسجد ابوذر میں پایا اور مجھے شرم وحیا مانع ہوئے کہ حضرت سے وہ سلوک کروں جو اس نے کہا تھا میں آپ کے دامن سے لپٹا اور عرض کیا چلئے خلیفہ آپ کو بلا رہا ہے، حضرت نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون مجھے چھوڑو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، پس آپ نے دو رکعت نماز نفل پڑھی اور نماز کے بعد دعا پڑھی اور بہت روئے اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جس طرح اس نے تجھ سے کہا ہے اسی طرح مجھے لے چل میں نے کہا کہ خدا کی قسم اگر چہ میں قتل ہو جاؤں اس طرح میں آپ کو لے کر نہیں جاؤں گا اور میں نے حضرت کا ہاتھ تھاما اور انہیں لے چلا اور مجھے یقین تھا کہ وہ لعین آپ کے قتل کا حکم دے گا، جب منصور کے خیمے کے قریب پہنچے تو آپ نے ایک دوسری دعا پڑھی اور اندر داخل ہوئے جب منصور کی نگاہ آپ پر پڑی تو آپ کو عتاب وسرزنش کرنے لگا اور اس نے کہا خدا کی قسم میں آپ کو قتل کر دوں گا، حضرت نے فرمایا مجھ سے دستبردار ہو جاؤ کیونکہ میرے اور تمہارے ساتھ رہنے کا زمانہ تھوڑا رہ گیا ہے اور جلدی جدائی ہو جائے گی، منصور نے جب یہ خبر سنی تو آپ کو رخصت کر دیا اور عیسیٰ بن علی کو آپ کے پیچھے بھیجا کہ حضرت سے پوچھو کہ جدائی میرے فوت ہونے سے ہوگی یا آپ کی وفات سے ہوگی، وہ واپس آیا اور منصور کو بتایا تو وہ اس خبر سے خوش ہوا۔

نیز روایت ہے کہ ایک دن منصور اپنے قصر حمراء میں بیٹھا تھا اور جس دن اس محل شوم میں بیٹھتا تو اس دن کو لوگ یوم ذبح کہتے تھے کیونکہ وہ اس قصر میں صرف قتل وسیاست (سزا دینا) کے لئے بیٹھتا تھا اور انہیں دنوں اس نے حضرت صادقؑ کو مدینہ سے یہاں بلوایا ہوا تھا، اور حضرت وہاں آئے ہوئے تھے جب رات ہوئی اور رات کا کچھ حصہ گذر گیا تو اس نے ربیع حاجب کو بلایا اور کہنے لگا کہ تم اپنے قرب ومنزلت کو میرے نزدیک سمجھتے ہو میں نے ایسا محرم راز بنایا ہے کہ بہت سے ایسے رازوں سے تمہیں مطلع کیا ہے جنہیں میں اپنے اہل حرم سے پنہاں رکھتا ہوں، ربیع کہنے لگا یہ بات خلیفہ کی زیادہ شفقت کی بناء پر اور میں بھی آپ کی حکومت کی خیر خواہی میں کسی کو اپنی طرح نہیں سمجھتا، منصور نے کہا ایسا ہی ہے میں چاہتا ہوں کہ اسی وقت جاؤ اور جعفرؑ بن محمدؑ کو جس حالت میں وہ ہوں لے کر آؤ اور انہیں ان کی ہیئت وحالت تغیر نہ کرنے دینا، ربیع کہتا ہے کہ میں باہر نکلا اور کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون میں ہلاک ہوا کیونکہ اگر حضرت کو منصور کے پاس لے آتا ہوں تو اس شدت وغضب کی وجہ سے جو وہ رکھتا ہے آپ کو ہلاک کر دے گا اور میری نسل کو تباہ اور میرا مال ودولت لے لیگا پس میں دنیا وآخرت کے درمیان مترددہوا اور میرا نفس دنیا کی طرف مائل ہوا اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی، محمد بن ربیع کا بیٹا کہتا ہے کہ جب میرا باپ گھر میں آیا تو مجھے بلایا اور میں اس کے بیٹوں میں سے زیادہ جری اور سنگدل تھا، پس کہنے لگا کہ جعفرؑ بن محمد کے پاس جاؤ اور گھر کی دیوار سے اوپر چڑھ جاؤ اور اچانک ان کے مکان میں چلے جاؤ اور جس حالت میں انہیں دیکھو لے آؤ میں رات کے آخری حصہ میں حضرت کے گھر گیا اور سیڑھی لگائی اور خبر کئے بغیر ان کے گھر میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ ایک کرتا پہنے ہوئے اور ایک رومال باندھے آپ نماز میں مشغول ہیں جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا کہ چلئے خلیفہ آپ کو بلا رہا ہے فرمایا اتنی مہلت دو کہ دعا پڑھ لوں اور کپڑے پہن لوں،

میں نے کہا یہ نہیں ہوسکتا فرمایا پھر اتنی مہلت دو کہ جا کر غسل کرلوں اور مرنے کی تیاری کرلوں میں نے کہا کہ مجھے اتنی اجازت نہیں لہذا میں ایسا نہیں کرنے دوں گا پس اس بوڑھے اور کمزور شخص کو کہ جس کی عمر ستر سال سے زیادہ تھی ایک ہی پیراہن میں سر اور پاؤں ننگے گھر سے باہر لے آیا جب کچھ راستہ طے کیا تو ان پر کمزوری کا غلبہ ہوا تو مجھے رحم آ گیا اور انہیں اپنے خچر پر سوار کرلیا اور جب خلیفہ کے قصر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے سنا کہ وہ میرے باپ سے کہہ رہا ہے کہ وائے ہو تجھ پر اے ربیع دیر ہوگئی اور وہ نہیں آیا پس ربیع باہر آیا اور جب اس کی نگاہ امامؑ پر پڑی اور انہیں اس حالت میں دیکھا تو رونے لگا، کیونکہ ربیع کو حضرت سے بہت خلوص تھا اور اس بزرگوار کو امام زمانہ سمجھتا تھا، حضرت نے فرمایا اے ربیع میں جانتا ہوں کہ تو ہماری طرف میلان رکھتا ہے اتنی مہلت دے کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں اور اپنے پروردگار سے مناجات کرلوں، ربیع کہنے لگا جو آپ کا دل چاہے کیجئے اور منصور کے پاس پلٹ گیا اور وہ طیش و غضب کی حالت میں اصرار کر رہا تھا، کہ جعفرؑ کو جلدی حاضر کرو، پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور دانائے راز سے عرض نیاز کی، جب آپ فارغ ہوئے تو ربیع نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور ایوان قصر میں داخل ہوا، پس آپ نے ایوان کے اندر بھی دعا پڑھی اور جب امام عصر کو قصر کے اندر لے گیا اور منصور لعین کی نگاہ آپ پر پڑی تو غصے میں کہنے لگا اے جعفرؑ تم اولاد عباس پر اپنا حسد و بغاوت کم نہیں کرو گے اور ان کے ملک کو خراب و تباہ کرنے کی جتنی کوشش کرتے ہو تو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، حضرت نے فرمایا خدا کی قسم جو باتیں تم کہہ رہے ہو ان میں سے کوئی بھی میں نے نہیں کی، تمہیں معلوم ہے کہ میں نے بنی امیہ کے زمانہ میں (جو کہ دشمن ترین خلق تھے ہمارے اور تمہارے لئے باوجود ان تکالیف اور آزار کے جو ان کی طرف سے ہم کو اور ہمارے اہل بیتؑ کو پہنچے) یہ ارادہ نہیں کیا تھا اور میری طرف سے کوئی برائی انہیں نہیں پہنچی، اب تم سے اس قسم کا ارادہ میں کس لئے کروں گا باوجود نسبی قرب اور اس اشفاق والطاف کے جو تمہاری طرف سے ہم پر اور ہمارے رشتہ داروں پر ہیں پس منصور نے کچھ دیر سر نیچے کیا اور اس وقت گدھے پر بیٹھا ہوا تھا تکیہ کا سہارا لیا اور وہ ہمیشہ مسند کے نیچے تلوار رکھتا تھا پس کہنے لگا تم جھوٹ بولتے ہو اور اس نے ہاتھ مسند کے نیچے کیا اور اس میں سے بہت سے خطوط نکالے اور آپ کے پاس پھینک دیئے اور کہنے لگا یہ تمہارے خطوط ہیں جو اہل خراسان کو تم نے لکھے ہیں کہ وہ میری بیعت توڑ کر تمہاری بیعت کرلیں آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ مجھ پر افتراء ہے اور میں نے یہ خطوط نہیں لکھے اور نہ ایسا ارادہ کیا ہے اور میں نے تو عالم جوانی میں یہ عزم و ارادے نہیں کئے اب جب کہ بڑھاپے کی کمزوری مجھ پر غالب ہے کس طرح یہ ارادہ کرسکتا ہوں اگر چاہتے ہو تو مجھے اپنے لشکر کے اندر قرار دو یہاں تک کہ مجھ کو موت آ جائے، اور میری موت قریب بھی آ چکی ہے اور جتنا حضرت اس قسم کے کلمات معذرت آمیز فرماتے منصور لعین کا غصہ بڑھتا جاتا اور اس نے ایک بالشت برابر تلوار نیام سے نکالی، ربیع کہتا ہے کہ جب میں نے دیکھا کہ منصور نے تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا ہے میں کانپ گیا اور مجھے یقین ہوگیا کہ وہ حضرت کو قتل کر دے گا، پس اس نے تلوار نیام میں داخل کر لی اور وہ حرام زادہ کہنے لگا تمہیں شرم نہیں آتی کہ اس عمر میں فتنہ بپا کرنا چاہتے ہو تا کہ خون بہائے جائیں حضرت نے فرمایا خدا کی قسم میں نے یہ خطوط نہیں لکھے اور میری تحریر اور مہران میں نہیں ہے اور مجھ پر یہ افترا ہے، پس منصور نے ہاتھ برابر تلوار نیام سے باہر نکالی، ربیع

کہتا ہے کہ اس وقت میں نے عزم کیا کہ اگر اس نے مجھے حضرت کے قتل کا حکم دیا تو میں تلوار ہاتھ میں لے کر خود منصور پر لگاؤں گا اگرچہ یہ چیز میرے اور میری اولاد کی ہلاکت کا سبب بنے اور میں نے توبہ کی اس چیز سے جو پہلے میں حضرت کے متعلق ارادہ کر چکا تھا، پس پھر منصور کی غضب کی آگ بھڑکی اور ساری تلوار نیام سے نکال لی اور حضرت اس کے پاس کھڑے اور شہادت کے منتظر تھے اور معذرت کر رہے تھے اور منصور قبول نہیں کرتا تھا پس اس نے ایک لحظہ سر نیچے کیا اور کہنے لگا آپ نے سچ کہا ہے اور مجھ سے کہا اے ربیع عطر کی ڈبیہ لے آؤ جو میرے لئے مخصوص ہے جب میں لے آیا تو حضرت کو اس نے اپنے قریب بلایا اور اپنی مسند پر بٹھایا اور اس خوشبو سے آپ کی ریش مقدس کو معطر کیا اور کہنے لگا میرا اسب سے عمدہ گھوڑا لے آؤ اور جعفرؑ کو اس پر سوار کرو اور انہیں دس ہزار درہم دو اور ان کے گھر تک ساتھ جا کر انہیں چھوڑ آؤ اور انہیں مختار قرار دو کہ وہ ہمارے پاس انتہائی حرمت و کرامت کے ساتھ رہیں یا اپنے جد بزرگوار کے مدینہ کی طرف واپس جائیں، ربیع کہتا ہے کہ میں خوشی کے ساتھ باہر نکلا اور مجھے تعجب تھا اس سے کہ منصور کا پہلے آپ کے متعلق کیا ارادہ تھا اور آخر میں اس نے کیا عمل کیا جب میں قصر کے صحن میں پہنچا تو عرض کیا اے فرزند رسولؐ آپ کے حق میں سلوک کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ دعا کا اثر ہے کہ جو آپ نے نماز کے بعد پڑھی تھی اور وہ دوسری دعا جو ایوان کے اندر پڑھی تھی، حضرت نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے پہلی دعا تو دعائے کرب وشدائد ہے اور دوسری وہ دعا ہے جو رسول خداؐ نے جنگ احزاب کے دن پڑھی تھی، پس فرمایا کہ اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ منصور آزردہ ہوگا تو میں یہ مال تجھے دے دیتا لیکن مدینہ میں جو میرا کھیت ہے کہ اب سے پہلے تو اس کے دس ہزار درہم مجھے دیتا تھا اور میں نے تجھے نہیں دیا تھا وہ تجھے بخشتا ہوں میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ مجھے وہ دعائیں تعلیم کیجئے، میری خواہش صرف یہی ہے اور دوسری کوئی چیز میں نہیں چاہتا، حضرت نے فرمایا ہم اہل بیتؑ رسالتؐ جو عطا و بخشش کسی پر کرتے ہیں وہ دوبارہ نہیں لیتے اور وہ دعائیں بھی تجھے تعلیم کروں گا جب میں حضرت کے ساتھ آپ کے دولت کدہ پر پہنچا تو آپ نے وہ دعائیں پڑھیں اور میں نے لکھ لیں اور اس مزرعہ کا تمسک و قبالہ بھی لکھ کر مجھے دیا میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ جب آپ کو منصور کے پاس لے آئے اور آپ نماز اور دعا میں مشغول ہوئے اور منصور اظہار طیش وغضب کرتا اور آپ کے حاضر کرنے میں تاکید کرتا تھا تو مجھے آپ میں کسی قسم کا خوف واضطراب نظر نہیں آتا تھا، حضرت نے فرمایا کہ جس کے دل میں جلالت وعظمت الٰہی جلوہ گر ہو، مخلوق کی شان وشوکت ودبدبہ اس کی نظر میں نہیں جو خدا سے ڈرتا ہے وہ بندوں سے نہیں ڈرتا، ربیع کہتا ہے کہ میں جب منصور کے پاس پلٹ گیا اور خلوت ہوئی تو میں نے کہا اے امیر گذشتہ رات میں نے عجیب وغریب چیزیں آپ سے دیکھی ہیں، ابتداء میں سخت غضب کی حالت میں جعفرؑ بن محمدؑ کو آپ نے بلایا اور اتنے غضب وغصہ میں آپ کو دیکھا کہ کبھی ایسا غضب میں نے آپ میں نہیں دیکھا تھا یہاں تک کہ آپ نے ایک مالشت تلوار نکالی پھر ہاتھ کے برابر اور اس کے بعد پوری تلوار ننگی کر لی اور اس کے بعد آپ پلٹے ہیں اور ان کا اکرام عظیم وعزت و تکریم کی ہے اور اپنی مخصوص ڈبیہ سے انہیں عطر لگایا ہے اور دوسرے اکرام واحترام کئے ہیں اور مجھے ان کی مشایعت کے لئے مامور کیا اس کا سبب کیا ہے، کہنے لگا اے ربیع میں کوئی راز تم سے نہیں چھپاتا لیکن اس راز کو مخفی رکھنا تا کہ یہ اولاد فاطمہؑ اور ان کے

شیعوں تک نہ پہنچے کہ ان کے مزید فخر ومباہات کا سبب بنے ہمارے لئے کافی ہیں وہی مفاخر جو ان کے لوگوں میں مشہور اور مخلوق کی زبان پر مذکور ہیں پھر کہنے لگا جو کوئی گھر میں موجود ہے اسے باہر نکال دو، جب مکان خالی ہو گیا اور میں اس کے پاس واپس آیا تو کہنے لگا کہ تیرے اور میرے اور خدا کے علاوہ کوئی اس مکان میں نہیں ہے اب اگر ایک کلمہ بھی اس میں سے جو میں تجھے بتا رہا ہوں میں نے کسی سے سن لیا تو تجھے اور تیری اولاد کو قتل کر دوں گا، اور تیرے اموال لے لوں گا، پھر کہنے لگا اے ربیع جب میں نے انہیں بلوایا تو میں ان کے قتل پر مصر تھا اور یہ کہ ان کا کوئی عذر قبول نہیں کروں گا اور ان کا زندہ رہنا اگر چہ وہ تلوار سے خروج نہ کرے، عبداللہ بن حسن اور دوسرے خروج کرنے والوں سے زیادہ گراں اور سخت ہے، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ انہیں اور ان کے آباؤ اجداد کو لوگ امام سمجھتے ہیں اور انہیں واجب الاطاعت جانتے ہیں اور تمام دنیا سے زیادہ عالم زیادہ زاہد پرہیز گار اور زیادہ با اخلاق مانتے ہیں اور بنی امیہ کے زمانہ میں میں ان کے حالات سے باخبر تھا جب میں نے پہلی مرتبہ ان کے قتل کا ارادہ کیا اور بالشت برابر تلوار نیام سے نکالی تو میں نے رسول خدا کو متمثل دیکھا کہ وہ میرے اور ان کے درمیان حائل ہو گئے، آپ کے ہاتھ کھلے ہوئے اور آستینیں چڑھی ہوئی تھیں اور آپ ترش روئی کے ساتھ میری طرف دیکھ رہے تھے، میں نے اس بناء پر تلوار نیام میں ڈال دی اور جب میں نے دوسری مرتبہ ارادہ کیا اور زیادہ تلوار نیام سے نکالی تو میں نے دیکھا کہ دوبارہ حضورؐ پہلی دفعہ سے زیادہ میرے قریب کھڑے ہیں اور زیادہ غصے میں ہیں اور اس طرح آپ نے مجھ پر حملہ کیا کہ اگر میں جعفرؑ کے قتل کا ارادہ کرتا تو آپ مجھے قتل کر دیتے اس لئے میں نے دوبارہ تلوار نیام میں داخل کر لی اور تیسری دفعہ میں نے جرات کی اور میں نے کہا کہ جنات کے افعال ہوں گے اور ان کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے اور ساری تلوار میں نے نیام سے نکال لی تو اس دفعہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت میرے سامنے ہیں دامن سمیٹے ہوئے آستینیں الٹے ہوئے اور برہمی کی حالت میں اور میرے اتنے قریب تھے کہ نزدیک تھا آپ کا ہاتھ مجھے لگ جائے لہذا میں اس ارادہ سے پلٹا اور ان کی عزت وتکریم کی اور یہ فاطمہؑ کی اولاد ہیں ان کے حق سے جاہل نہیں ہوگا، مگر وہ شخص جو شریعت اسلام سے بہرہ ور نہیں البتہ خیال رکھنا کہ کوئی بھی یہ باتیں سننے نہ پائے، محمد بن ربیع کہتا ہے کہ یہ واقعہ میرے باپ نے مجھ سے بھی منصور کے مرنے کے بعد نقل کیا اور میں نے یہ نقل نہیں کیا مگر مہدی موسیٰ وہارون اور محمد امین کے قتل ہونے کے بعد۔

نیز روایت کی ہے سند معتبر کے ساتھ صفوان جمالی سے کہ محمد وابراہیم عبداللہ بن حسن کے بیٹوں کے قتل ہو جانے کے بعد اہل مدینہ میں سے ایک شخص منصور کے پاس گیا اور اس سے کہا جعفرؑ بن محمدؑ نے اپنے غلام معلی بن خنیس کو بھیجا ہے کہ وہ شیعوں سے مال اور ہتھیار جمع کرے اور وہ خروج کا ارادہ رکھتا ہیں اور عبداللہ کے بیٹے محمد نے بھی یہ کام انہیں کی اعانت سے کئے ہیں، منصور بہت آگ بگولا ہوا حکم دیا اور اپنے چچا کو جو مدینہ کا گورنر تھا لکھا کہ فوراً امامؑ کو اس کے پاس بھیج دے اور اس نے منصور کا خط حضرت کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ آپ کل چلے جائیں، صفوان کہتا ہے کہ حضرت نے مجھ کو بلوایا اور فرمایا کہ ہمارے لئے اونٹ حاضر کرو تا کہ کل عراق کی طرف چلیں اور کھڑے ہو کر مسجد نبویؐ میں گئے اور چند رکعت نماز پڑھی اور دست دعا بلند کئے اور

دعا پڑھی دوسرے دن میں آپ کے لئے کچھ اونٹ لے آیا اور آپ عراق کی طرف متوجہ ہوئے جب منصور کے شہر میں گئے تو اس کے دروازے پر جا کر اجازت چاہی اور اندر تشریف لے گئے، منصور نے پہلے تو آپ کی عزت وتکریم کی اس کے بعد عتاب و سرزنش کرنے لگا میں نے سنا ہے کہ معلی آپ کے لئے اموال وہتھیار جمع کر رہا ہے، حضرت نے فرمایا معاذ اللہ یہ مجھ پر افتراء ہے، منصور کہنے لگا قسم کھاؤ حضرت نے خدا کی قسم کھائی منصور کہنے لگا طلاق عتاق کی قسم کھائیں آپ نے فرمایا میں نے خدا کی قسم کھائی ہے وہ مجھ سے قبول نہیں کرتا اور مجھے کہتا ہے کہ بدعت کی قسمیں کھاؤں، منصور کہنے لگا میرے سامنے اظہار دانائی وعقلمندی کرتے ہیں آپ نے فرمایا کس طرح ایسا نہ کروں جب کہ ہم معدن علم وحکمت ہیں، منصور کہنے لگا ابھی میں آپ کو اور اس شخص کو جس نے یہ باتیں کہی ہیں ایک جگہ اکٹھا کرتا ہوں تا کہ وہ آپ کے سامنے کہے اور کسی کو بھیج کر اس بدبخت کو بلایا اور حضرت کے سامنے اس سے پوچھا وہ کہنے لگا ہاں ایسا ہی ہے اور جو کچھ میں نے کہا ہے وہ صحیح ہے، حضرت نے اس سے فرمایا قسم کھاؤ گے وہ کہنے لگا ہاں اور وہ قسم کھانے لگا اور اس نے کہا واللہ الذی لا الہ الا ھو الطالب الغالب الحی القیوم حضرت نے فرمایا کہ قسم کھانے میں جلدی نہ کرو جس طرح میں کہوں اس طرح قسم کھاؤ منصور نے کہا جو قسم اس نے کھائی ہے اس میں کیا نقص ہے آپ نے فرمایا خداوند عالم صاحب حیا اور کریم ہے اور جو شخص اس کی مدح کرے صفات کمال ورحم وکرم کے ساتھ اسے جلدی وہ عذاب نہیں کرتا، پس آپ نے فرمایا کہو کہ میں خدا کے حول وقوت سے بیزار اور اپنی حول وقوت میں داخل ہو جاؤں اگر ایسا نہ ہو، جب اس نے یہ قسم کھائی تو فوراً گر کر مر گیا اور عذاب الٰہی میں جا پہنچا، منصور یہ حال دیکھ کر ڈر گیا اور کہنے لگا اس کے بعد میں کسی کی بات آپ کے حق میں قبول نہیں کروں گا۔

نیز روایت کی ہے کہ محمد بن عبداللہ اسکندری سے وہ کہتا ہے کہ میں ابوجعفر دوانقی کا ندیم اور محرم راز تھا ایک دن میں اس کے پاس گیا تو اسے بہت مغموم پایا وہ آہیں بھرتا اور اندوہناک تھا میں نے کہا اے امیر آپ کے تفکر واندوہ کا سبب کیا ہے کہنے لگا کہ میں نے اولاد فاطمہؑ میں سے سو آدمی قتل کئے ہیں لیکن ابھی ان کا سردار بزرگ موجود ہے، اس کے متعلق کوئی چارہ وسبب نہیں لگتا، میں نے کہا وہ کون ہے کہنے لگا جعفر بن محمد صادق (علیہ السلام) میں نے کہا کہ اے امیر وہ ایسا شخص ہے کہ جسے کثرت عبادت نے کمزور کر دیا ہے اور اس کے قرب ومحبت خدا کے شغل نے اسے ملک وخلافت کی طلب سے غافل کر دیا ہے، کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ تو اس کی امامت کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس کی بزرگی کو مانتا ہے لیکن ملک وسلطنت عقیم (بانجھ) ہے اور میں نے قسم کھائی ہے کہ آج کے دن کی شام آنے سے پہلے اس اندوہ سے اپنے آپ کو فارغ کروں۔

راوی کہتا ہے کہ جب میں نے اس سے یہ بات سنی تو زمین میرے لئے تنگ ہوگئی اور میں بہت غمگین ہوا پس اس نے جلاد کو بلایا اور کہا کہ جب میں ابا عبداللہ (جعفر صادق بن محمد) کو بلاؤں اور اسے باتوں میں مشغول رکھوں اور اپنے سر سے ٹوپی اتار کر زمین پر رکھ دوں تو ان کی گردن اڑا دینا اور یہ میرے اور تمہارے درمیان علامت ہے اور اسی وقت کسی کو بھیجا اور حضرت کو بلایا، جب حضرت قصر میں داخل ہوئے تو میں نے دیکھا کہ قصر کشتی کی طرح جو ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریا میں

مضطرب ہوحرکت میں ہے اور میں نے دیکھا کہ منصور جلدی سے اٹھا اور سر و پا برہنہ ہوگیا، حضرت کے استقبال کو دوڑا اور اس کے بدن کے جوڑ ہل رہے تھے اور دانت ٹکرا رہے تھے اور کبھی سرخ اور کبھی زرد ہورہا تھا، اور حضرت کو بہت اعزاز واکرام کے ساتھ لے آیا اور انہیں تخت پر بٹھایا اور دوزانو ہوکر آپ کی خدمت میں بیٹھ گیا، جس طرح غلام آقا کے سامنے بیٹھتا ہے اور کہنے لگا اے فرزند رسولؐ آپ اس وقت کیوں تشریف لائے تو آپ نے فرمایا خدا اور رسولؐ کی اطاعت اور تیرے حکم کی وجہ سے آیا ہوں، کہنے لگا میں نے تو آپ کو نہیں بلایا، قاصد نے اشتباہ کیا ہے اب جو تشریف لائے ہیں تو جو حاجت ہو طلب کیجئے، حضرت نے فرمایا میری حاجت یہ ہے کہ ضرورت کے بغیر مجھے نہ بلایا کرو، وہ کہنے لگا ایسا ہی ہوگا اور حضرت اٹھ کر باہر تشریف لائے اور میں نے خدا کی بہت حمد وثنا کی کہ آپ کو منصور سے کوئی اذیت نہیں پہنچی بعد اس کے کہ حضرت چلے گئے، منصور نے لحاف منگوایا اور سو گیا اور آدھی رات تک بیدار نہیں ہوا اور جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ میں اس کے پاس بیٹھا ہوں کہنے لگا باہر نہ جانا جب تک میں اپنی نمازیں ادا نہ کرلوں، اور تجھ سے واقعہ بیان کروں، جب نماز سے فارغ ہوا تو کہنے لگا جب میں نے حضرت صادقؑ کو قتل کرنے کے لئے بلایا اور وہ قصر میں داخل ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا اژدہا پیدا ہوا اور اس نے اپنا منہ کھول دیا اور اس نے اپنا اوپر والا جبڑا قصر کے اوپر والے حصہ پر اور نیچے والا جبڑا قصر کے نیچے رکھا اور اپنی دم قصر کے گرداگرد ڈال لی، اور فصیح زبان میں مجھ سے کہا کہ اگر حضرت کی نسبت کسی برائی کا ارادہ کیا تو تجھے اور تیرے مکان وقصر کو نگل جاؤں گا، اس وجہ سے میری عقل پریشان ہوگئی اور میرا بدن کانپنے لگا اس حد تک کہ میرے دانت بجنے لگے، راوی کہتا ہے میں نے کہا حضرت سے یہ چیزیں عجیب نہیں کیونکہ آپ کے پاس وہ اسم اور دعائیں ہیں کہ اگر وہ رات پر پڑھیں تو دن ہوجائے اور دن پر پڑھیں تو وہ رات ہوجائے اور اگر دریا کی موج پر پڑھیں تو وہ رک جائے، پس چند دن کے بعد میں نے منصور سے اجازت چاہی کہ حضرت کی زیارت کے لئے جاؤں مجھے اجازت دی اور انکار نہ کیا، جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس دعا کی استدعا کی جو آپ نے مجلس منصور میں داخل ہوتے وقت پڑھی تھی کہ مجھے تعلیم دیں اور حضرت نے میرے التماس کو قبول فرمایا۔

چھٹی فصل

امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت

امام جعفر صادقؑ نے ماہ شوال ۱۴۸ھ میں ان زہر آلود انگوروں کی وجہ سے شہادت پائی جو منصور نے حضرت کو کھلائے تھے اور شہادت کے وقت آپ کا سن مبارک پینسٹھ سال تھا اور کتب معتبرہ میں یہ تعین نہیں کہ ماہ شوال کی کون سی تاریخ تھی، البتہ صاحب جنات الخلود نے جو متتبع ماہر ہیں اس ماہ کی پچیس تاریخ کہی ہے اور ایک قول ہے کہ پیر کے دن پندرہ رجب کو وفات

ہوئی اور مشکوۃ الانوار میں ہے کہ آپ کی خدمت میں آپ کا ایک اصحابی آپ کے لئے مرض الموت میں حاضر ہوا اس نے دیکھا کہ حضرت اتنے لاغر ہو گئے ہیں گویا سوائے آپ کے سر نازنین کے کچھ باقی ہی نہیں رہا تو وہ شخص رونے لگا، حضرت نے فرمایا کیوں رو رہے ہو اس نے کہا کہ میں یہ گریہ نہ کروں جب کہ آپ کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں، آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو کیونکہ مومن کو جو چیز بھی عارض ہو وہ اس کے لئے خیر و بھلائی ہے اور اگر اس کے اعضاء و جوارح کاٹ دیئے جائیں تب بھی اس کے لئے بہتر ہے اور اگر وہ مشرق و مغرب کا مالک ہو جائے تو بھی اس کے لئے بہتر ہے۔

شیخ طوسی نے حضرت صادقؑ کی کنیز سالمہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ میں آپ کے احتضار کے وقت حضور کے پاس تھی کہ آپ میں غشی کی سی کیفیت طاری ہوئی جب اپنی حالت میں آئے تو فرمایا کہ حسن بن علی بن علی بن الحسین بن ابی طالب علیہم السلام افطس کو ستر اشرفیاں دے دو اور فلاں وفلاں کو اتنی مقدار میں نے عرض کیا آپ ایسے شخص کو عطا فرما رہے ہیں کہ جس نے چھری کے ساتھ آپ پر حملہ کیا اور وہ چاہتا تھا کہ آپ کو قتل کر دے فرمایا تو چاہتی ہے کہ میں ان اشخاص میں سے نہ قرار پاؤں کہ جن کی خدا نے صلہ رحمی کرنے کے ساتھ مدح کی ہے اور ان کی توصیف میں فرمایا ہے" والذین یصلون ما امر اللہ به ان یوصل و یخشون ربهم و یخافون سوء الحساب" جو لوگ وصل کرتے ہیں ان چیزوں میں جن کے وصل کا خدا نے حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں پھر فرمایا اے سالمہ خداوند عالم نے بہشت کو پیدا کیا اور اسے خوشبودار بنایا اور اس کی خوشبو دو ہزار سال کے راستہ تک پہنچتی ہے لیکن اس کی خوشبو ماں باپ کا نافرمان اور قطع رحمی کرنے والا نہیں سونگھ سکے گا۔

شیخ کلینی نے امام موسیٰ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار کو دو مصری پارچوں میں کفن دیا کہ جن میں آپ احرام باندھتے تھے، اور اس پیراہن میں جسے آپ پہنتے ہیں اور اس عمامہ میں جو امام زین العابدینؑ سے آپ کو ملا تھا اور ایک یمنی چادر میں کہ جو چالیس دینار طلائی سے آپ نے خریدی تھی اور اگر آج ہوتی تو چار سو دینار کی تھی، نیز روایت کی ہے شیخ صدوق نے ابو بصیر سے وہ کہتا ہے کہ میں ام حمیدہ حضرت صادقؑ کی ام ولد (وہ کنیز جس سے آقا کا بچہ پیدا ہوا) کی خدمت میں حضرت صادق صلوات اللہ علیہ کی تعزیت کے لئے گیا تو وہ مخدرہ رونے لگیں اور میں بھی ان کے رونے سے رونے لگا، اس کے بعد فرمایا اے ابو محمد اگر تو حضرت صادق علیہ السلام کو موت کے وقت دیکھتا تو تجھے ایک امر عجیب نظر آتا آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا جمع کرو میرے پاس ہر اس شخص کو کہ میرے اور اس کے درمیان قرابت و رشتہ داری ہے، پس ہم ان کے سب عزیزوں اور رشتہ داروں کو ان کے پاس لے آئے تو آپ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا" ان شفاعتنا لا تنال مستخفا بالصلوۃ" بے شک ہماری شفاعت اس شخص کو نہیں پہنچے گی جو نماز کا استخفاف کرے یعنی نماز کو بے وقعت اور آسان سمجھے اور نماز ادا کرنے میں اہتمام نہ کرے۔

عیسیٰ بن داب سے روایت ہے کہ جب حضرت صادقؑ کے جسم نازنین کو چار پائی پر رکھا گیا اور انہیں بقیع کی

طرف دفن کرنے کے لئے لے چلے تو ابو ہریرہ عجلی نے جو علی الاعلان اہل بیتؑ کے شعراء میں شمار ہوتا تھا یہ اشعار کہے:

اقول وقدرا جوابه يحملونه
علىٰ كاهل من حامليه وعاتق
اتدرون ماذا تحملون الى الثرىٰ
ثبيرا ثوىٰ من راس عليا شاهق
غداة حتىٰ الحاتون فوق ضريحه
و اولىٰ كان فوق المفارق

میں نے کہا جب وہ اسے کندھوں پر اٹھا کر لے چلے تھے تم جانتے بھی ہو کہ کسے قبر کی طرف لے جا رہے ہو، وہ شبیر پہاڑ ہے جو بلندی سے گرا ہے کہ جس صبح اس کی قبر پر مٹی ڈال رہے تھے حالانکہ وہ سروں پر ڈالنے کے زیادہ لائق تھی، مسعودی کہتا ہے کہ حضرت کو جنت البقیع میں ان کے والد اور دادا کے پاس دفن کیا گیا اور آپ کا سن مبارک پینسٹھ سال تھا اور کہا گیا ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا اور ان کی قبور پر جنت البقیع کی اس جگہ پر سنگ مرمر کا ایک پتھر ہے کہ جس پر لکھا ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد الله مبيد الامم ومحي الرمم هذا قبر فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم سيدة نسآء العالمين وقبر الحسن بن علی علیہ السلام بن ابی طالب علیہ السلام وعلی علیہ السلام بن الحسين علیہ السلام بن علی بن ابی طالب علیہ السلام و محمد بن علی علیہ السلام و جعفر بن محمد رضی الله عنهم انتهى۔ واقول صلوات الله عليهم اجمعين۔

روایت ہوئی ہے کہ ایک شخص ابوجعفر نامی جو کہ اہل خراسان کا قاصد تھا اہل خراسان میں سے کچھ لوگ اس کے پاس جمع ہوئے اور اس سے خواہش کی کہ کچھ مال ومتاع ہے کہ جسے حضرت صادقؑ کی خدمت میں لے جانا ہے اسے لے کر وہ حضرت کے پاس چند مسائل کے ساتھ لے جائے کہ جن کا فتویٰ پوچھنا ہے اور کچھ مشورے ہیں، ابوجعفر وہ مال اور سوالات لے کر چلا جب کوفہ میں داخل ہوا تو وہاں ٹھہرا اور حضرت امیر المومنینؑ کی قبر کی زیارت کے لئے گیا، اس نے دیکھا کہ قبر کے ایک طرف ایک بزرگ بیٹھے ہیں اور ایک گروہ نے انہیں حلقے میں لیا ہوا ہے جب وہ زیارت سے فارغ ہوا تو ان سے ملنے کے ارادہ سے گیا تو اس نے دیکھا کہ وہ فقہائے شیعہ ہیں اور اس بزرگ سے فقہ کے مسائل سن رہے ہیں ان لوگوں سے اس نے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں وہ کہنے لگے کہ یہ ابوحمزہ ثمالی ہیں وہ کہتا ہے کہ میں ان کے پاس بیٹھ گیا، مولف کہتا ہے کہ امیر المومنینؑ کی قبر مبارک آپ کی وفات سے لے کر زمانہ حضرت صادقؑ تک مخفی اور پنہاں تھی اور کسی کو اس کی خبر نہ تھی، سوائے آپ کی اولاد و اہل بیتؑ کے اور

حضرت امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیہم السلام بار ہا اس کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے اور اکثر اوقات سوئے اونٹ کے ان کے ساتھ کوئی ذی روح نہ ہوتا، لیکن حضرت صادقؑ کے زمانہ میں شیعوں نے آپ کی قبر پہچان لی تھی اور اس کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت صادقؑ جس زمانہ میں مقام حیرہ میں تھے تو آپ بار بار اس قبر شریف کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے اور غالباً اپنے بعض مخصوص صحابہ کو بھی ساتھ لے جاتے تھے اور انہیں مدفن جناب امیر المومنین دکھاتے تھے یہی کیفیت رہی ہارون الرشید کے زمانہ تک پھر اچانک آپ کی قبر ظاہر ہوئی اور دور ونزدیک کے لوگوں کی زیارت گاہ ہوئی، باقی رہے ابوحمزہ تو وہ حضرت امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حضرت کی قبر کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے جیسا کہ آٹھویں فصل میں اس کا ذکر آئے گا، بہرحال وہ مرد خراسانی کہتا ہے اس اثناء میں کہ ہم بیٹھے تھے ایک اعرابی وارد ہوا اور کہنے لگا میں مدینہ سے آرہا ہوں اور جعفر بن محمد علیہ السلام وفات پا گئے ہیں، ابوحمزہ ثمالی کی اس خبر کے سننے سے چیخ نکل گئی اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اس وقت اس اعرابی سے پوچھا کہ کیا تو نے سنا ہے کہ آپ نے کس کو اپنا وصی مقرر کیا ہے وہ کہنے لگا آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ اور دوسرے بیٹے موسیٰ علیہ السلام اور منصور خلیفہ کو وصی قرار دیا ہے، ابوحمزہ کہنے لگے حمد ہے خدا کی کہ آپ نے ہمیں ہدایت کی اور گمراہ نہیں رہنے دیا، **دل علی الصغیر وبین علی الکبیر وستر الامر العظیم** پس ابو حمزہ امیر المومنینؑ کی قبر کے پاس جا کر نماز میں مشغول ہو گئے اور ہم بھی نماز پڑھنے لگے پھر میں ان کے پاس گیا اور کہا کہ یہ چند فقرے جو آپ نے کہے ہیں میرے لئے ان کی تشریح کیجئے، ابوحمزہ نے اس کی تشریح کی جس کا ماحصل یہ ہے کہ منصور کو وصی قرار دینا ظاہر ہے کہ تقیہ کے طور پر ہے تا کہ آپ کے وصی کو قتل نہ کرے اور چھوٹے بیٹے کا ذکر جو کہ امام موسیٰ ہیں بڑے کے ساتھ جو کہ عبداللہ ہے اس لئے ہے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ عبداللہ امامت کے قابل نہیں کیونکہ بڑا بیٹا اگر بدن اور دین میں ناقص نہ ہو تو اس کو امام ہونا چاہیے لیکن عبداللہ بدن کے لحاظ سے فیل پا (ہاتھی جیسے پاؤں) ہے اور اس کا دین ناقص ہے اور وہ احکام شریعت سے جاہل ہے ورنہ اگر اس میں کوئی نقص نہ ہوتو اسی پر اکتفا کرتے پس یہاں سے میں سمجھا ہوں کہ امام موسیٰ ہیں اور باقیوں کا تذکرہ مصلحتہً ہے۔

شیخ کلینی وشیخ طوسی اور ابن شہر آشوب نے ابوایوب جوزی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک رات ابوجعفر دوانقی نے مجھے بلایا میں نے دیکھا کہ وہ کرسی پر بیٹھا ہے اور اس کے سامنے شمع رکھی ہوئی ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک خط ہے اور وہ اسے پڑھ رہا ہے جب میں نے سلام کیا تو اس نے وہ خط میری طرف پھینکا اور رونے لگا اور کہنے لگا یہ محمد بن سلیمان کا خط ہے اور اس نے جعفرؑ بن محمد علیہ السلام کی وفات کی خبر لکھی ہے پس اس نے تین مرتبہ کہا **انا للہ وانا الیہ راجعون** اور کہنے لگا جعفر جیسا شخص کہاں مل سکتا ہے پھر کہنے لگا اس کو لکھو کہ اگر انہوں نے کسی ایک شخص کو خصوصی طور پر وصی قرار دیا ہے تو اسے بلا کر قتل کر دو، چند دنوں کے بعد خط کا جواب آیا کہ انہوں نے پانچ افراد کو اپنا وصی قرار دیا ہے۔(۱) خلیفہ (۲) محمد بن سلیمان (۳) والی مدینہ (۴) اپنے دو بیٹوں عبداللہ وموسیٰؑ اور موسیٰ کی والدہ حمیدہ کو جب منصور نے خط پڑھا تو کہنے لگا ان

کو قتل نہیں کیا جا سکتا، علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ حضرت کو علم امامت سے معلوم تھا کہ منصور ایسا ارادہ کرے گا، لہذا آپ نے اس جماعت کو وصیت میں شریک قرار دیا اور پہلے منصور ہی کا نام لکھا اور باطنی طور پر امام موسیٰ علیہ السلام کو وصیت کے ساتھ مخصوص کیا اور اسی وصیت سے اہل علم جانتے تھے کہ وصایت و امامت حضرت کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ ابوحمزہ کی روایت سے جو گذر گئی ہے معلوم ہو چکا ہے۔

ساتویں فصل

امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ

شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ حضرت صادقؑ کی اولاد کی تعداد دس تھی، اسماعیل، عبداللہ اور ام فردہ ان تینوں کی والدہ فاطمہ بنت حسین بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام تھیں اور موسیٰ علیہ السلام اسحاق اور محمد کی والدہ کنیز تھیں، عباس و علی و اسماء و فاطمہ یہ ہر ایک کنیز سے تھے اور اسماعیل تمام بھائیوں سے بڑا تھا اور حضرت صادقؑ اس سے بہت محبت کرتے تھے اور شفقت و مہربانی اس سے زیادہ فرماتے تھے، شیعوں کے ایک گروہ کا خیال تھا کہ حضرت صادقؑ کے بعد اسماعیل ہی امر خلافت و امامت کا قائم ہے چونکہ حضرت کا بڑا لڑکا ہے اور آپ کی محبت و تکریم بھی اس سے زیادہ ہے لیکن حضرت صادقؑ کی زندگی ہی میں عریض بستی میں اس کا انتقال ہو گیا اور لوگ کندھوں پر اٹھا کر اس کا جنازہ مدینہ میں لے آئے اور وہ بقیع میں دفن ہوئے اور روایت ہے کہ حضرت صادقؑ نے اسماعیل کی موت پر سخت جزع فزع کی اور عظیم حزن و اندوہ کیا اور بغیر جوتے اور ردا کے اس کے جنازہ کے آگے آگے جا رہے تھے اور چند دفعہ حکم دیا کہ اس کی چار پائی زمین پر رکھ دو اور میت کے قریب آ کر اس کا چہرہ کھول کر اس کی طرف دیکھتے تھے اور آپ کا مقصد اس کام سے یہ تھا کہ اسماعیل کی وفات کا معاملہ سب لوگوں پر واضح ہو جائے اور ان لوگوں کا شبہ دور ہو جائے جو اسماعیل کی حیات اور باپ کے بعد اس کی خلافت کے قائل ہیں، مولف کہتا ہے کہ اس مضمون کی احادیث بہت ہیں اور شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے سعید بن عبداللہ اعرج سے فرمایا، جب اسماعیل کی وفات ہوئی تو میں نے کہا کہ اس کے چہرہ پر پڑا ہوا کپڑا ہٹا دیں جب اس کے چہرہ کو کھول دیا گیا تو میں نے اس کی پیشانی ٹھوڑی اور گلے پر بوسہ دیا پھر کہا کہ اس کا منہ چھپا دو دوبارہ میں نے اس کے چہرہ سے کپڑا ہٹوایا اور اس کی پیشانی ٹھوڑی اور گلے کو بوسہ دیا پھر میرے کہنے سے اسے ڈھانپ دیا اور غسل دیا، جب غسل دینے سے فارغ ہوئے تو میں اس کے قریب گیا میں نے دیکھا کہ اسے کفن میں لپیٹ دیا گیا ہے میں نے کہا تو اس کا چہرہ کفن سے باہر نکالا گیا پھر میں نے اس کی پیشانی ٹھوڑی اور گلے کو بوسہ دیا اور اسے تعویذ کیا پھر میں نے کہا کہ اسے کفن میں چھپا دو، راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کس چیز سے اسے تعویز کیا ہے فرمایا

قرآن سے اور روایت ہے کہ کفن پر لکھا اسماعیل یشھد ان لا الہ الا اللہ اور آپ نے اپنے ایک شیعہ کو بلایا اور اسے چند درہم دئے اور اسے حکم دیا کہ میرے بیٹے اسماعیل کی طرف سے حج کرنا اور فرمایا جب تم اس کی طرف سے حج کرو گے تو نو حصے ثواب تمہارا ہے اور ایک حصہ اسماعیل کا اور سید ضامن بن شدقم نے تحفۃ الازہار میں کہا ہے کہ اسماعیل نے ۱۴۲ھ میں وفات پائی اور ۵۴۶ھ حسین بن ابوالہیجا عبیدلی کا وزیر مدینہ میں آیا پس اس نے اسماعیل کے مشہد پر گنبد بنایا اور ابن شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ اس جگہ زید شہید امام زین العابدینؑ کے فرزند کا مکان تھا بالجملہ شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ جب اسماعیل کی وفات ہوئی تو جن لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ باپ کی وفات کے بعد یہ امام ہے وہ اس اعتقاد سے منحرف ہو گئے سوائے شاذ و نادر لوگوں کے جو دور دور رہتے تھے اور خواص و رواۃ احادیث میں سے نہیں تھے وہ اس عقیدہ پر باقی رہے، اور اسماعیل کی حیات کے قائل ہوئے اور جب حضرت صادقؑ نے وفات پائی تو کچھ لوگ حضرت موسیٰ بن جعفر کی امامت کے قائل ہوئے اور باقی دو فرقوں میں بٹ گئے ایک فرقہ کہنے لگا کہ اسماعیل امام تھا اور اس کے بعد امامت اس کے بیٹے محمد بن اسماعیل کی طرف منتقل ہوئی ہے اور دوسرا گروہ کہنے لگا کہ اسماعیل زندہ ہے اور وہ تھوڑے لوگ ہیں جن کا گمان یہ ہے کہ امامت اسماعیل کے بعد اولاد و احفاء و اسمٰعیل میں ہے آخر زمانہ تک مولف کہتا ہے کہ سلاطین فاطمیہ جن کی مغرب کے شہروں میں حکومت تھی وہ اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں ان کا پہلا عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادقؑ ہے جو مہدی باللہ کے ساتھ ملقب تھا، یہ پہلا شخص ہے کہ جو بنی عباس کی حکومت کے زمانہ میں ہی آل اسماعیل میں سے مغرب و مصر کے علاقہ میں خلیفہ ہوا ہے اور دو سو چھہتر سال تک ان کی حکومت رہی ہے اور ان کی حکومت کی ابتدا معتمد اور معتضد کے زمانہ میں ہوئی ہے جو کہ غیبت صغریٰ کا اوائل زمانہ ہے اور ان کی مقدار چودہ تھی اور انہیں اسماعیلیہ اور عبیدہ کہتے تھے قاضی نور اللہ نے کہا ہے کہ قرامطہ اسماعیلیہ کے علاوہ ایک گروہ ہے اور عباسیوں اور ان کے ہوا خواہوں نے کمال بغض و عداوت کی وجہ سے قرامطہ کو اسماعیلیہ میں داخل کر دیا ہے فقیر کہتا ہے کہ امیرالمومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں عبداللہ مذکور کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں فرماتے ہیں "لم یظهر صاحب القیروان الغض البض ذوالنسب المحض المنتجب من سلالته ذی البدآء المسجی بالرواء" قیروان علاقہ مغرب کا ایک شہر ہے اور وہی جگہ ہے کہ جس کے حدود میں عبیداللہ مہدی نے قلعہ بنوایا، اور اس کا نام مہدیہ رکھا اور ذی البداء اور مجسی بالرواء سے مراد اسماعیل بن جعفر علیہ السلام ہے۔

ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ عبیداللہ مہدی سفید رنگ نازوں میں پلا ہوا سرخی مائل نرم بدن کمزور اطراف تھا، اور ذوالبداء اسماعیل بن جعفر بن محمد علیہ السلام ہے اور مسجی بالرواء تھا چونکہ اس کے باپ ابوعبداللہ جعفر علیہ السلام نے جب وہ مرا تو اسے اپنی روا میں لپیٹا تھا اور وجوہ شیعہ کو وہاں سے لے گئے تا کہ وہ اسے دیکھ کر اس کی موت کا یقین و علم پیدا کریں اور اس کے معاملہ میں جو انہیں شبہ ہے وہ ان سے زائل ہو جائے، انتہی

عبداللہ بن جعفر پس وہ اسماعیل کے بعد اپنے سب بھائیوں سے بڑا ہے اور اس کی باپ کے ہاں کوئی قدر و منزلت نہ

تھی اور اعتقاد میں باپ کی مخالفت کے ساتھ متہم تھا اور کہا گیا ہے کہ حشویہ مذہب کے لوگوں سے میل جول رکھتا تھا اور مرحبہ مذہب کی طرف مائل تھا اور باپ کی وفات کے بعد اس نے ادعاء امامت کیا اور امامت پر اس کی دلیل سن میں بڑا ہونا تھا اسی لئے حضرت صادقؑ کے اصحاب کی ایک جماعت نے پہلے اس کا اتباع کیا اور جب اس کا امتحان لیا تو اس سے دستبردار ہو گئے اور اس کے بھائی امام موسی کاظمؑ کی امامت کی طرف رجوع کیا چونکہ بہت سے براہین ودلائل واضحہ آپ سے دیکھے تھے البتہ کچھ تھوڑے سے لوگ اس اعتقاد پر باقی رہے اور امامت عبداللہ کو اختیار کیا اور انہیں فطیحہ کہتے ہیں اور یہ لقب انہیں اس لئے ملا چونکہ وہ عبداللہ کی امامت کے قائل تھے اور عبداللہ کا پاؤں ہاتھی کی طرح تھا بعض کہتے ہیں کہ انہیں فطحیہ اس لئے کہتے ہیں چونکہ انہیں عبداللہ کو امامت کی طرف بلانے والے شخص کا نام عبداللہ بن فطیح تھا۔

قطب راوندی نے مفضل بن عمر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت صادقؑ کی وفات ہوئی تو عبداللہ فطح آپ کے بیٹے نے امامت کا دعویٰ کیا حضرت موسی کاظمؑ نے حکم دیا کہ گھر میں بہت سی لکڑیاں لا کر گھر کے وسط میں رکھی جائیں اس وقت آپ نے کسی کو عبداللہ کے پاس بھیجا اور اسے بلایا جب عبداللہ آپ کے مکان پر آیا اور اس وقت آپ کے پاس وجوہ امامیہ میں سے ایک جماعت موجود تھی، جب عبداللہ آکر بیٹھ گیا تو حضرت نے حکم دیا کہ ان لکڑیوں میں آگ لگا دی جائے، لکڑیاں جلنے لگیں اور لوگوں کو اس کا سبب معلوم نہیں تھا یہاں تک کہ تمام لکڑیاں آگ ہو گئیں پس حضرت موسیٰ بن جعفرؑ اٹھے اور لباس سمیت جا کر اس آگ کے درمیان بیٹھ گئے اور لوگوں کی طرف رخ کر کے ایک گھنٹے تک باتیں کرتے رہے اور پھر کھڑے ہو گئے اور اپنے کپڑے جھاڑ کر اپنی مجلس میں آ گئے اس وقت آپ نے اپنے بھائی عبداللہ سے کہا کہ اگر تم اپنے والد کے بعد امام ہو تو جا کر آگ میں بیٹھو وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ عبداللہ کا رنگ اڑ گیا اور کھڑا ہو گیا، درانحالیکہ اس کی ردا زمین پر کھنچتی جا رہی تھی اور وہ حضرت کے گھر سے باہر چلا گیا، اور عبداللہ پدر بزرگوار کی وفات کے بعد ستر دن زندہ رہ کر وفات پا گیا، روایت ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے فرمایا تھا اے میرے عزیز بیٹے بے شک تمہارا بھائی میری جگہ پر اور میرے بعد امامت کا دعویٰ کرے گا اس سے ایک لفظ کا بھی جھگڑا نہ کرنا کیونکہ میرے اہل خانہ میں سے وہ پہلا شخص ہے جو مجھ سے آملحق ہوگا، مولف کہتا ہے کہ سید ضامن بن شدقم مدنی نے تحفۃ الازہار میں کہا ہے کہ عبداللہ امام جعفر صادقؑ کے بیٹے کی وفات شہر بسطام میں ہوئی ہے اور اس کی قبر وہاں علی بن عیسیٰ بن آدم بسطامی کی قبر کے سامنے مشہور ہے فقیر کہتا ہے کہ جو کچھ مجھ سے نقل ہوا ہے وہ یہ کہ بسطام میں جو قبر ابو یزید بسطامی کی قبر کے مدمقابل ہے وہ محمد عبداللہ کے مذکور بیٹے کی ہے نہ کہ باپ کی، واللہ اعلم

اسحاق بن جعفرؑ اہل فضل وصلاح وورع واجتہاد میں سے تھا اور لوگوں نے اس سے احادیث وآثار کی روایت کی ہے اور ابن کاسب جب اس سے حدیث کرتا تو کہتا کہ مجھ سے حدیث بیان کی ثقہ رضی (پسندیدہ) اسحاق بن جعفرؑ نے اور اسحاق اپنے بھائی امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی امامت کا قائل تھا اور اپنے والد سے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی امامت پر نص کی روایت کی ہے اور صاحب عمدۃ الطالب نے کہا کہ وہ رسول خداؐ سے زیادہ شباہت رکھتا اور اس کی والدہ اور امام موسیٰ کاظم

کی والدہ ایک ہی تھیں اور اسحاق محدث جلیل ہے اور ایک گروہ نے اس کی امامت کا دعویٰ کیا ہے اور اس کی نسل محمد حسین اور حسن سے ہے، مولف کہتا ہے کہ اسحاق بن جعفر پر منتہی ہوتا ہے بنی زہرہ کا نسب جو کہ حلب میں ایک جلیل خاندان تھا اور انہیں میں سے ہیں ابوالمکارم حمزہ بن علی بن زہرہ حلبی علم فاضل جلیل صاحب تصانیف زیاد،علم کلام وامامت فقہ ونحو میں کہ جن میں سے ایک کتاب ہے فتنیۃ النزوع الی علم الاصول والفروع اور وہ جناب ان کے والد جد اور ان کے بھائی عبداللہ بن علی اور بھتیجے محمد بن عبداللہ اکابر فقہا امامیہ میں سے تھے اور بنوزہرہ کہ جن کے لئے آیۃ اللہ علامہ حلی نے اجازہ کبیرہ معروفہ لکھا ہے وہ سید جلیل حسب صاحب نفس قدسیہ وریاست انسہ اپنے عصر کے لوگوں سے افضل علاء الدین ابوالحسن علی بن ابراہیم بن محمد بن ابوعلی حسن بن ابی المحاسن زہرہ اور ان کے فرزند معظم شرف الدین ابوعبداللہ حسین بن علی اور ان کے بھائی سید معظم ومجید بدرالدین ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم اور ان کے دو فرزند ابوطالب احمد بن محمد اور عزالدین حسن بن محمد ہیں کہ علامہ نے ان کی بڑھ تجلیل کی ہے اور سب کو اجازہ دیا ہے اور وہ اجازہ بحار کی آخری جلد میں مذکور ہے اور سید شریف تاج الدین بن محمد بن حمزہ بن زہرہ نے کتاب غایۃ الاختصار فی اخبار البیوتات العلویہ المحفوظۃ من الغبار میں خاندان اسحاقین کے ذکر میں کہا ہے کہ حمد ہے خدا کی کہ جس نے ہمیں زہرہ کے خانوادہ میں قرار دیا ہے جو حلب کے نقباء تھے اور ان کا دادا زہرہ بن ابوالمواہب علی نقیب حلب بن محمد نقیب حلب بن ابی سالم محمد مرتضی مدنی جو مدینہ سے حلب منتقل ہوا بن احمد مدنی جو حران میں مقیم تھا بن امیر شمس الدین محمد مدنی بن امیر الموقر حسین بن اسحاق موتمن بن امام جعفر صادق علیہ السلام ہے اور کہا ہے زہرہ کا خانوادہ حلب اور اطراف حلب کے شہروں میں ہر مشہور سے زیادہ شہرت رکھتا ہے اور انہیں میں سے ہے ابوالمکارم حمزہ بن علی بن زہرہ سید جلیل کبیر القدر عظیم الشان عالم کامل فاضل مدرس مصنف ومجتہد عین اعیان سادات ونقباء حلب صاحب تصنیفات عمدہ واقوال شہورہ اور اس کی کئی کتابیں ہیں قدس اللہ روحہ ونور ضریحہ ان کی قبر شہر حلب میں جوشن پہاڑ کے نیچے مشہد سقط حسین علیہ السلام کے قریب ہے اور مشہور ہے اور اس پر ان کا نام ونسب امام صادقؑ تک اور تاریخ وفات بھی لکھی ہے۔انتہی

مولف کہتا ہے کہ ان کی تاریخ وفات ۵۸۵ھ اور تاریخ ولادت ماہ رمضان ۵۱۱ھ ہے اور مشہد سقط کا واقعہ جبل جوش میں کوفہ سے شام کی طرف اہل بیت کے جانے کے واقعات میں گذر چکا ہے اور واضح ہو کہ اسحاق بن جعفر کی زوجہ علیا مخدرہ نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہے جو جلالت شان کے ساتھ مشہور ہیں، ان خاتون کی وفات ۲۰۸ھ مصر میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئیں اور اہل مصر کو ان سے بڑی عقیدت ہے اور مشہور ہے کہ اس مخدرہ کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے اور امام شافعی نے ان سے حدیث لی ہے۔

سید مومن شبلنجی نے نورالابصار میں اور شیخ محمد صبان نے اسعاف لاراغبین میں نقل کیا ہے کہ سیدہ نفیسہ ۱۴۵ھ مکہ میں پیدا ہوئیں اور مدینہ میں عبادت وزہد کے ساتھ نشونما پائی دن کو روزہ رکھتیں اور راتیں عبادت میں بسر کرتیں، اور صاحب مال ومنال تھیں، اپاہجوں، بیماروں اور عام لوگوں پر احسان وانعام کرتی تھیں، اور تیس حج کئے کہ جن میں سے اکثر پاپیادہ تھے اور زینب یحییٰ

کی بیٹی سے جو نفیسہ کے بھائی تھے نقل ہے کہ میں نے اپنی پھوپھی نفیسہ کی چالیس سال خدمت کی ہے میں نے نہیں دیکھا کہ رات کو وہ سوئی ہوں اور دن کو افطار کیا ہو اور ہمیشہ قائم اللیل اور صائم النہار تھیں اور میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنے ساتھ نرمی و مدارات نہیں کرتیں تو کہنے لگیں کہ میں اپنے نفس سے کس طرح مدارات کروں، حالانکہ میرے آگے عقبات ہیں کہ جنہیں سوائے فائزین کے کوئی عبور نہیں کرسکتا اور جناب نفیسہ کی اپنے شوہر سے دو اولادیں تھیں، قاسم اور کلثوم اور ان کی آگے نسل نہیں چلی وہ اپنے شوہر کے ساتھ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئیں اور واپسی پر مصر تشریف لائیں اور ایک مکان میں قیام کیا کہ جس کے پڑوس میں ایک یہودی لڑکی نابینا تھی، جب اس نے نفیسہ کے وضو کے پانی سے برکت حاصل کیا تو فوراً اس کی آنکھیں بینا اور روشن ہوگئیں تو بہت سے یہودی مسلمان ہوگئے، اور اہل مصر کی اس مخدرہ سے زیادہ عقیدت ہوگئی اور ان سے وہیں رہنے کی خواہش کی اور ان کی زیارت کے لئے آتے تھے اور ان سے برکتیں دیکھتے تھے اور وہ مصر میں رہیں یہاں تک کہ وہیں وفات پائی اور منقول ہے کہ اس مخدرہ نے اپنی قبر اپنے ہاتھ سے کھودی تھی اور ہمیشہ اس میں جا کر نماز پڑھتیں اور قرآن مجید کی تلاوت کرتی تھی یہاں تک کہ چھ ہزار ختم قرآن اس قبر میں کئے، اور ماہ مبارک رمضان ۲۰۸ھ میں وفات پائی اور احتضار کے وقت وہ روزہ سے تھیں ان سے افطار کرنے کو کہا گیا تو کہنے لگیں واعجب اب تک تیس سال گذرے ہیں کہ میں خدا سے سوال کرتی ہوں کہ روزہ کی حالت میں دنیا سے رحلت کروں اب جو روزہ سے ہوں تو افطار کرلوں پس سورہ انعام کی تلاوت شروع کی جب اس آیت پر پہنچیں کہ **لھم دار السلام عند ربھم** تو وفات پائی، اور جب ان کی وفات ہوئی تو لوگ بستیوں اور شہروں سے جمع ہوئے اور اس رات بہت سی شمعیں روشن کیں اور مصر کے ہر گھر سے رونے کی آواز بلند تھی اور اہل مصر پر بہت حزن و مال تھا، اور اس مخدرہ پر اتنی جمعیت نے نماز پڑھی کہ جیسی کبھی دیکھی نہیں گئی تھی کہ جس سے جنگل و میدان پر ہوگئے اور وہ مراغہ کے ورب السباع میں اپنے ہی مکان میں اس قبر میں دفن ہوئیں کہ جسے انہوں نے اپنے ہی ہاتھ سے کھودا تھا اور منقول ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کے شوہر اسحاق موتمن نے چاہا کہ ان کی میت مدینہ معظّمہ کی طرف منتقل کریں اور بقیع میں جا کر دفن کریں اہل مصر نے استدعا کی کہ تبرک و یتیمن کے لئے اس مخدرہ کو مصر میں رہنے دیں اور بہت سا مال بھی خرچ کیا لیکن اسحاق راضی نہ ہوئے یہاں تک کہ رسول خداؐ کو عالم خواب میں دیکھا اور آپ نے فرمایا اہل مصر کے ساتھ نفیسہ کے سلسلہ میں معارضہ نہ کرو بے شک اس کی برکت سے ان پر رحمت نازل ہوگی اور اس مخدرہ کی کرامات نقل ہوئی ہیں بلکہ ان کے مآثر و کرامات میں ایک کتاب لکھی گئی ہے جس کا نام مآثر نفیسہ ہے۔

محمد بن جعفر کو اس کے حسن و جمال اور بہاؤ کمال کی وجہ سے دیباج کہتے تھے اور وہ مرد سخی اور شجاع تھا اور تلوار لے کر خروج کرنے میں زیدیہ کے ساتھ موافق تھا اور مامون کے زمانہ میں ۱۹۹ھ مدینہ میں خروج کیا اور اس نے لوگوں کو اپنی بیعت کے لئے دعوت دی، اہل مدینہ نے امارت مومنین کے ساتھ اس کی بیعت کی اور یہ مرد قوی القلب اور عابد تھا اور ہمیشہ ایک دن روزہ رکھتا اور ایک ان دن افطار کرتا تھا اور وہ جب گھر سے نکلتا تو واپس نہ لوٹتا مگر اپنا لباس اتار کر کسی برہنہ کو پہنا آتا تھا اور ہر روز ایک گوسفند مہمانوں کے لئے ذبح کرتا پھر وہ مکہ کی طرف گیا اور طالبین کے ساتھ مل کر کہ جن میں حسین بن حسن افطس، محمد بن سلیمان بن داؤد

بن حسن مثنیٰ ،محمد بن حسن معروف بالسلیق ،علی بن حسین بن زید اور علی بن جعفر بن محمد تھے، ہارون بن مسیب سے جنگ عظیم کی اور بہت سے آدمی ہارون کے لشکر میں سے قتل ہوئے تو وہ لشکر جنگ سے دستبردار ہوا اور ہارون بن مسیب نے حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کو پیغام رساں کے طور پر محمد بن جعفر کے پاس بھیجا اور اسے بطریق سلم و صلح بلایا محمد بن جعفرؑ نے صلح سے انکار کر دیا اور جنگ کے لئے آمادہ ہوا تو ہارون نے لشکر بھیجا یہاں تک کہ اس نے محمد کا طالبین کے ساتھ اس پہاڑ میں کہ جس میں انہوں نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا محاصرہ کر لیا اور تین دن تک محاصرہ رہا تو ان کا پانی اور کھانا ختم ہو گیا، اصحاب محمد اس سے دستبردار ہر کو متفرق ہو گئے، مجبوراً محمد ردا اور نعلین پہن کر ہارون بن مسیب کے خیمہ میں چلا گیا، اور اس سے اپنے اصحاب کے لئے امان چاہی اس نے انہیں امان دے دی اور دوسری روایت میں ہارون کی جگہ عیسیٰ جلودی کا ذکر ہے خلاصہ یہ کہ طالبین کو قید کر کے ایسے محملوں میں کہ جن کے نیچے کوئی گدیلہ نہیں تھا سوار کر کے خراسان بھیج دیا، جب خراسان میں وارد ہوئے تو مامون نے محمد بن جعفر کی عزت و احترام کیا اور جائزہ دیا، اور وہ مامون کے پاس رہا، یہاں تک کہ خراسان میں وفات پائی اور مامون اس کی تشیع جنازہ کے لئے باہر آیا اور اس کا جنازہ اٹھا کر قبر تک لے گیا اور خود اس پر نماز جنازہ پڑھی اور لحد میں لٹایا پس قبر سے باہر آیا اور توقف کیا یہاں تک کہ اسے دفن کیا گیا بعض لوگوں نے کہا اے امیر آج آپ نے اپنے آپ کو تعب و تھکان میں ڈالا ہے بہتر ہے کہ آپ سوار ہو کر گھر تشریف لے جائیں کہنے لگا یہ میرا رحم ہے کہ اب دو سو سال ہو گئے ہیں اسے قطع ہوئے پھر محمد کے قرض ادا کئے جو کہ تیس ہزار دینار کے قریب تھے اور تاریخ قم میں منقول ہے کہ محمد دیباج نے جرجان میں اس وقت وفات پائی، جب ۲۰۳ھ میں عراق کی طرف جا رہا تھا اور مامون نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور جرجان میں اسے دفن کیا اور عبداللہ بن حسن بن عبداللہ بن عباس بن علی بن ابی طالبؑ اور باقی علویین نے مامون کا اس وجہ سے شکریہ ادا کیا اور مجھے یہ خبر ملی ہے الصاحب الجلیل کافی الکفاۃ ابوالقاسم اسمعیل بن عباد نے ۳۷۴ھ میں اس کی قبر پر عمارت بنوائی ہے، انتہی۔

شیخ صدوق نے حضرت عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے انہوں نے اپنے جد امجد علی بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن محمد بن جعفر نے اپنے باپ سے اپنے جد بزرگوار امام جعفر صادقؑ سے حدیث بیان کی کہ امام محمد باقرؑ نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور ان میں ان کا چچا زید بن علی علیہ السلام بھی شریک تھا اس وقت آپ نے ان کے سامنے ایک کتاب نکالی کہ جو امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ سے لکھی ہوئی اور رسول خدا کی لکھوائی ہوئی تھی کہ جس میں حدیث لوح آسمانی لکھی ہوئی تھی هذا کتاب من الله العزیز العلیم آخر تک کہ جس میں اوصیاء پیغمبر کی تصریح موجود تھی آخر روایت میں ہے کہ حضرت عبدالعظیم نے فرمایا تعجب اور بہت تعجب ہے محمد بن جعفر کے خروج کرنے پر باوجودیکہ اس نے حدیث لوح اپنے باپ سے سنی تھی اور خود اسے بیان بھی کیا ہے۔

جان لو کہ محمد بن جعفر کی اولاد میں سے ہے، سید شریف اسماعیل بن حسین بن محمد بن حسین بن احمد بن محمد بن عزیز بن حسین بن محمد اطروش بن علی بن حسین بن علی بن محمد دیباج بن امام جعفر صادق علیہ السلام ابو طالب مروزی علوی نسابہ اس کے اجداد میں سے پہلا شخص ہے جو مرد سے قم کی طرف منتقل ہوا، وہ احمد بن محمد بن عزیز ہے اور اس کی تصانیف میں سے ہے کتاب

خطیرہ القدس جو ساٹھ جلد کے قریب ہے اور اس کے علاوہ تصنیفات ہیں کہ جو سب انساب میں ہیں، یاقوت حموی نے ۶۱۴ھ میں مقام مرد میں اس سے ملاقات کی ہے اور معجم الادباء سے نقل ہوا ہے کہ اس نے اس کے مفصل حالات بیان کئے ہیں۔

عباس بن جعفرؑ مرد جلیل اور فاضل نبیل تھے

علی بن جعفر ابوالحسن اور احمد بن قاسم (جو کہ ان کی اولاد میں سے ہیں اور قم میں دفن ہیں، ان کا تذکرہ معلوم ہے کہ علی بن جعفر علیہ السلام سید جلیل القدر عظیم الشان شدید الوارع عالم کبیر راوی حدیث کثیر الفضل تھے اور حضرت جواد تقی بلکہ صاحب عمدۃ الطالب کے قول کے مطابق حضرت ہادی نقیؑ کے زمانہ تک زندہ رہے اور حضرت کے زمانہ میں وفات پائی اور ہمیشہ اپنے بھائی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ وابستہ رہے اور ان کا ساتھ اختیار کیا اور آنجناب سے معالم دین اخذ کئے اور انہیں کی برکات میں سے ہیں، مسائل علی بن جعفر جو دسترس میں ہیں جنہیں علامہ مجلسی نے بحار کی چوتھی جلد میں نقل کیا ہے، خلاصہ یہ کہ آنجناب کی جلالت شان اس سے زیادہ ہے کہ یہاں بیان ہو سکے اور تمام علماء رجال نے ان کی تعریف بلیغ کی ہے اور شیخ کشی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک طبیب چاہتا تھا کہ حضرت محمد جواد تقیؑ کا فصد کھولے جب اس نے نشتر آپ کے قریب کیا تاکہ رگ کاٹے تو علی بن جعفرؑ نزدیک آئے اور کہا اے آقا پہلے میری فصد کھولئے، جب نشتر کی تیزی وحدت مجھ پر اثر کرے گی تو آپ کو تکلیف نہیں دے گا، جب حضرت جانے کے لئے کھڑے ہوئے تو علی بن جعفرؑ اٹھے اور حضرت کے جوتے جوڑ کر آپ کے سامنے رکھے حالانکہ علی بن جعفر اس وقت سن رسیدہ بزرگ تھے اور حضرت جوادؑ کی ابتداء جوانی تھی۔

شیخ کلینی نے محمد بن حسن بن عمار سے روایت کی ہے کہ میں دس سال تک مدینہ میں علی بن جعفر کی خدمت میں رہا اور ان سے وہ احادیث اخذ کرتا تھا جو انہوں نے اپنے بھائی حضرت ابوالحسن موسیٰؑ سے سنی تھیں اور میں انہیں لکھتا تھا، ایک دفعہ میں ان کی خدمت میں تھا کہ حضرت جواد علیہ السلام مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے، علی بن جعفر کی نگاہ جب حضرت پر پڑی تو بے اختیار اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور جوتا پہنے اور ردا ڈالے بغیر حضرت کی طرف دوڑے اور ان کے ہاتھوں کے بوسے لئے اور ان کی تعظیم و تکریم کی، حضرت جوادؑ نے فرمایا اے چچا بیٹھ جائیے خدا آپ پر رحم کرے، عرض کیا اے میرے سید و آقا میں کس طرح بیٹھ جاؤں جب کہ آپ ابھی کھڑے ہیں پس جب علی بن جعفرؑ حضرت کی خدمت سے مرخص ہوئے اور اپنی مجلس میں آکر بیٹھے تو ان کے ساتھیوں نے انہیں سرزنش کی اور کہنے لگے کہ آپ اس طرح ان کے ساتھ سلوک کرتے ہیں جب کہ آپ ان کے باپ کے بھی چچا ہیں، فرمایا خاموش رہو اور اپنی ریش مبارک کو پکڑا اور کہا کہ جب خداوند عالم نے مجھے اس ڈاڑھی کے باوجود امامت کا اہل نہیں بنایا اور اس نوجوان کو امامت کا اہل قرار دیا ہے اور وہ اس کے سپرد کی ہے تو کیا میں اس کے فضل کا انکار کروں میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس چیز سے جو تم کہتے ہو کہ میں اس کا احترام نہ کروں بلکہ میں اس کا غلام ہوں، مولف کہتا ہے ان دو احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگوار کس قدر اپنے امام زمانہ کی معرفت رکھتے تھے و کفاہ ذلك فضلا و کرما یہ ان کے فضل و کرم کے لئے کافی ہے اس بزرگوار کی قبر مشتبہ ہے آیا قم میں ہے یا مقام عریض میں جو کہ

مدینہ سے ایک فرسخ پر ہے جو کہ ان کی ملک اور ان کی اولاد کے جائے رہائش ہے اس میں اختلاف ہے اور ہم نے ہدیۃ الزائرین میں جو کچھ اس مقام سے متعلق ہے اسے بیان کیا ہے وہاں رجوع کیا جائے۔

صاحب روضۃ الشہداء نے کہا ہے، باقی رہے علی عریضی ان کی کنیت ابوالحسن ہے یہ عالم بزرگ تھے، بچپن میں باپ سے چھوٹ گئے اور اپنے بھائی امام موسیٰ علیہ السلام سے علم سیکھا اور ان کی نسبت عریض کی طرف ہے اور وہ ایک دیہات ہے مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر اور ان کی اولاد کافی ہے اور انہیں عریضیون کہتے ہیں اور ان کی نسلی چار بیٹوں سے ہے محمد احمد شعرانی اور حسن و جعفر اصغر تو اس کی اولاد اس کے بیٹے علی سے ہے اور اس کی اولاد کے حالات مخفی ہیں، (انتھی) احتمال ہے کہ جو قبر قم میں ہے وہ اسی علی کی قبر ہو اور باقی رہا اس کا یہ قول کہ علی کی نسل چار بیٹوں سے ہے یہ مخالف ہے اس کے جو نقل ہوا ہے کیونکہ عالم فاضل جلیل سید مجدالدین عریضی استاد شیخ ابوالقاسم محقق حلی کا نسب عیسیٰ بن علی بن جعفرؑ تک منتہی ہوتا ہے اسطرح سے السید مجدالدین علی بن حسن بن ابراہیم بن علی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسن بن عیسیٰ بن محمد بن عیسیٰ بن علی عریضی صاحب المسائل عن اخیہ الکاظم علیہ السلام بن امام جعفر صادقؑ اور حسن بن علی بن جعفرؑ باپ ہے عبداللہ بن حسن علوی کا جو کہ شیخ جلیل عبداللہ بن جعفر حمیر کے مشائخ میں سے ہے اور انہوں نے اس پر اعتماد کیا ہے اپنے طریق میں علی بن جعفر کے مسائل پر وہ روایت کرتا ہے اپنے جد علی بن جعفر سے اور معلوم رہے کہ بعض کتب انساب میں ہے کہ فاطمہ کبریٰ بنت محمد بن عبداللہ الباہرین امام زین العابدین علیہ السلام علی کی زوجہ ہیں اور یہ بھی معلوم رہے کہ قم میں علی بن جعفرؑ کی اولاد میں سے ایک شخص (جو شرافت و جلالت کے ساتھ معروف ہے) مدفون ہے اور اس کا اسم شریف احمد بن قاسم بن احمد بن علی بن جعفر صادق علیہ السلام ہے اور اس کی قبر عام لوگوں کی زیارت گاہ ہے جو اس قبرستان میں واقع ہے جو دروازہ قلعہ کے نزدیک ہے ایک قدیم بقعہ و بارگاہ میں کہ جس کی تاریخ بناء کو اب تک سات سو سال ہو گئے ہیں اور اس کی بہن فاطمہ بھی ظاہراً وہیں دفن ہے اور یہ احمد بن قاسم جلیل القدر ہے اور تاریخ قم میں ہے کہ اس طرح خبر پہنچی ہے کہ احمد بن قاسم اپاہج تھا اور اس کی آنکھوں میں چیچک کی بیماری ہو گئی، جس کی وجہ سے اس کی دونوں آنکھیں جاتی رہیں اور جب وفات پائی تو مقبرہ قدیم مالون میں دفن ہوا اور اس کی قبر کی لوگ زیارت کرتے ہیں اور اس کی قبر پر سائبان تھا اور جب خاقان مفلحی کے اصحاب ۲۹۵ھ میں قم میں پہنچے تو وہ سائبان اس کی قبر سے ہٹا لیا اور ایک مدت تک اس کی زیارت نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ بعض صلحاء قم نے خواب میں ۳۷۱ھ میں دیکھا کہ اس قبر میں رہنے والا بہت صاحب فضیلت ہے اور اس کی زیارت کا ثواب و اجر بہت ہے پس دوبارہ اس کی قبر کی عمارت نئی لکڑی سے کی گئی اور از سر نو لوگ اس کی قبر کی زیارت کرنے لگے اور ثقات کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ کچھ لوگ کہ جنہیں پرانی بیماری ہوتی یا ان کے کسی عضو میں کوئی نقص یا تکلیف ہوتی تو وہ اس کی قبر پر جاتے اور طلب شفاء (بدرگاہ خدا) کرتے تو اس کی روح شریف کی برکت سے شفا پاتے۔

آٹھویں فصل

حضرت صادقؑ کے چند بزرگ اصحاب کا تذکرہ

پہلا: ابان بن تغلب ہے آل بکر بن وائل سے اہل کوفہ اور ثقہ وجلیل القدر ہے، مجالس المومنین میں ہے کہ ابان قاری اور علم قرات اور اس کے دلائل کے وجوہ کا عالم تھا اور اس کی الگ ایک قرات ہے جو قراء کے ہاں مشہور ہے اور علم تفسیر حدیث فقہ لغت اور نحو میں اپنے زمانہ کا امام تھا اور کتاب ابن داؤد میں مذکور ہے کہ اس نے تین ہزار احادیث امام جعفر صادقؑ سے حفظ کی ہیں اور اس کی بہت سے تصانیف ہیں مثل تفسیر غریب القرآن اور کتاب فضائل اور کتاب احوال صفین اور دیگر اس قسم کی اور کتاب خلاصہ میں مسطور ہے کہ ابان ہمارے اصحاب کے درمیان ثقہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہے امام زین العابدینؑ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں پہنچا اور ان کی خاطر عاطر کے التفات سے مشرف ہوا ہے، اور حضرت امام باقرؑ نے اس سے فرمایا کہ مسجد مدینہ میں بیٹھ جاؤ اور لوگوں کو فتویٰ دو میں دوست رکھتا ہوں کہ لوگ ہمارے شیعوں کے درمیان تم جیسے شخص کو دیکھیں اور دوسری روایت یہ ہے کہ اہل مدینہ کے ساتھ مناظرہ کرو میں دوست رکھتا ہوں کہ تم جیسا شخص میرے راویوں اور رجال میں ہو ابان نے امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں وفات پائی جب آپ کو ابان کی وفات کی خبر ملی تو آپ نے اس کے لئے دعا رحمت کی اور قسم کھا کر فرمایا کہ ابان کی موت سے میرے دل کو تکلیف ہوئی ہے اور ابان کی وفات ۱۴۱ھ میں ہوئی اور امام جعفر صادقؑ نے اسے اس کی وفات کی خبر دی تھی، شیخ نجاشی نے روایت کی ہے کہ جب ابان مدینہ میں جاتا تو لوگ اس سے حدیث سننے اور اس سے مسائل کا استفادہ کرنے کے لئے ہجوم کرتے چنانچہ سوائے مسجد کے ستون کے کہ جسے ابان کے لئے خالی چھوڑ دیتے تھے دوسری کوئی جگہ خالی نہیں رہتی تھی اور اسی طرح عبدالرحمن بن حجاج سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں ابان کی مجلس میں تھا کہ اچانک ایک شخص دروازے سے آیا اور اس سے پوچھا کہ اے ابوسعید مجھے بتاؤ صحابہ رسولؐ میں سے کتنے افراد نے حضرت امیرالمومنینؑ کا اتباع کیا تھا، ابان کہنے لگا گویا تو علیؑ کا فضل و بزرگی انہیں اشخاص کی وجہ سے پہچاننا چاہتا ہے جنہوں نے امیر المومنینؑ کا اتباع کیا اصحاب پیغمبرؐ میں سے، وہ شخص کہنے لگا میرا مقصد تو یہی ہے تو ابان نے کہا خدا کی قسم ہم صحابہ کی فضیلت نہیں سمجھتے مگر امیرالمومنینؑ کی متابعت کرنے سے۔

دوسرا: اسحاق بن عمار صیرفی کوفی جو حضرت صادقؑ اور موسیٰ بن جعفرؑ کے اصحاب میں سے تھا، علماء رجال نے اس کے حق میں کہا ہے کہ وہ ہمارے اصحاب کا شیخ اور ثقہ ہے وہ اور اس کے بھائی یونس، یوسف، قیس اور اسماعیل شیعوں کا ایک بزرگ خانوادہ ہیں اور اس کے بھتیجے علی و بشیر اسماعیل کے بیٹے وجوہ اہل حدیث میں سے تھے اور روایت ہے کہ حضرت صادقؑ جب

اسحاق اور اسمعیل عمار کے بیٹوں کو دیکھتے تو فرماتے وقد یجمعھما الا قوام یعنی خداوند عالم کبھی کچھ لوگوں کے لئے دنیا و آخرت کو جمع کر دیتا ہے اور عمار بن حیان سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب میں نے حضرت صادقؑ کو بتایا اپنے بیٹے اسماعیل کا میرے ساتھ نیکی واحسان کرنا تو فرمایا میں اسے دوست رکھتا تھا اور اب مجھے اس سے زیادہ محبت ہو گئی ہے، بالجملہ علماء اسحاق کو فطحی مذہب سمجھتے تھے، شیخ کے فہرست میں تصریح کرنے کی وجہ سے اور اس وجہ سے اس کی حدیث کو موثق شمار کرتے تھے یہاں تک کہ نوبت شیخ بہائی تک پہنچی تو انہوں نے اسحاق بن عمار دوافراد قرار دیئے ہیں ایک امامی ثقہ جو رجال نجاشی میں ہے اور دوسرا فطحی ثقہ جو رجال شیخ میں ہے اور ان کا امتیاز ان کے جد کے نام سے قرار دیا ہے، اسحاق بن عمار بن حیان کو امامی کہتے ہیں اور اسحاق بن عمار بن موسیٰ کو فطحی کہتے ہیں، لہذا اسند میں امتیاز کی طرف رجوع کیا جائے تا کہ معلوم ہو کہ ان میں سے کون ہے اور علماء کا عمل اسی پر رہا، علامہ طباطبائی بحر العلوم کے زمانہ تک ان بزرگوار نے ایسے قرائن تلاش کئے جن سے اسحاق بن عمار ایک ہی شخص ثابت ہوتا ہے اور وہ بھی ثقہ اور امامی مذہب ہے اور ہمارے شیخ علامہ نوری نور اللہ مرقدہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے، خاتمہ مستدرک الوسائل و اللہ العالم۔

تیسرا:　　برید ابن معٰویہ عجلی جس کی کنیت ابوالقاسم وجوہ فقہا اصحاب میں سے ثقہ وجلیل القدر حضرت باقر اور صادق علیہم السلام کے حواریوں میں سے ہے اور اس کا ائمہ معصومین علیہم السلام کے نزدیک مقام ومحل عظیم ہے اور وہ اصحاب اجماع میں سے ہے حضرت صادق نے فرمایا کہ زمین کے اوتار (میخیں) اور اعلام دین چار افراد ہیں ا۔محمد بن مسلم، ۲۔برید بن معاویہ، ۳۔لیث بن بختری مرادی اور ۴۔زرارہ بن عین، نیز ایک حدیث میں ان کے حق میں فرمایا ہے ''ھولاء القوامون بالقسط ھو الاء القوالون بالصدق وھولاء السابقون السابقون اولیك المقربون'' یہ قائم بالقسط وعدل یہ سچ کہنے والے سابقون اولون اور یہی مقرب ہیں اور نیز فرمایا مخبتین (چھپ کر دین کی خدمت کرنے والے) کو بہشت کی بشارت دو اور ان چار افراد کا نام لیا پھر فرمایا یہ چار آدمی تو نجباء ہیں حلال وحرام خدا میں امین ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو آثار نبوت منقطع اور مندرس ہو جاتے، اس کی وفات ۱۵۰ھ میں واقع ہوئی، رحمہ اللہ اور اس کا بیٹا قاسم بن برید بھی ثقہ اور حضرت صادقؑ کے رواۃ اصحاب میں سے ہے۔

چوتھا:　　ابوحمزہ ثمالی ان کا نام شریف ثابت بن دینار ہے، ثقہ وجلیل القدر زہاد ومشائخ اہل کوفہ میں سے ہیں، فضل بن شاذان سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک ثقہ سے سنا وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ کو یہ فرماتے سنا کہ ابوحمزہ ثمالی اپنے زمانہ میں اسی طرح تھے جیسے سلمان فارسی اپنے زمانہ میں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ابوحمزہ نے ہم میں سے چار افراد کی خدمت کی ہے، علی بن الحسینؑ، محمد بن علیؑ جعفر بن محمدؑ اور کچھ زمانہ موسیٰؑ بن جعفر کی اور روایت ہے کہ ایک دفعہ امام جعفر صادقؑ نے ابوحمزہؒ کو بلایا جب حاضر ہوئے تو ان سے فرمایا انی لا ستریح اذا رائیتك مجھے راحت وآرام محسوس ہوتا ہے جب میں تجھے دیکھوں، روایت ہے کہ ابوحمزہ کی ایک بیٹی تھی زمین پر گر گئی تو اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا، شکستہ اعضاء جوڑنے والے کو دیکھا یا تو اس نے

کہا کہ اس کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے، اسے جبیرہ (ہڈی جوڑ کر باندھنا) کرنا پڑے گا، ابوحمزہ کو اس لڑکی کی حالت پر رقت طاری ہوئی اور رو دیئے اور دعا کی، شکستہ بند (جوڑے والے نے نے چاہا کہ ہڈی جوڑ کر اس کا ہاتھ باندھے اس نے دیکھا کہ ٹوٹنے کے آثار موجود نہیں، دوسرا ہاتھ دیکھا تو اس میں بھی عیب نظر نہ آیا، کہنے لگا اس لڑکی میں تو کوئی عیب نہیں ہے ان کی وفات ۱۵۰ھ میں واقع ہوئی ان کی بیماری کے دنوں ابوبصیر صادقؑ کی خدمت میں آئے تو حضرت صادقؑ نے ابوحمزہ کے حالات پوچھے، ابوبصیر نے کہا وہ بیمار ہیں فرمایا جب واپس جاؤ تو اس کے پاس جانا اور میری طرف سے اسے سلام پہنچانا اور یہ بھی کہنا کہ فلاں ماہ فلاں دن تمہاری وفات ہوگی، میں نے عرض کیا قربان جاؤں خدا جانتا ہے کہ ہم ابوحمزہ سے انس رکھتے ہیں اور وہ آپ کے شیعوں میں سے ہے، فرمایا سچ کہتے ہو ما عندنا خیر لکم جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے میں نے عرض کیا آپ کے شیعہ آپ کے ساتھ ہوں گے فرمایا جب خدا سے ڈریں اور اپنے پیغمبر کا لحاظ رکھیں اور خود کو گناہوں سے بچائیں تو پھر ہمارے درجات میں ہمارے ساتھ ہوں گے، الخ۔ سید عبدالکریم بن طاؤس نے فرحۃ الغری میں روایت کی ہے کہ حضرت زین العابدینؑ دارو کوفہ ہوئے تو مسجد کوفہ میں تشریف لے گئے اور مسجد میں ابوحمزہ موجود تھے جو کہ زہاد و مشائخ کوفہ میں سے تھے پس حضرت نے دو رکعت نماز پڑھی، ابوحمزہ نے کہا کہ میں نے اس سے زیادہ عمدہ لہجہ نہیں سنا تھا میں قریب گیا تا کہ سنوں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، میں نے سنا کہ کہہ رہے ہیں ان کان قد عصیتك فانی قد اطعتك فی احب الا شیآء الیئك اور یہ دعا مشہور ہے اس وقت آپ اٹھ کر چلے گئے، ابوحمزہ کہتا ہے کہ میں مناخ کوفہ تک ان کے پیچھے گیا اور وہ ایسی جگہ تھی کہ جہاں لوگ اونٹ بٹھاتے تھے وہاں ایک سیاہ غلام تھا جس کے پاس ایک اونٹ اور اونٹنی تھی میں نے اس سے کہا اے کالے یہ شخص کون ہے تو اس نے کہا او یخفی علیك شمائله کیا اس کے سیما و شمائل و نقش و نگار تجھ پر مخفی ہیں اور ان سے تو نے انہیں نہیں پہچانا وہ علی بن الحسین علیہ السلام ہیں، ابوحمزہ کہتے ہیں کہ میں نے خود کو ان کے قدموں پہ گرا دیا اور ان کے بوسہ لئے تو آپ نے ایسا نہ کرنے دیا اور اپنے ہاتھ سے میرا سر بلند کیا اور فرمایا ایسا نہ کرو کیونکہ سجدہ خدا کے علاوہ کسی کے لئے نہیں جچتا، میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ کیسے آپ کا یہاں آنا ہوا فرمایا اس چیز کے لئے جو تو نے دیکھی ہے یعنی مسجد کوفہ میں نماز پڑھنا اور اگر لوگوں کو اس کی فضیلت معلوم ہو جائے تو وہ اس کی طرف آئیں، اگر چہ وہ بچوں کی طرح اپنے آپ کو زمین پر گھسیٹیں یعنی وہ آئیں اگر چی ان کے لئے چلنا انتہائی سخت ہو ان بچوں کی طرح جو ابھی کھڑے ہو کر چل نہیں سکتے اور بیٹھے بیٹھے چلتے ہیں پھر فرمایا کیا میل و رغبت رکھتے ہو کہ میرے ساتھ چل کر میرے جد بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی زیارت کرو میں نے عرض کیا جی ہاں پس آپ چلے اور میں آپ کے ناقہ کے سایہ میں جا رہا تھا اور آپ مجھ سے باتیں کرتے جاتے تھے، یہاں تک کہ ہم غریین میں پہنچے اور وہ سفید جگہ تھی کہ جس کی روشنی چمکتی تھی، پس آپ اپنے ناقہ سے اترے، اور اپنے دونوں طرف کے رخساروں کو اس زمین پر رکھا اور فرمایا اے ابوحمزہ یہ میرے جد علی بن ابی طالب علیہ السلام کی قبر ہے اور حضرت نے وہ زیارت پڑھی جس کی ابتدا یہ ہے کہ السلام علی اسم الله الرضی و نور وجهه المضی پھر اس قبر مطہر سے رخصت ہوئے اور آپ مدینہ کی طرف چلے گئے اور میں کوفہ کی طرف

لوٹ آیا، مولف کہتا ہے کہ حضرت صادقؑ کی وفات کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے کہ ابوحمزہ امیر المومنین علیہ السلام کی قبر کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس تربت مقدس کے پاس بیٹھے اور فقہاء شیعہ ان کی خدمت میں جمع ہوئے اور ان سے حدیث اور علم اخذ کرتے تھے۔

پانچواں: حریز بن عبداللہ سجستانی حضرت صادقؑ کے مشہور اصحاب میں سے ہیں اور عبادات میں کتابیں لکھی ہیں ان میں سے ایک کتاب صلوٰۃ ہے جو کہ مرجع اصحاب معتمد علیہ اور مشہور تھی اور حماد کی معروف روایت میں ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے عرض کیا انا احفظ کتاب حریز فی الصلوۃ نماز کے معاملہ میں میں حریز کی کتاب صلوٰۃ کو یاد رکھتا ہوں، بہرحال وہ ہے تو اہل کوفہ میں سے لیکن چونکہ تجارت کے لئے وہ سجستان کی طرف سفر کرتا تھا لہذا سجستانی مشہور ہو گیا، اور حضرت صادقؑ کے زمانہ میں اس نے خوارج سجسانی کے مقابلہ میں تلوار کھینچی، اور روایت ہے کہ حضرت نے اسے اپنے آپ سے جدا اور محجوب کر دیا اور یہ وہی ہے کہ یونس بن عبدالرحمن نے بہت سی فقہ اس سے نقل کی ہے۔

چھٹا: حمران بن اعین شیبانی زرارہ کا بھائی جو کہ امام محمد باقر اور جعفر صادق علیہما السلام کے حواریوں میں شمار ہوتا ہے کہ جسے حضرت باقرؑ نے فرمایا تو دنیا و آخرت میں ہمارے شیعوں میں سے ہے اور حضرت صادقؑ نے اس کی موت کے بعد فرمایا مات واللہ مومنا خدا کی قسم وہ حالت ایمان میں مرا ہے، اور جب اس نے حضرت صادقؑ سے عرض کیا کہ ہم شیعہ کس قدر قلیل مقدار میں ہیں، لو اجتمعنا علیٰ شاۃ ما افنینا ھا اگر ہم ایک بکری پر جمع ہوں تو اسے ختم نہیں کر سکتے، فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں اس سے زیادہ عجیب و غریب بات بتاؤں میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا مہاجر و انصار چل دیئے (اور ہاتھ سے اشارہ کیا) سوائے تین افراد کے آنحضرت کی مراد تین افراد سے سلمان ابوذر اور مقداد ہیں جیسا کہ باقر کی روایت میں ہے کہ ارتدا الناس الا ثلا ثلفر سلمان ابو ذر والمقداد قال الراوی فقلت عما وقال علیه السلام کان حاص حیصة ثم رجع ثم قال علیه السلام ان اردت الذی لم یشك ولم یدخله شئی فالمقداد سب لوگ پھر آ گئے سوائے تین کے سلمان ابوذر اور مقداد راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا اور عمار فرمایا کچھ پلٹا پھر لوٹ آیا اس کے بعد آپ نے فرمایا اگر وہ شخص چاہتے ہو کہ جسے شک نہیں ہوا اور نہ اس کے دل میں کچھ آیا ہے تو وہ مقداد ہے اور وارد ہوا ہے کہ جس وقت زرارہ جوانی کے عالم میں جب کہ ابھی اس کے منہ پر داڑھی بھی نہیں آئی تھی حجاز کی طرف گیا اور میدان منیٰ میں حضرت باقرؑ کا خیمہ دیکھا تو اس خیمہ کے اطراف میں کچھ لوگ بیٹھے ہیں اور صدر مجلس خالی چھوڑ رکھی ہے اور اس میں کوئی شخص نہیں ہے اور ایک شخص اس کے ایک کونہ میں بیٹھا حجامت کر رہا ہے میں نے دل میں کہا کہ حضرت باقرؑ یہی شخص ہوں گے میں ان کی طرف گیا اور سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا، میں انکے سامنے بیٹھ گیا اور حجام بھی ان کے سر کے پیچھے تھا فرمایا اعین کی اولا میں سے ہے، میں نے عرض کیا جی ہاں میں زرارہ اعین کا بیٹا ہوں فرمایا تجھے شباہت کی وجہ سے میں نے پہچانا ہے پھر فرمایا کیا حمران حج کے لئے آیا ہے میں نے عرض کیا کہ نہیں البتہ آپ کو سلام بھیجا ہے، فرمایا وہ حقیقی مومنین میں سے ہے، جو کبھی

نہیں لوٹے گا جب اس سے ملاقات کروتو میرا اسلام اسے پہچانا اوراس سے کہا کہ کیوں تو نے حکم بن عتبہ سے میری طرف سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ان الاوصیاء محدثون (کہ اوصیاء سے ملائکہ کی باتیں کرتے ہیں) حکم اوراس جیسے لوگوں کو ایسی حادیث نہ بتاؤزرارہ کہتا ہے کہ میں نے خدا کی حمدوثناء کی،الخ۔

دوسری روایت ہے کہ حضرت صادقؑ نے بکسر بن اعین سے حمران کے حالات پوچھے بکسر نے عرض کیا کہ حمران اس سال حج کے لئے نہیں آیا،اگرچہ اسے بہت شوق تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہولیکن اس نے آپ کی خدمت میں سلام کہا ہے حضرت نے فرمایا تجھ پر اوراس پرسلام ہوحمران مومن ہے اہل جنت میں سے جوکبھی شک میں نہیں پڑے گا نہیں بخدانہیں لیکن اس کو یہ نہ بتانا اور ایک روایت ہے کہ حجرت صادقؑ کے موالی آپ کے پاس مناظر کررہے تھے اور حمران ساکت تھا حضرت نے اس سے فرمایا اے حمران تو کیوں خاموش ہے اور بات نہیں کرتا کہنے لگا اے میرے آقا میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اس مجلس میں بات نہیں کروں گا کہ جس میں آپ تشریف فرما ہوں،حضرت نے فرمایا میں تجھے کلام کرنے کی اجازت دیتا ہوں تو تکلم ومناظرہ کرو،یونس بن یعقوب کہتا ہے کہ حمران علم کلام خوب جانتا تھا اورحضرت صادقؑ نے اس مردشامی کو جو مناظر کے لئے آیا تھا حمران کے حوالہ کیا وہ مردشامی کہنے لگا میں آپ سے مناظرہ کرنے آیا ہوں نہ کہ حمران سے،فرمایا اگرحمران پرتو غالب آگیا تو گویا مجھ پر غالب آیا ہے پس اس شخص نے جواب دیئے یہاں تک کہ وہ شخص تھک گیا اورملول ہوا،حضرت نے اس سے فرمایا اے شامی تو نے حمران کو کیسا پایا،کہنے لگا ماہروحاذق ہے میں نے جس چیز کے متعلق اس سے سوال کیا ہے اس کا اس نے جواب دیا ہے خلاصہ یہ کہ اس کی مدح میں بہت سی روایات ہیں،اورحسن بن علی بن یقطین نے اپنے مشائخ سے روایت کی ہے کہ حمران زرارہ،عبدالملک،بکسیر اورعبدالرحمن،اعین کے بیٹے تمام مستقیم رہے اوران میں سے چار افراد نے حضرت صادقؑ کے زمانہ میں وفات پائی اورحضرت صادقؑ کے اصحاب میں سے تھے اور زرارہ حضرت کاظمؑ کے زمانہ تک رہا اور ملاقات کی اورکہا گیا ہے کہ حمران کا شمار تابعین میں ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ ابوالطفیل عامر بن واصلہ سے روایت کرتا ہے اور وہ اصحاب رسولؐ میں سے آخری شخص ہے کہ جس نے آخر میں وفات پائی۔

روایت ہے کہ حمران جب اصحاب کے ساتھ بیٹھتا تو مسلسل ان سے آل محمدؐ سے روایت بیان کرتا پس جب وہ آل محمدؐ کےعلاوہ کسی سے کوئی چیز بیان کرتے تو ان کی رد کرتا اسی حدیث سے اہل بیت علیہم السلام کی طرف سے تین مرتبہ ایسا کرتا اگروہ اس حال پر باقی رہتے تو وہاں سے اٹھ کھڑا ہوتا اور چلا جاتا،مولف کہتا ہے کہ اسی کے قریب قریب سیدحمیری کے متعلق بعض اہل فضل سے نقل ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ ابوعمرو علاء کے پاس بیٹھا تھا اور ہم مشغول مذاکرہ تھے کہ سیدحمیری وارد ہوا اور بیٹھ گیا ہم زراعت اور کھجوروں کے ذکر میں مشغول ہوئے تو اچانک سید کھڑا ہوگیا ہم نے کہا کہ اے ابوہاشم کیوں کھڑے ہوگئے ہوتو کہنے لگا۔شعر

انی لا کرہ ان اطیل بمجلس
لا ذکر فیہ لآل محمد

لاذکر فیه لاحمد و وصیه
وبنیه ذلك مجلس قصف رد
ان الذی ینساهم فی مجلس
حتیٰ یفارقه لغیر مسدد

میں ناپسند کرتا ہوں زیادہ دیر بیٹھنا اس مجلس میں کہ جس میں آل محمدؐ کا تذکرہ نہ ہو جس میں احمد مجتبیٰ ان کے وصی اور ان کی اولاد کا ذکر نہ ہو وہ مجلس کہنہ اور فاسد ہے جو شخص ان کو کسی مجلس میں بھول جائے، یہاں تک کہ اس سے جدا ہو وہ درست آدمی نہیں، حمران کے بیٹے حمزہ محمد اور عقبہ سب کے سب اہل حدیث میں سے ہیں۔

ساتواں: زرارہ بن عین شیبانی ہے کہ جس کی جلالت شان اور عظمت قدر اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو سکے کہ جس میں تمام خصال خیر جمع تھے، علم وفضل و دیانت و وثاقت صادقین علیہما السلام کے حواریوں میں سے ہیں اور یہ وہی ہیں کہ یونس بن عمار نے جس سے باب ارث میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حدیث نقل کی ہے کہ جو اس نے حضرت باقرؑ سے نقل کی تھی تو حضرت صادقؑ نے فرمایا جو کچھ زرارہ نے حضرت ابو جعفرؑ سے روایت کی ہے جائز نہیں کہ ہم اسے رد کریں اور روایت ہے کہ حضرت نے فیض بن مختار سے فرمایا جب ہماری حدیث حاصل کرنا چاہو تو اس بیٹھے ہوئے شخص سے اخذ کرو اور آپ نے زرارہ کی طرف اشارہ فرمایا اور حضرت سے مروی ہے زرارہ کے متعلق کہ **لو لا زرارة لقلت ان احادیث ابی ستذهب** اگر زرارہ نہ ہوتا تو میں کہتا کہ میرے والد کی احادیث ضائع ہو گئیں اور برید کے حالات میں گذر چکا ہے کہ زرارہ اوتاد (میخیں) زمین اور اعلام دین میں سے ایک ہے نیز روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت صادقؑ نے فرمایا اے زرارہ تمہارا نام اہل بہشت میں الف کے بغیر ہے، کہنے لگا جی ہاں آپ پر قربان جاؤں میرا نام عبدربہ ہے لیکن زرارہ کے ساتھ ملقب ہوا ہوں، اور انہیں سے نقل ہوا ہے کہ جو حرف حضرت صادقؑ سے سنتا ہوں میرا ایمان زیادہ ہوتا ہے اور ابن ابی عمیر سے جو کہ فضلاء شیعہ میں سے ہے منقول ہے کہ ایک دفعہ اس نے جمیل بن دراج سے کہا جو کہ اعاظم فقہاء و محدثین شیعہ میں سے ہے کہ کس قدر اچھا ہے تیرا محضر اور کتنی زینت رکھتی ہے تیری مجلس استفادہ تو اس نے کہا کہ ہاں لیکن خدا کی قسم کہ ہم زرارہ کے پاس اس طرح تھے کہ جیسے اطفال مکتب معلم کے پاس ہوتے ہیں، ابو غالب زراری نے جب اپنے پوتے محمد بن عبداللہ کے لئے ایک رسالہ لکھا تو فرمایا کہ روایت ہوئی ہے کہ زرارہ شخص وسیم و جسیم اور زیادہ سفید رنگ تھا اور جب نماز جمعہ کے لئے جاتا تو اس کے سر پر ٹوپی اور پیشانی پر سجدہ کا نشان ہوتا اور ہاتھ میں عصا رکھتا تھا اور لوگ اس کی حشمت و عظمت کا لحاظ رکھتے تھے اور لوگ صف بستہ ہو کر اس کے حسن ہیبت اور جمال کو دیکھتے اور جدل و مخاصمت علم کلام میں مکمل امتیاز رکھتا تھا اور کسی شخص میں یہ قدرت

نہیں تھی کہ اسے مناظرہ میں مغلوب کرے مگر یہ کہ کثرت عبادت نے اسے مناظرہ کرنے سے روک دیا تھا اور متکلمین شیعہ اس کی شاگردی کی لڑی میں تھے، ستر یا نوے سال زندہ رہا اور آل اعین کے بہت فضائل ہیں اور جو کچھ ان کے حق میں روایت ہوا ہے وہ اس سے زیادہ ہے کہ تمہارے لئے لکھوں، انتہی مولف کہتا ہے کہ زرارہ کی وفات حضرت صادقؑ کی وفات کے دو مہینہ یا اس سے کم عرصہ میں ہوئی اور زرارہ حضرت کی وفات کے وقت بیمار تھے اور اسی بیماری میں رحلت کی۔ رحمہ اللہ

معلوم رہے کہ اعین کا گھرانہ شریف خانوادہ ہے اور ان میں سے اکثر افراد اہل حدیث وفقہ وکلام تھے، اصول تصانیف اور روایات ان سے بہت نقل ہوئی ہیں اور زرارہ کی کئی ایک اولادیں تھیں کہ جن میں سے رومی اور عبداللہ ہے کہ دونوں ثقات رواۃ میں سے ہیں اور حسن وحسین ہیں کہ جن کے حق میں حضرت صادقؑ نے یہ دعا کی اور فرمایا "**احاطهما الله وكلا هما ورعاهما وحفظهما بصلاح ابيهما كما حفظ الغلامين**" خدا دونوں کا احاطہ کرے اور نگہبانی ولحاظ وحفاظت کرے ان کے باپ کی اچھائی کی وجہ سے جس طرح کہ ان دو بچوں کی حفاظت کی تھی اور زرارہ کے بھائی حمران بکسیر عبدالرحمن اور عبدالملک سب جلیل الشان تھے، حمران کے حالات تو گذر چکے ہیں اور بکسیر وہی ہے کہ جسے صادقؑ نے یاد کیا اور فرمایا خدا بکسیر پر رحم کرے، نیز روایت ہے کہ بکسیر کی وفات کے بعد حضرت نے فرمایا خدا کی قسم خداوند عالم نے اسے اس منزل میں اتارا ہے جو اس کے رسول اور امیر المومنین صلوات اللہ وسلامہ علیہما کے درمیان ہے اور اس کی اولاد در اولاد اہل حدیث ہیں اور آنجناب کے لئے شہر وامغان کے باہر بقعہ اور مزار مشہور ہے اور عبدالرحمن بن اعین وہی ہے کہ مشائخ نے اس کی استقامت کی گواہی دی ہے اور عبدالملک بن اعین وہی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے اس کے لئے دعائے رحمت کی اور مدینہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ جا کر اس کی قبر کی زیارت کی ہے اور عبدالملک علم نجوم جانتا تھا اور اس کا بیٹا ضریس بن عبدلملک ثقات رواۃ میں سے ہے۔

آٹھواں: صفوان بن مہران جمال اسدی کوفی جس کی کنیت ابو محمد ہے وہ بہت ثقہ اور جلیل القدر ہے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے اور اپنا ایمان واعتقاد ائمہ علیہم السلام کے بارے میں آپ کے سامنے پیش کیا اور حضرت نے اس سے فرمایا رحمک اللہ اور یہ وہی ہے کہ جس نے اپنے اونٹ ہارون الرشید کو سفر حج کے لئے کرایہ پر دیئے تھے، جب حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آنجناب نے فرمایا کہ تیری ہر چیز اچھی اور جمیل ہے سوائے تیری ایک چیز کے اور وہ کرایہ پر اس شخص کو اونٹ دینا ہے یعنی ہارون کو عرض کیا میں نے سفر معصیت ولہو ولعب کے لئے کرایہ پر نہیں دیئے بلکہ مکہ کے راستہ کے لئے کرایہ پر دیئے ہیں اور میں خود بھی ساتھ نہیں تھا بلکہ معاویہ میرے غلاموں کے ہاتھ میں تھا فرمایا کیا تیرا کرایہ ان کے ذمہ نہیں عرض کیا کیوں نہیں فرمایا کیا تو ان کی زندگی اس وقت نہیں چاہتا جب تک تیرا کرایہ ادا نہ کرلیں کہنے لگا جی ہاں پس فرمایا جو ان کی زندگی کو چاہے وہ ان میں سے ہے اور جو ان میں سے ہو وہ ان کے ساتھ جہنم کی آگ میں داخل ہوگا، صفوان گیا اور اپنے سب اونٹ بیچ دیئے، ہارون کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس سے کہنے لگا اگر تیرا حسن صحبت نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا اور اسی

صفوان نے زیارت اربعین امام حسینؑ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے اور زیارت وارث اور دعائے علقمہ معروفہ جو زیارت عاشورہ کے بعد پڑھتے ہیں وہ بھی اسی نے حضرت سے نقل کی ہے اور یہ صفوان کئی دفعہ حضرت صادقؑ کو مدینہ سے کوفہ لے کر آیا ہے اور آنجناب کے ساتھ زیارت امیر المومنینؑ سے مشرف ہوا ہے اور حضرت کی قبر سے اچھی طرح سے مطلع تھا اور کامل الزیارۃ میں ہے کہ بیس سال برابر اس تربت مطہر کی زیارت کے لئے جاتا رہا اور حضرت کے قریب اپنی نماز ادا کرتا اور جد امجد ہے ثقہ جلیل فقیہ نبیل شیخ طائفہ امامیہ ابوعبداللہ صفوانی کا کہ جس نے سیف الدولہ حمدانی کے سامنے قاضی موصل کے ساتھ امامت کے بارے میں مباہلہ کیا تھا، جب قاضی اس مجلس سے اٹھا تو اسے بخار ہو گیا اور مباہلہ میں جو ہاتھ اس نے بلند کیا تھا وہ سیاہ ہو گیا اور اس پر ورم آ گیا اور دوسرے دن مر گیا۔

نواں : عبداللہ بن ابی یعفور ہے جو کہ ثقہ اور بہت جلیل القدر اصحاب ائمہ اور صادقین علیہما السلام کے حواریوں میں شمار ہوتا ہے اور حضرت صادقؑ کو بہت محبوب تھا اور حضرت اس سے راضی تھے کیونکہ حضرت کے مقام و اطاعت اور امتثال امر اور حضرت کے قول کو قبول کرنے میں بہت ثابت قدم تھا جیسا کہ روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت سے عرض کیا خدا کی قسم اگر آپ ایک انار کے دو ٹکڑے کر دیں اور فرمائیں کہ یہ آدھا حلال ہے اور یہ حرام تو میں گواہی دوں گا کہ جسے آپ نے حلال کیا ہے وہ حلال ہے اور جسے حرام کیا ہے وہ حرام ہے، حضرت نے دو دفعہ فرمایا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے اور روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں پایا جو میری وصیت کو قبول اور میرے امر اور حکم کی اطاعت کرے مگر عبداللہ بن ابی لعفور اور یہ وہی شخص ہے کہ جس نے اپنا دین حضرت صادقؑ کے سامنے پیش کیا اور یہ وہی ہے کہ جس کو آپ نے سلام بھیجا اور اسے سچ بولنے اور امانت ادا کرنے کی وصیت کی ہے بہر حال حضرت صادقؑ کے زمانہ میں طاعون کے سال وفات پائی اور اس کی وفات کے بعد حضرت صادقؑ نے مفضل بن عمر کو خط لکھا کہ جو سارا کا سارا تعریف اور عبداللہ بن ابی یعفور کے پسندیدہ ہونے میں ہے ایسے کلمات کے ساتھ جو اس کے اتنا جلیل الشان ہونے پر دلالت کرتے ہیں کہ جس میں عقل حیران ہے ان کلمات میں سے کچھ یہ ہیں۔

دقبض صلوات الله علی روحه محمود الاثر مشکور الشعی مغفورا له مرحوما برضی الله ورسوله وامامه عنه فبولادتی من رسول الله صلی الله علیه وآله ما کان فی عصرنا اطوع الله ولرسوله ولا مامه منه فما زال کذلك حتیٰ قبضه الله الیه برحمته وصیره الیٰ جنة۔ الخ

اور رحلت کی ہے اس نے روح پر خدا کی رحمت نازل ہو اس کے آثار قابل تعریف ہیں اس کی کوشش شکریہ کی مستحق ہے اسے بخش دیا گیا اور اس پر رحم کیا گیا ہے، اللہ اس کے رسول اور اس کے امام کی رضا کے ساتھ گیا ہے مجھے اپنے رسول کی اولاد ہونے کی قسم ہمارے زمانہ میں اس سے زیادہ خدا اس کے رسول اور امام کی اس سے زیادہ اطاعت کرنے والا کوئی نہیں تھا، پس وہ

اس طرح رہا یہاں تک کہ خداوند عالم نے اپنی رحمت سے اس کی روح اپنی طرف قبض کی اور اپنی جنت کی طرف اسے لے گیا۔

دسواں اور گیارہواں: عمران بن عبداللہ بن سعد اشعری قمی اور اس کا بھائی عیسیٰ بن عبداللہ ہے، کہ دونوں اہل قم کے اجلاء اور حضرت صادقؑ کے دوستوں اور محبوب لوگوں میں سے تھے اور انہیں بہت دوست رکھتے تھے اور جب یہ لوگ مدینہ میں وارد ہوتے تو حضرت ان کی دیکھ بھال کرتے تھے اور ان کے گھر والوں رشتہ داروں عزیزوں اور تعلق رکھنے والوں کے حالات پوچھتے ایک دفعہ عمران حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے اس سے حالات پوچھے اور اس سے حسن سلوک اور کشادہ روئی سے پیش آئے جب عمران اٹھ کر جانے لگا تو حماد ناب نے حضرت سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے کہ جس سے آپ نے اس طرح اچھا برتاؤ کیا ہے فرمایا یہ نجیب خانوادہ میں سے ہے، یعنی اہل قم میں سے ہے کہ کوئی جبار ان کا ارادہ نہیں کرے گا مگر یہ کہ خدا اسے تباہ کر دے گا اور روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا تو تو ہم اہل بیت میں سے ہے، اور یہ عمران وہی ہے کہ جس سے حضرت صادقؑ نے خواہش کی تھی کہ آپ کے لئے چند خیمے بنوائے وہ بنا کر لے آیا اور میدان منیٰ میں آپ کے لئے نصب کئے ایک خیمہ زنانہ اور ایک مردانہ تھا اور ایک قضائے حاجت کے لئے جب صادق اپنے اہل خانہ کے ساتھ وہاں تشریف لائے تو فرمایا کہ یہ خیمے کیسے ہیں لوگوں نے بتایا کہ عمران بن عبداللہ قمی نے آپ کے لئے لگائے ہیں، حضرت وہاں اتر گئے اور عمران کو بلا کر پوچھا یہ خیمے کتنی قیمت کے ہیں عرض کیا آپ پر قربان جاؤں کہ اس کے تاگے میرے اپنے بنائے ہوئے ہیں اور خیمے میں نے اپنے ہاتھ سے بنے ہیں اور بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں لے کر آیا ہوں اور قربان جاؤں دوست رکھتا ہوں کہ آپ قبول فرمالیں اور جو مال آپ نے اس کام کے لئے بھیجا تھا وہ میں نے واپس کر دیا ہے، پس حضرت نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا کہ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ محمد و آل محمد پر صلوات بھیجے اور یہ کہ تجھے اور تیری عزت و اولاد کو اپنے سایہ رحمت میں داخل کرے اس دن جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا اور عمران کا بیٹا مرزبان ابوالحسن رضاؑ کے اصحاب روایت میں ہے اور صاحب کتاب ہے ایک دفعہ آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ سے اپنے نزدیک اہم چیز کے متعلق سوال کرتا ہوں اور وہ یہ کہ کیا میں آپ کے شیعوں میں سے ہوں فرمایا ہاں کہنے لگا کیا میرا نام آپ کے پاس لکھا ہوا ہے، فرمایا ہاں۔

بارہواں: فضیل بن یسار بصری ابوالقاسم ثقہ جلیل القدر رواۃ اور فقہا اصحاب صادقین علیہما السلام اور اصحاب اجماع میں سے ہے، یعنی ان اشخاص میں سے ہے کہ جن کی تصدیق پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے اور انہوں نے اس کی فقہ کا اقرار کیا ہے اور روایت ہے کہ حضرت صادقؑ جب اس کو دیکھتے کہ آرہا ہے تو فرماتے کہ بشر المخبتین خشوع کرنے والوں کو بشارت دو جو شخص اہل بہشت میں سے کسی شخص کو دیکھنا چاہیے تو اس شخص کی طرف دیکھے اور فرماتے کہ فضیل میرے والد کے اصحاب میں سے ہے اور میں پسند کرتا ہوں کہ انسان اپنے باپ کے اصحاب کو دوست رکھے اور حضرت صادقؑ کے زمانہ میں وفات پائی اور جس شخص نے اس کو غسل دیا تھا اس نے حضرت صادقؑ سے بیان کیا کہ فضیل کو غسل دیتے وقت اس کا ہاتھ سبقت کرتا تھا اس کی شرمگاہ کی طرف، حضرت نے

فرمایا خدا رحمت کرے فضیل پر وہ ہم اہل بیت میں سے تھا، فضیل سے روایت ہے کہ میں نے ابی عبداللہ سے عرض کیا کہ مجھے آپ کی ملاقات سے کوئی چیز مانع نہیں مگر یہ کہ مجھے معلوم نہیں کہ کون سی چیز اس میں آپ کی طبیعت کے موافق ہے، کہتا ہے کہ حضرت نے فرمایا یہ بات تیرے لئے بہتر ہے اور فضیل کے بیٹے قاسم اور علاء اور اس کا پوتا محمد بن قاسم سب اجلاء اور ثقات اصحاب میں سے ہیں۔

رضوان اللہ علیہم اجمعین

تیرہواں: فیض بن مختار کوفی جو کہ ثقہ اور حضرت باقرؑ وصادق وکاظمؑ کے رواۃ میں سے ہے ایک دفعہ فیض نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں اصرار بلیغ اور بہت تاکید سے سوال کیا کہ آپ اسے اپنے بعد والے امام کی خبر دیں حضرت نے کمرے کے کنارہ پر جو پردہ تھا اسے اوپر کر دیا اور اس پردہ کے پیچھے تشریف لے گئے اور فیض کو بھی وہاں بلایا فیض جب اس جگہ پر گیا تو دیکھا کہ وہاں حضرت کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے حضرت نے وہاں نماز پڑھی اس وقت قبلہ سے منہ موڑ کر بیٹھ گئے، فیض بھی آپ کے سامنے رہا کہ اچانک امام موسیٰ تشریف لائے اور اس وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی اور ان کے ہاتھ میں تازیانہ تھا، حضرت صادقؑ نے انہیں اپنے زانو پر بٹھایا اور فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان جائیں یہ تازیانہ کیسا ہے جو تمہارے ہاتھ میں ہے عرض کیا میں اپنے بھائی علی کے قریب سے گذرا میں نے دیکھا یہ اس کے ہاتھ میں تھا اور اس سے ایک چوپائے کو مار رہا تھا، میں نے اس کے ہاتھ سے لے لیا ہے اس وقت حضرت نے فرمایا اے فیض صحف ابراہیم وموسیٰ رسول خداؐ کے پاس پہنچے اور آنحضرت نے وہ حضرت علیؑ کو سپرد کئے اور انہیں ان پر امین سمجھا پھر آپ نے ایک امام کا ذکر فرمایا یہاں تک کہ فرمایا وہ صحف میرے پاس ہیں اور میں نے ان پر اپنے اس بیٹے کو امین سمجھا ہے باوجود چھوٹے سن ہونے کے اور اب میں کے پاس ہیں، فیض کہتا ہے کہ میں حضرت کی مراد کو تو سمجھ گیا لیکن میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں اس سے زیادہ بیان چاہتا ہوں فرمایا اے فیض جب میرے والد چاہتے کہ ان کی دعا قبول ہو، تو مجھے اپنی دائیں طرف بٹھا لیتے اور دعا کرتے اور میں آمین کہتا پس آپ کی دعا قبول ہو جاتی اور میں بھی اس فرزند کے ساتھ ایسا ہوں اور کل ہم نے تجھے موقف میں یاد کیا تھا فذکرناک بالخیر پس ہم نے تیرا ذکر خیر کیا میں نے عرض کیا اے میرے سید وسردار کچھ زیادہ بیان کیجئے، فرمایا جب میرے والد سفر پر جاتے تو میں ان کے ساتھ ہوتا پس جب آپ اپنی سواری کے اوپر سونا چاہتے تو میں اپنی سواری ان کی سواری کے قریب لے جاتا اور میں اپنا بازو ان کے لئے ایک دو میل تک تکیہ بناتا یہاں تک کہ آپ نیند سے بیدار ہوتے اور یہ فرزند گی میرے ساتھ ایسا کرتا ہے پھر مزید سوال کیا تو فرمایا میں اپنے اس بیٹے میں وہ کچھ پاتا ہوں جو یعقوب کو یوسف میں نظر آتا تھا، میں نے عرض کیا اے میرے آقا اس سے زیادہ کچھ فرمائیے فرمایا یہ وہی امام ہے کہ جس کے متعلق تو سوال کرتا ہے لہذا اس کے حق کا اقرار کر، پس میں کھڑا ہو گیا اور حضرت کے سر کا بوسہ لیا اور آپ کے لئے دعا کی پس فیض نے اجازت چاہی کہ وہ بعض لوگوں سے اظہار کرے فرمایا اپنے اہل وعیال اولاد اور ساتھیوں سے بیان کرو، فیض اس سفر میں اہل خانہ اور اولاد کے ساتھ تھا اس نے انہیں خبر دی تو انہوں نے خدا کی بہت حمد وثنا کی اور اس کے ساتھیوں میں یونس بن ظبیان تھا جب اس نے یونس کو بتایا تو وہ کہنے لگا مجھے حضرت سے بلاواسطہ سننا چاہیے اور

اس میں جلد بازی تھی پس وہ حضرت کے گھر کی طرف روانہ ہوا فیض کہتا ہے کہ میں اس کے پیچھے چلا جب حضرت کے دروازے پر پہنچا تو آپ کی آواز بلند ہوئی اور فرمایا معاملہ اسی طرح ہے کہ جس طرح تجھے فیض نے بتایا ہے یونس نے کہا میں نے سنا اور اس کی اطاعت کی۔

چودھواں: لیث بن بختری مشہور با بوبصیر مرادی قاضی نور اللہ نے مجالس میں اس کے حالات میں کہا ہے کہ کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ اس کی کنیت ابوبصیر اور ابومحمد تھی اور دو امام ہمام محمدؑ بن علی باقر اور جعفر بن محمد صادق علیہما السلام کے راویوں میں سے تھا اور امام محمد باقرؑ نے اس کی شان میں فرمایا بشر ا المخبتین بالجنته یعنی خدا کے لئے خشوع کرنے والوں کو جنت کی بشارت دو اور انہیں میں سے لیث بھی ہوگا اور کتاب خلاصہ میں مختار کش کے واسطہ سے جمیل بن دراج سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کے لئے خشوع کرنے والوں برید بن معاویہ عجلی ابوبصیر لیث بن بختری مرادی محمد بن مسلم اور زرارہ کو جنت کی بشارد و یہ چاروں نجیب اور خدا کے حلال وحرام پر اس کے امین ہیں اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو آثار نبوت منقطع ہو جاتے، نیز کتاب کشی میں مسطور ہے کہ ابوبصیر ان میں سے ایک ہے کہ امامیہ نے جن کی تصدیق پر اجماع اور اس کی فقہ کا اقرار کیا ہے اور ابوبصیر سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن امام جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم علباء بن دراع اسدی کی موت کی وقت حاضر تھے میں نے عرض کیا جی ہاں اور اس نے مجھے اس وقت خبر دی کہ آپ اس کے جنت میں داخل ہونے کے ضامن ہوئے تھے اور مجھ سے استدعاء کی تھی کہ اس بات کی میں آپ کو یاد دہانی کراؤں آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے، پس میں رونے لگا اور میں نے عرض کیا میری جان آپ پر فدا ہو میری تقصیر کیا ہے کہ میں اس عنایت کے قابل نہیں ہوا، کیا میں بوڑھا سالخودہ نابینا آپ کی درگاہ دین پناہ کی طرف منقطع نہیں ہوں (یعنی صرف آپ کا ہو کے نہیں رہ گیا) حضرت نے عنایت کرتے ہوئے فرمایا میں تیرے لئے بھی بہشت کا ضامن ہوں میں نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ اپنے آباؤ اجداد کو بھی میرا ضامن قرار دیجئے اور ایک کے بعد دوسرے کا میں نے نام لیا حضرت نے فرمایا میں نے انہیں ضامن بنایا ہے دوبار میں نے عرض کیا کہ اپنے جد بزرگوار کو بھی میرا ضامن قرار دیں آپ نے فرمایا میں نے ایسا کیا ہے دوبارہ میں نے دوخواست کی کہ حق تعالیٰ جل وعلا کو بھی ضامن بنائیں آپ نے کچھ دیر تک سر کو حرکت دی پھر اس کے بعد فرمایا کہ یہ بھی کیا ہے، مولف کہتا ہے کہ شیخ کشی نے شعیب عقرقونی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ بسا اوقات ہم بعض مسائل کے متعلق سوال کرنے کے محتاج ہوتے ہیں تو کس سے پوچھیں فرمایا تجھ پر لازم ہے کہ اسدی یعنی ابوبصیر سے سوال کرو، ہمارے شیخ نے خاتمہ متدرک میں فرمایا ہے کہ ابوبصیر سے سوال کرو ہمارے شیخ نے خاتمہ متدرک میں فرمایا ہے کہ ابوبصیر سے مراد ابومحمد یحییٰ بن قاسم اسدی ہے قائد کے قرینہ سے یعنی اس کا عصا کھینچنے والا جو علی بن ابی حمزہ تھا کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ وہ اس کی کتاب کا راوی ہے اور یہ ابوبصیر ثقہ ہے جیسا کہ رجال شیخ اور خلاصہ میں ہے اور عقرقوفی ابوبصیر مذکور کا بھانجا ہے۔

پندرھواں: محمد بن علی بن نعمان کوفی ابوجعفر معروف با مومن طاق واحول اور مخالفین انہیں شیطان الطاق کہتے تھے ان کی دکان کوفہ میں اس جگہ تھی جو طاق المحامل کے نام سے مشہور تھی اور ان کے زمانہ میں سکہ قلبی پیدا ہوا تھا کہ جسے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا چونکہ اس سکہ کا باطن الٹا تھا نہ کہ اس کا ظاہر لیکن جب ان کے ہاتھ میں دیئے تو یہ سمجھ لیتے اور یہ ان کا الٹا پن نکال دیتے تھے اسی لئے انہیں مخالفین شیطان الطاق کہتے تھے اور وہ متکلمین میں سے تھے اور انہوں نے چند کتب تصنیف کیں ان میں سے ایک کتاب ہے افعل لاتفعل اور ان کا احتجاج زید بن علی کے ساتھ اور نیز ان کا مناظرہ ومحاجہ خوارج کے ساتھ معروف اور ان کے مکالے ابوحنیفہ کے ساتھ مشہور ہیں ایک دن ابوحنیفہ نے مومن طاق سے کہا کہ تم شیعہ لوگ رجعت کا عقیدہ رکھتے ہو ، انہوں نے کہا کہ ہاں کہنے لگا پھر پانچ سو اشرفی مجھے قرض دے دو، جب دنیا کی طرف پلٹ کے آئیں گے تو واپس لے لینا ابوجعفر فرمانے لگے کہ میرے لئے کوئی ضامن لے آؤ کہ جب دنیا میں پلٹ کے آؤ گے تو انسان کی شکل میں ہوگے تا کہ میں تمہیں اشرفیاں دے دوں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ تم بندر کی شکل میں واپس آؤ اور میں اپنا قرض تم سے وصول نہ کرسکوں اور یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت صادقؑ نے رحلت فرمائی تو ابوحنیفہ نے مومن طاق سے کہا کہ اے ابا جعفر تمہارے امام تو وفات پا گئے،مومن کہنے لگے لیکن تمہارا امام تو یوم وقت معلوم تک منتظرین میں سے ہے یعنی اگر میرے امام کی وفات ہوگئی تو تیرا امام وقت معلوم سے پہلے نہیں مرے گا اور مجالس المومنین میں ہے کہ ایک دن ابوحنیفہ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ابوجعفر دور سے نمودار ہوئے اور ان کی مجلس کی طرف متوجہ ہوئے جب ابوحنیفہ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ابوجعفر دور سے نمودار ہوئے اور ان کی مجلس کی طرف متوجہ ہوئے جب ابوحنیفہ کی نگاہ ان پر پڑی تو تعصب وعناد کی بناء پر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا تمہاری طرف شیطان آرہا ہے، جب ابوجعفر نے یہ بات سنی اور قریب آئے تو یہ آیت ابوحنیفہ اور اس کے ساتھیوں کے لئے پڑھی ''انا ارسلنا الشاطین علی الکافرین توزھم ازا'' ہم نے بھیجا ہے شاطین کو کافرین پر جو انہیں مضطرب کر دیتے ہیں مضطرب کرنا۔

نیز مروی ہے کہ جب ضحاک نے جو خارجیوں میں سے ایک تھا کوفہ میں خروج کیا اور اپنا نام امیر المومنین رکھا اور لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت دی تو مومن الطاق اس کے پاس گئے جب ضحاک کے ساتھیوں نے انہیں دیکھا تو ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں پکڑ کر اپنے ساتھی ضحاک کے پاس لے گئے تو مومن طاق نے کہا کہ میں ایسا شخص ہوں جو اپنے دین میں بابصیرت ہے اور میں نے سنا ہے کہ تو صفت عدل وانصاف سے متصف ہے اس بناء پر میں چاہتا تھا کہ تیرے ساتھیوں میں داخل ہوجاؤں، پس ضحاک نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر یہ شخص ہمارا یار ومددگار ہوجائے تو ہمارا معاملہ رواج اور ترقی حاصل کرے گا، اس وقت مومن طاق نے ضحاک سے کہا کہ تو علیؑ سے کیوں بیزاری کرتا ہے اور اس سے جنگ وجدال کو حلال سمجھتا ہے ضحاک کہنے لگا چونکہ علیؑ نے دین خدا میں حکم مقرر کیا تھا اور جو شخص دین خدا میں کسی کو حکم مقرر کرے اس سے جنگ وجدال اور بیزاری اختیار کرنا حلال ہے مومن طاق نے کہا کہ مجھے اپنے اصول دین بتا تا کہ میں تم سے مناظرہ کروں اور جب تیری حجت ودلیل

میری محبت پر غالب آ گئی تو میں تیرے اصحاب کی لڑی میں پرو یا جاؤں گا اور مناسب یہ ہے کہ میرے اور تیرے مناظرے میں درستی و غلطی صواب وخطا کے امتیاز کے لئے کسی شخص کو معین کر و تا کہ وہ خطا کار کو خطا میں ادب سکھائے اور درست کہنے والے کی درستی کو حکم لگائے پس ضحاک نے اپنے اصحاب میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگا کہ یہ شخص میرے اور تیرے درمیان حکم ہوگا کیونکہ یہ عالم و فاضل ہے مومن طاق نے کہا تو البتہ اس شخص کو حکم قرار دے رہا ہے اس دین میں کہ میں تیرے پاس جس کے لئے مناظرہ کرنے کے لئے آیا ہوں، ضحاک کہنے لگا کہ ہاں پس مومن طاق نے ضحاک کے ساتھیوں کی طرف رخ کیا اور کہنے لگے یہ لو، تمہارے صاحب نے دین خدا میں حکم قرار دیا ہے اب تم جانو اور تمہارا معاملہ، جب ضحاک کے ساتھیوں نے یہ بات سنی تو اتنی چھریاں اور تلواریں ضحاک کو لگائیں کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

سولہواں: محمد بن مسلم بن ریاح ابوجعفر طحان ثقفی کوفی جناب باقرؑ و صادقؑ کے بزرگ صحابی ان کے حواری اور خاشع وخاضع اور وافقہ اور وجود اصحاب کوفہ میں سے تھے اور یہ وہ بزرگوار ہیں کہ امامیہ کا اس چیز کی صحت پر جو ان سے صحیح طرح وارد ہو اور ان کی تصدیق اور ان کی نقاہت کے تسلیم کرنے پر اجماع ہے اور روایت ہے کہ یہ بزرگوار چار سال مدینہ میں مقیم رہے اور امام محمد باقرؑ کی خدمت میں احکام دینی اور معارف یقینی کا استفادہ کیا اور ان کے بعد امام جعفر صادقؑ سے استفادہ حقائق کرتے رہے اور ان سے روایت ہوئی ہے کہ تیس ہزار حدیثیں امام محمد باقرؑ سے اور سولہ ہزار حدیثیں امام جعفر صادقؑ سے اخذ کی ہیں اور روایت ہوئی ہے کہ ثقہ جلیل القدر عبداللہ بن ابی یعفور نے صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے لئے ممکن نہیں کہ ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور بسا اوقات ہمارے اصحاب میں سے کوئی شخص میرے پاس آ جاتا ہے اور مجھ سے مسئلہ پوچھتا ہے اور میرے پاس ہر سوال کا جواب نہیں ہوتا اور وہ مجھ سے پوچھتے ہیں تو میں کیا کروں تو آپ نے فرمایا کہ کیا مانع ہے تجھے محمد بن مسلم سے پس بے شک اس نے علم اخذ کیا ہے میرے والد سے اور وہ ان کے نزدیک وجیہ و قابل عزت تھے اور محمد بن مسلم سے روایت ہوئی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات اپنے مکان کی چھت پر سویا ہوا تھا میں نے سنا کہ کوئی میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے پس میں نے آواز دی کہ کون ہے اس نے کہا کہ میں آپ کی کنیز ہوں خدا آپ پر رحمت نازل کرے میں چھت کے کنارے کے پاس آیا اور سر نکالا تو دیکھا کہ ایک عورت کھڑی ہے جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگی کہ میری بیٹی تازہ شادی شدہ حاملہ تھی اور اسے دودزہ شروع ہوا اور بچہ جنے بغیر اس تکلیف میں مر گئی اور بچہ اس کے شکم میں حرکت کرتا ہے اب کیا کرنا چاہیے اور صاحب شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے تو میں نے اس سے کہا اے کنیز خدا اسی قسم کا مسئلہ ایک دن امام محمد باقرؑ سے پوچھا گیا تو حضرت نے فرمایا کہ اس مردہ عورت کا پیٹ چاک کر کے بچے کو باہر نکال لیں تم بھی ایسا ہی کرو اس کے بعد میں نے اس سے کہا کہ اے کنیز خدا میں ایک شخص ہوں گوشہ نشینی اور گمنامی میں مخفیانہ زندگی بسر کر رہا ہوں تجھے میری طرف کسی نے راہنمائی کی ہے اس نے کہا کہ میں ابوحنیفہ کے پاس اس مسئلہ کے سلسلہ میں گئی تھی جو کہ صاحب رائی اور قیاس ہے وہ کہنے لگا اس مسئلہ کے متعلق کچھ معلوم نہیں تم محمد بن مسلم ثقفی کے پاس جاؤ وہ تمہیں اس مسئلہ کے متعلق فتویٰ دے گا اور جب وہ تجھے اس مسئلہ

میں فتویٰ دے تو میرے پاس آ کر مجھے بھی بتانا، میں نے اس سے کہا کہ سلامی کے ساتھ جاؤ اور جب صبح ہوئی تو میں مسجد میں گیا اور دیکھا کہ ابوحنیفہ بیٹھا ہے اور اسی مسئلہ میں اپنے اصحاب سے بحث کر رہا ہے اور ان سے پوچھ رہا ہے اور چاہتا ہے کہ جو کچھ اس مسئلہ کا جواب اسے میری طرف سے ملا ہے اس کا اپنے نام سے اظہار کرے پس میں نے مسجد کے گوشہ سے کھنکارا تو ابوحنیفہ نے کہا خدا تجھے بخشے ہمیں چھوڑ و کہ ہم بھی ایک لحظہ زندگی گزاریں، زرارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ابوکریبہ ازدی اور محمد بن مسلم ثقفی شہادت دینے کے لئے شریک قاضی کے پاس گئے شریک کچھ دیر تک غور و تامل سے ان کے چہروں کی طرف دیکھتا رہا، آثار صلاح وتقوی وعبادت ان کی پیشانی پر دیکھے تو کہنے لگا جعفریان فاطمیان یعنی یہ دونوں افراد حضرت جعفر اور فاطمہؑ کے شیعہ ہیں اور اس خانوادہ سے منسوب ہیں تو یہ بزرگوار رونے لگے، شریک نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمانے لگے ہم اس لئے روتے ہیں کہ تو نے ہمیں شیعوں میں شمار کیا ہے اور ایسے لوگوں میں سے قرار دیا ہے جو ہماری سخافت اور کم ورع و پرہیز گاری کی بناء پر ہمیں اپنا بھائی بنانے پر راضی نہیں ہیں، نیز تو نے ہمیں نسبت دی ہے ایسے بزرگوار کی طرف جو ہم جیسوں کو اپنا شیعہ بنانے کے لئے راضی نہیں، پس اگر اس نے فضل وکرم کیا اور ہمیں قبول فرمایا تو ہم پر منت واحسان اور اس کا تفضّل ہوگا شریک نے تبسم کیا اور کہنے لگا جب دنیا میں کوئی مرد پیدا ہو تو اسے تم جیسا ہونا چاہیے وارد ہوا ہے کہ محمد بن مسلم مالدار اور شخص جلیل تھا، حضرت صادقؑ نے اس سے فرمایا اے محمد تواضع اختیار کرو پس کوفہ میں خرما کی ایک زنبیل اٹھائی اور ترازو ہاتھ میں لی اور مسجد کے دروازے پر بیٹھ کر خرمے بیچنے لگا اس کی قوم اس کے پاس جمع ہوئی اور کہنے لگے تیرا یہ کام ہماری رسوائی کا باعث ہے فرمایا کہ میرے مولا نے مجھے حکم دیا ہے ایسی چیز کا کہ جس سے میں دستبردار نہیں ہوں گا وہ کہنے لگے کہ اگر مجبور ہو کہ کوئی کسب کرو تو آٹا بیچنے کی دکان پر بیٹھ جاؤ پس اس کے لئے چکی اور اونٹ تیار کیا تا کہ گندم اور جو پیسے اور انہیں بیچے محمد نے یہ قبول کرلیا اسی وجہ سے انہیں طحان کہتے ہیں ۱۵۰ھ میں وفات ہوئی۔

سترہواں: معاذ بن کثیر کسائی کوفی حضرت صادقؑ کے شیوخ اصحاب اور ان کے ثقات میں سے ہے اور ان افراد میں سے ہے جنہوں نے امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کی نص ان کے والد سے روایت کی ہے صلوات اللہ علیہما اور تہذیب کی روایت میں ہے کہ وہ کرباس (موٹے تاگے کا سوت) بیچتا تھا ایک دفعہ اس نے یہ کسب ترک کر دیا، حضرت صادقؑ نے اس کے حالات پوچھے لوگوں نے بتایا کہ اس نے اپنی تجارت چھوڑ دی ہے فرمایا ترک عمل! شیطان کا کام ہے، جو شخص تجارت وکسب چھوڑ دے اس کی دوثلث عقل جاتی رہتی ہے، نیز روایت ہے کہ معاذ نے موقف عرفات میں اہل موقف پر نظر دوڑائی دیکھا کہ بہت سے لوگ حج پر آئے ہیں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اہل موقف بہت سے ہیں حضرت نے ان پر نگاہ کی اور فرمایا اے اباعبداللہ میرے پاس آؤ اس وقت فرمایا یاتی "بہ الموج من کل مکان" ہر طرف سے اس کی طرف لہر آتی ہے نہیں خدا کی قسم نہیں ہیں حاجی مگر تم لوگ اور خدا قبول نہیں کرتا حج مگر تم لوگوں سے۔

اٹھارہواں: معلیٰ بن خنیس بزاز کوفی ابوعبداللہ صادقؑ کا غلام خاص: روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اولیاء خدا اور

اہل بہشت میں سے ہے اور حضرت صادقؑ اسے دوست رکھتے تھے اور وہ وکیل اور قیم تھا حضرت کے اہل وعیال کے نفقات و اخراجات کا اور اسی لئے داؤد بن علی نے اسے قتل کر دیا اور وہ حضرت صادقؑ کے نزدیک پسندیدہ تھا، اور آپ کے طریق وراستہ پر اس دنیا سے گیا۔

ابوبصیر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب داؤد بن علی نے معلیٰ کو قتل کیا اور اسے سولی پر لٹکایا تو یہ چیز حضرت صادقؑ پر عظیم ودشوار گذری آپ نے داؤد سے فرمایا تو نے میرے غلام اور میرے اہل وعیال کے وکیل کو کیوں قتل کیا ہے خدا کی قسم وہ خدا کے نزدیک تجھ سے زیادہ وجیہ وباوقار تھا اور آخر روایت میں ہے کہ آپ نے داؤد سے فرمایا آگاہ رہو خدا کی قسم کہ وہ بہشت میں داخل ہوا ہے، مولف کہتا ہے کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ معلیٰ کے قتل کے وقت آپ مکہ میں تھے جب مکہ سے واپس تشریف لائے تو داؤد کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کہ تو نے اہل جنت میں سے ایک شخص کو قتل کیا ہے وہ کہنے لگا میں نے اسے قتل نہیں کیا فرمایا کس نے اسے قتل کیا ہے وہ کہنے لگا سیرانی نے اور سیرانی داؤد پولیس آفیسر تھا، حضرت نے اس سے قصاص لیا اور اسے معلیٰ کے بدلے قتل کیا اور معتبر سے روایت ہے کہ اس رات حضرت سجدہ اور قیام میں تھے اور رات کے آخری حصہ میں داؤد بن علی پر نفرین کی خدا کی قسم ابھی آپ نے سر سجدہ سے نہیں اٹھایا تھا کہ میں نے چیخ وپکار کی آواز سنی اور لوگ کہہ رہے تھے کہ داؤد بن علی مر گیا، حضرت نے فرمایا کہ میں نے خدا کو ایک دعا کے ساتھ پکارا یہاں تک کہ خداوند عالم نے اس کی طرف فرشتہ بھیجا جس نے اس کے سر پر ایک عمود (گرز) مارا کہ جس سے اس کا مثانہ پھٹ گیا، شیخ کلینی اور طوسی نے سند حسن کالصحیح کے ساتھ ولید بن صبیح سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضرت صادق کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے معلیٰ بن جنیں پر قرض کا دعویٰ کیا اور کہنے لگا کہ معلیٰ میرا حق لے گیا ہے حضرت نے فرمایا کہ تیرا حق وہ شخص لے گیا ہے کہ جس نے معلیٰ کو قتل کیا ہے پھر آپ نے ولید سے کہا کہ کھڑا ہو جا اور اس شخص کا حق دے دے میں چاہتا ہوں کہ معلیٰ کے بدن کے چمڑے کو ٹھنڈا کروں اگر چہ وہ ٹھنڈا ہی ہے یعنی جہنم کی حرارت اسے نہیں پہنچی، نیز کلینی نے ولید بن صبیح سے روایت کی ہے کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں مشرف ہوا آپ نے میرے سامنے کچھ کپڑے پھینکے اور فرمایا اے ولید ان کپڑوں کو تہہ کر دو، ولید کہتا ہے میں آپ کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ نے فرمایا خدا رحمت کرے، معلیٰ بن خنیس پر میں نے گمان کیا کہ حضرت نے میرے کھڑے ہونے کو اپنے مشابہ قرار دیا ہے آپ کے سامنے آپ کی خدمت میں معلیٰ کے کھڑے ہونے کے ساتھ پھر آپ نے فرمایا اف ہے دنیا کے لئے کیونکہ یہ بلاو مصیبت کا گھر ہے خداوند عالم نے دنیا میں اپنے دشمن کو اپنے ولی پر مسلط کیا ہے۔

نیز کلینی نے روایت کی ہے عقبہ بن خالد سے وہ کہتا ہے کہ میں اور معلیٰ اور عثمان بن عمران حضرت صادقؑ کی خدمت میں مشرف ہوئے حضرت نے ہمیں دیکھا تو فرمایا مرحبا مرحبا تمہارے لئے یہ صورتیں مجھے دوست رکھتی ہیں اور میں انہیں دوست رکھتا ہوں خدا تمہیں دنیا وآخرت میں ہمارے ساتھ قرار دے، شیخ کشی نے روایت کی ہے کہ جب عید کا دن ہوتا تو معلیٰ صحراء کی طرف نکلتا بال پریشان غبار آلود ستم رسیدہ اور حسرت خوردہ شخص کی طرح جب خطیب منبر پر جاتا تو معلیٰ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے کہتا

خدایا یہ تیرے خلفاء اور اصفیاء کا مقام ہے اور تیرے امناء کی یہ جگہیں ہیں کہ جنہیں تو نے مخصوص کیا ہے اور لوگوں نے ان سے چھین لی ہیں۔ الخ۔

انیسواں: ہشام بن محمد بن سائب کلبی ابوالمنذر عالم فضل وعلم کے ساتھ مشہور ایام گذشتہ اور انساب کا جاننے والا ہمارے مذہب کے علماء میں سے ہے اور کہنے لگا مجھ میں ایک بڑا نقص پیدا ہوا کہ میں اپنا علم بھول گیا، امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، پس آپ نے مجھے علم کا ایک پیالہ پلایا، اس پیالے کو پیتے ہی میرا علم عود کر آیا، حضرت صادقؑ اس پر عنائت ونوازش کرتے اور اسے اپنے پاس بٹھاتے اور اس سے کشادہ روئی اور انبساط سے پیش آتے اور اس نے انساب فتوحات مثالب اور مقاتل وغیرہ میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور یہ وہی نسابہ کلبی مشہور ہے اور اس کا باپ محمد بن سائب کلبی کوفی حضرت باقرؑ کے اصحاب میں سے ہے اور عالم وبصیرت تفسیر ہے سمعانی سے نقل ہوا ہے کہ اس نے اس کے حالات میں کہا ہے ''انه راجب التفسير كان من اهل الكونة وقائلا بالرجعة وابنه هشام ذانسب عال وفى التشيع غال'' یہ صاحب تفسیر اور کوفہ کا رہنے والا اور رجعت کا قائل تھا اور اس کا بیٹا ہشام بلند نسب اور شیعیت میں نمائی تھا۔

بیسواں: یونس بن طبیان کوفی جو کہ حضرت صادقؑ کے اصحاب روات میں سے ہے اور اگرچہ فضل بن شاذان نے اسے کذابین میں شمار کیا ہے اور نجاشی نے فرمایا کہ وہ بہت ضعیف ہے اور اس کی روایات کی طرف التفات نہیں کیا جا سکتا اور ابن غضائری نے کہا ہے کہ وہ غالی کذاب اور وضاع حدیث ہے لیکن ہمارے شیخ عطر اللہ مرقدہ نے مستدرک کے خاتمہ میں فرمایا ہے کہ اس کے حسن حال واستقامت علومقام اور عدم غلو پر بہت سی روایات دلالت کرتی ہیں پھر ان اخبار کا ذکر کیا ہے کہ جن میں سے حضرت صادقؑ کا ارشاد ہے اس کے حق میں جو کہ جامع بزنطی میں ہے کہ آپ نے فرمایا خدا اس پر رحم کرے اور جنت میں اس کا گھر بنائے وہ خدا کی قسم حدیث میں مامون تھا، نیز حضرت صادقؑ کا اسے زیارت سید الشہداء تعلیم کرنا جیسا کہ شیخ نے تہذیب میں اور ابن قولویہ نے کامل میں روایت کی ہے نیز آنحضرت کا اسے وہ مشہور دعا تعلیم کرنا کہ جو نجف اشرف میں پڑھنی چاہیے کہ جس کی ابتدا ہے ''اللهم لا بد من امرك'' جو تمام کتب مزاریہ میں مذکور ہے، نیز آپؑ نے اسے وہ عوذہ تعلیم فرمایا جو آنکھ کے درد کے لئے نفع مند ہے۔ الی غیر ذلك، اور ہمارے شیخ نے ان روایات کا بھی جواب دیا، تفصیل کے ساتھ جو اس کی مذمت میں وارد ہیں کہ یہ مقام اس کے ذکر کی گنجائش نہیں رکھتا اور شائقین اس کتاب شریف کی طرف رجوع کریں اور فیض بن مختار کے حالات میں وہ چیز گذر چکی ہے جو اس سے متعلق تھی۔

تذییل

مولف کہتا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب حضرت صادقؑ کے حالات کے ذیل میں یہ روایت نقل کروں اور اس باب کو اس پر ختم کروں منقول ہے کہ حضرت صادقؑ کا ایک غلام تھا جب حضرت سوار ہو کر مسجد کی طرف جاتے تو وہ غلام آپ

کے ہمراہ ہوتا اور جب آپ خچر سے پیادہ ہوکر مسجد میں داخل ہوتے تو وہ غلام اس خچر کی نگہبانی کرتا یہاں ک کہ حضرت واپس لوٹتے اتفاقاً ایک دن وہ غلام مسجد کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا اور خچر کی نگہبانی کر رہا تھا کہ چند اشخاص مسافر اہل خراسان میں سے آئے ان میں سے ایک نے اس کی طرف رخ کیا اور اس سے کہنے لگا کہ اے غلام کیا تو چاہتا ہے اور میلان رکھتا ہے کہ اپنے آقا حضرت صادقؑ سے خواہش کرے کہ وہ مجھے تیری جگہ پر قرار دیں اور میں ان کا غلام ہوکر تیری جگہ پر رہوں اور میں اپنا مال تجھے دے دوں، اور میرے پاس ہر قسم کا بہت سا مال ہے تو جا اور وہ مال اپنے لئے قبض کر اور میں تیری جگہ پر یہاں رہ جاؤں غلام نے کہا کہ میں اپنے آقا سے یہ خواہش جا کر کرتا ہوں پس وہ حضرت صادقؑ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ میری خدمت جو آپ کی نسبت میں نے کی ہے اور طول خدمت مو جانتے ہیں تو اگر خدا کوئی خیر مجھ تک پہنچائے تو آپ اسے منع کریں گے، فرمایا وہ چیزیں تجھے اپنی طرف سے دوں گا، اور اپنے غیر سے منع کروں گا، پس غلام نے اس مرد خراسانی کا واقعہ جو اس سے ہوا تھا حضرت سے بیان کیا حضرت نے فرمایا اگر تو ہماری خدمت سے بے رغبت ہو گیا اور وہ شخص ہماری خدمت کی طرف راغب ہے تو ہم اسے قبول کرتے ہیں اور تجھے اس کی جگہ بھیج دیتے ہیں پس جب غلام نے پشت پھیری تو حضرت نے اسے بلایا اور فرمایا کہ تیری طویل خدمت کی وجہ سے جو تو نے ہماری کی ہے تجھے میں ایک نصیحت کرتا ہوں پھر تو اپنے کام میں مختار ہے اور وہ نصیحت یہ ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو رسول خداؐ چمٹے ہوئے ہوں گے نور خدا کے ساتھ اور امیر المومنینؑ وابستہ ہوں گے رسول خداؐ کے ساتھ اور آئمہ علیہم السلام وابستہ ہوں گے امیر المومنین صلوات اللہ علیہ سے اور ہمارے شیعہ ہمارے ساتھ چمٹے ہوئے ہوں گے پس وہ داخل ہوں گے اس جگہ کہ جس میں ہم داخل ہوں گے اور وارد ہوں گے، غلام نے جب یہ سنا تو عرض کیا کہ میں آپؑ کی خدمت میں رہوں گا اور میں آخرت کی دنیا پر ترجیح دیتا ہوں اور اس مرد کے پاس گیا اس مرد خراسانی نے کہا اے غلام تو حضرت صادقؑ کی خدمت سے اس رخ کے بغیر آیا ہے کہ جس کے ساتھ تو آپ کی خدمت میں گیا تھا، غلام نے حضرت کا کلام اس کے سامنے نقل کیا اور اسے حضرتؑ کی خدمت میں لے گیا، آپؑ نے اس کی ولاء کو قبول فرمایا اور حکم دیا کہ غلام کو ہزار اشرفی دیں یہ فقیر عباس قمی حضرتؑ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اے میرے آقا و مولا جب سے میں نے اپنے آپ کو پہچانا ہے خود کو آپ کے دروازے پر دیکھا ہے اور اپنے گوشت و پوست کی پرورش آپؑ کے نعمت کدہ سے کی ہے، رجاء واثق اور امید صادق ہے کہ آپؑ اس آخری عمر میں میری نگاہداری فرمائیں گے، اور اپنے اس دروازے سے مجھے دور نہیں فرمائیں گے اور میں زبان ذلت وافتقار کے ساتھ ہمیشہ عرض گذار ہوں۔

شاہا چہ تو را سگے بباید
گر من بوم آں سگ تو شاید
ہستم سگ کی ز جس جستہ
بر شاخ گل ہوات بستہ

از مدح تو باقلادہ زر !
زنجیر وفا بحلقم اندر !!
خود را بخودی کشیدہ ازجل
پیش تو کشیدہ از سرذل
خود را بقبول رائگانت
بستم بطویلہ سگانت
افگن نظرے بریں سگ خویش
سنگم مزن و مرانم از پیش

نیز کہتا ہے:

عن حما کم کیف انصرف
وھوا کم لی بہ شرف
سیدی لا عشت یوم اری
فی سوی ابو ابکم اقف

امام موسیٰ کاظمؑ سے مروی احادیث اور واقعات جلد دوم میں ملاحظہ کریں